بیاد پروفیسر سید منظر حسن دسنوی مرحوم
اور سید شکیل دسنوی مرحوم
شعر و ادب کی صالح قدروں اور عصری رجحانات کا ترجمان

اشاعت کا سولہواں سال ۳۷ رواں شمارہ

سہ ماہی ادبی محاذ کٹک

ہمارے سرپرست
علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
جناب خادم رسول عینی (بھساول)
جناب محمد رفیق وارث مصباحی (جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ)
مدیر اعلیٰ: سعید رحمانی
موبائل۔ 07978439220 (صرف SMS کے لیے)

معاون مدیران		مدیر
عبدالمتین جامی	سید نورالہی ناطق	سید نفیس دسنوی
Mob-9938905926	Mob:9237427933	Mob:9437067585

منیجنگ ایڈیٹر
سمیع الحق شاکر موبائل 9861148800
کمپیوٹر کمپوزنگ:۔ یونس عاصم موبائل۔ 9090156995

مجلس مشاورت
ڈاکٹر اسلم حنیف، ظفر اقبال ظفر، شارق عدیل، غلام ربانی فدا، اشفاق نجمی، حیرت فرخ آبادی، شیخ منور جیبی، شیخ قریش، ڈاکٹر معصوم شرقی، ڈاکٹر قمر الزماں، یوسف جمال، مولانا مطیع اللہ نازش، ارشد جمیل

قانونی مشیر: محمد فیض الدین خاں (ایڈوکیٹ، ہائی کورٹ)

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ
سعید رحمانی۔ دیوان بازار۔ پوسٹ۔ بخشی بازار، کٹک۔ 753001 (اڈیشا)
09437067585 (ضروری جانکاری کے لیے)
E-mail: adbimahaz@gmail.com
E-mail: Sayeedrahmani@gmail..com
Website: http//www.sayeedrahmani.blogspot.com

قیمتی شمارہ: ۲۵ روپے زرِ سالانہ: ۱۰۰ روپے
رجسٹری ڈاک سے زرِ سالانہ۔ ۲۰۰ روپے
خصوصی زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرونِ ممالک: ۲۵ امریکی ڈالر
(چیک یا ڈرافٹ پر نام کی جگہ صرف MohammedSayeed لکھیں۔ پتہ نہ لکھیں۔ چیک کے ذریعہ زرِ سالانہ ۱۲۵ روپے ارسال کریں۔ بیرونِ ملک کے لئے ۳۰ امریکی ڈالر)
Name Of Account Holder:Mohammed Sayeed
IndianOverseasBank-A/CNo.17220100001688
IFSC Code-IOBA0001722-Branch-P.K.ParijaRoad,Cuttack

پبلیشر و پرنٹر شیخ قریش نے چتا پریس قاضی بازار سے چھپوا کر دفتر ادبی محاذ دیوان بازار کٹک۔ 753001 سے شائع کیا۔

یادوں کے جھروکے سے
سید شکیل دسنوی مرحوم



دل کے نازک شیشے پر یہ چوٹ پڑے گی سوچ ذرا
پنگھٹ پر اک پردیسی سے دیکھ نہ گوری آنکھ لڑا
جب سے ملے ہیں ہم بھی پریشاں تو بھی ہے بدنام بہت
اپنا پریتیے واپس لے لے آگے اب نہ بات بڑھا
آنکھ میں آنسو اڑی سی رنگت، ہونٹوں پر بے جان ہنسی
پریت میں تیری او ہرجائی دل کو کیسا روگ لگا
روپ ہے تیرا پھول سا کومل اور دنیا کی نظر بری
تجھ کو اپنے دل میں چھپا لوں آ آنکھوں کے رستے آ
تارے گن گن رات کٹے اور صبح سے کرنا شام محال
او سپنوں میں بسنے والی آنکھ سے یوں نیندیں نہ اڑا
ہوا کے یہ آوارہ جھونکے کب آنچل میں رکتے ہیں
سید تو پردیسی ٹھہرا دیکھ نہ اتنی پریت بڑھا

پیش کش
صادق علی انصاری (سیتاپور۔ یوپی)

ہمارے خصوصی معاونین

اپنی پنشن کی رقم سے ''اخبارِ اڑیسہ'' کا لگایا ہوا پودا اب اللہ کے فضل و کرم سے برگ و بار لا کر سہ ماہی ''ادبی محاذ'' کی صورت میں ارتقائی سفر طے کرنے لگا ہے۔ میری تنہا ذاتی کوششوں سے شروع کیا ہوا یہ سفراب 'لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا' کے مصداق ایک ادارے کی شکل اختیار کر گیا ہے جس میں مقامی احباب کے دامے درمے سخنے تعاون کے ساتھ ہی کل ہند اور عالمی سطح پر بھی محبان اردو نے اپنی طرف سے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک کے عطیات دیے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ ان میں سے بعض نے وقفے وقفے سے رقم بھیجتے رہنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ تمام محبان اردو سے گزارش ہے کہ ''ادبی محاذ'' کی خریداری قبول فرمائیں اور اس کی بقا کا ضامن بنیں۔

خصوصی معاونین کے اسمائے گرامی

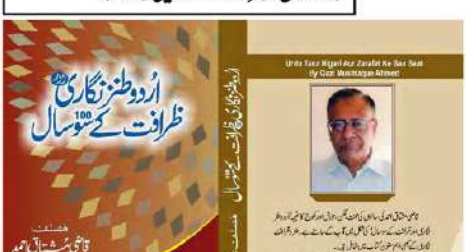
الحاج محمد ایوب خاں	بھوبنیشور
الحاج سیّد عطامحی الدین	بھدرک
الحاج سیّد ڈاکٹر مشتاق علی	کٹک
الحاج مولوی سیّد نذیرالدین صدیقی (ایڈوکیٹ)	کٹک
جناب محمد شاہنواز	بھوبنیشور
جناب عبدالمجید فیضی	سمبل پور
جناب ایم اے احد	بھوبنیشور
جناب محمد اسلم غازی	ممبئی
ڈاکٹر محمد قمرالدین خاں	کٹک
جناب ایس این شیخ	ممبئی
مولوی محمد مطیع اللہ نازش	کٹک
جناب شیخ منوراحمد حبیبی	دھام نگر (اڑیسہ)
جناب محبّ الرحمن وفا	یوڈا، مہاراشٹر
جناب وکیل نجیب	ناگپور
جناب سیّد محمود رضی الدین	راجستھان
جناب اقبال سلیم۔	بنگلور
جناب ایم حمیدالدین ناز	بیدر
پالوجی ڈاکٹر جاوید حسین	ممبئی

مس انجم ممتاز سلطانہ	بیدر
جناب رفیق شاہین	علی گڑھ
جناب سمیع الحق شاکر	کٹک
ڈاکٹر سید مجیب الرحمن بزمی	رانچی
ڈاکٹر جمال الدین احمد	بھوبنیشور
ڈاکٹر کرشن بھاوک	پٹیالہ
سید فرید منظر حسن	کٹک
ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی	نیپال
ڈاکٹر قمرالزماں	دھنباد
مولانا پھول محمد نعمت رضوی	مظفر پور (بہار)
جناب ارشد قمر	ڈالٹن گنج
ڈاکٹر ملکہ خورشید	لکھنؤ
حاجی اختر حسین	بیل پہاڑ۔ جھاڑسوگڈا
جناب جمال قدوسی	سدھارتھ نگر (یوپی)
جناب شمس الحق شمس (ایڈوکیٹ)	دیوپور (کٹک)
ابوالکمال ظفر احمد (ایڈوکیٹ)	بالیسر
جناب ارشد جمیل	کٹک
جناب شیخ بشیر احمد	کشمیر

جناب نظام مجھولیاوی	مظفر پور (بہار)
جناب رمیش پرساد کنول	پٹنہ
جناب اسحاق عابد	چنئی
ڈاکٹر مختار شمیم	بھوپال
ابرار نغمی	رائسین (ایم پی)
بانو مہر سلطانہ بنت حمیدالدین	بیدر (کرناٹک)
جناب جاوید ندیم	ممبئی
جناب فیروز احمد سیفی	نیویارک (امریکہ)
پروفیسر سید محمد استخارالدین	بجنور (یوپی)
الحاج سید عطامحی الدین	بھوبنیشور
جناب سید اولادِ رسول قدسی	امریکہ
جناب سید خادم رسول عینی	بھساول
سبطین پروانہ	کٹیہار (بہار)
محسن عظیم انصاری	لکھنؤ (یوپی)

قلمکاروں سے گزارش

اپنی تخلیقات ان پیج میں ٹائپ کر کے ای۔میل سے ارسال کریں تو ترجیحی بنیاد پر شائع ہوں گی۔ اگر اس کی سہولت نہیں تو پھر ڈاک سے بھیجیں (ادارہ)



ادبی محاذ کے گوشے

ادبی محاذ میں شاعروں اور ادیبوں کے متعدد گوشے اب تک شائع ہو کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ اس شمارے میں شیگاؤں کے سید سبحان انجم صاحب کا گوشہ شامل ہے۔ اگلے شمارے میں عزیز بلگامی صاحب کے گوشے کا انتظار کریں۔

آپ کے گوشے کے لیے بھی ادبی محاذ کے صفحات حاضر ہیں۔ تفصیل کے لیے اس فون نمبر پر رابطہ کریں۔ نمبر ہے: 09437067585

سید نفیس دسنوی

مدیر ادبی محاذ۔ کٹک

اس شمارے میں



علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
سرپرست ادبی محاذ

نعتِ پاک

آقا کی دو جہاں میں حکومت ہے آج بھی　پُر نور ان کی مہرِ نبوت ہے آج بھی
وہ جب نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا صرف تھا خدا　نا قابلِ نفی یہ حقیقت ہے آج بھی
ہے عینِ دینِ حق یہی بس مسلکِ رضا　یہ قولِ حق ہے اس میں صداقت ہے آج بھی
نذرانہ خون کا جو دیا تھا حسین نے　رگ رگ میں دین کی وہ سرایت ہے آج بھی
دعوت ہے عام آؤ کلامِ خدا کی سمت　سب کے لیے یہ نورِ ہدایت ہے آج بھی
سر نوچتے رہیں گے سبھی دشمنانِ دیں　حاصل ہمیں خدا کی حمایت ہے آج بھی
پابوس ایک آن کی خاطر ہوئی تھی موت　ان کا وجودِ پاک سلامت ہے آج بھی
خالق کے ہیں وہ نائبِ مطلق جہان میں　یہ صبح و شام ان کی بدولت ہے آج بھی

ان کے بغیر چل نہیں سکتا نظامِ دہر
ہر شے کو قدسی ان کی ضرورت ہے آج بھی

نعتِ پاک

بڑی حالت کشیدہ ہے پکارو یا رسول اللہ　غموں کا بہتا دریا ہے پکارو یا رسول اللہ
نہیں سننا کبھی آقا کے گستاخوں کی تم باتیں　صحابہ کا وطیرہ ہے پکارو یا رسول اللہ
تم اہلِ حق ہو رکھو پائیدار اپنے عقیدے کو　بزرگوں کا طریقہ ہے پکارو یا رسول اللہ
تمھیں یہ اعلیٰ حضرت سے ملا ہے درسِ ایمانی　رضائے رب کا تمغہ ہے پکارو یا رسول اللہ
ضرورت کیا کرو اغیار سے تم نالہ و شیون　مصیبت کش وظیفہ ہے پکارو یا رسول اللہ
جنازہ کرب و کلفت کا نکل جائے گا پل بھر میں　یہ سب کا آزمودہ ہے پکارو یا رسول اللہ
وہ رب کی معرفت کے نور سے معمور کر دیں گے　اگر خالص عقیدہ ہے پکارو یا رسول اللہ
ہیں ہر سو ٹولیاں ایمان و مذہب کے لٹیروں کی　یہی بس اک سہارا ہے پکارو یا رسول اللہ

خدا کی رحمتیں برسیں گی تم پر دم بہ دم قدسی
بہشتی سیدھا رستہ ہے پکارو یا رسول اللہ

دوھاغزل

ہنگاموں کا ہر طرف پھیلا ہے یوں جال
ہر انساں ہے مضطرب رنجیدہ ہے حال
دستک دیتا ہی رہا دروازے پر وقت
لاپروا انساں رہا شرمندہ اعمال
گر فہم و ادراک کی اونچی ہو آواز
دنیا میں پھر کچھ نہیں لاینحل اشکال
سہا سہا ہے قلم ہیں بے چین اشعار
فکر و فن کے جسم سے اتری ایسی کھال
اعلیٰ نعمت ہے زباں اس کا رکھئے پاس
دیتا ہے خود کو ضرر بے جا قیل و قال
دورِ حاضر میں عبث عشرت کا ہے خواب
مشکل سے ملتے ہوں جب روٹی چاول دال
قدسی سب کا تذکرہ کرتا ہے بے سود
اب تو دن کے نور میں لٹتے ہیں اموال

دوھا غزل

اب تو انساں کا لہو بہتا ہے ہر گام
حیراں ہے انجام خود کیا ہوگا انجام
پاگل ہے بیکار کی کرتا ہے فریاد
دردِ دل سے بھی بڑا ہے کوئی انعام؟
میں ہوں بے حد سرخرو منزل ہے پابوس
بد خواہوں کی ہوگئی ہر کوشش ناکام
دامن کا لو جائزہ ہوگا شاید تنگ
یوں تو بارانِ کرم سب پر برسا عام
ہردم میرے پاس ہے کب تھا مجھ سے دور
میرا ساتھی غم میرا میں ہوں با آرام
نقطے کی تھیں سازشیں خامہ کی تھی چال
سیدھے سادے حرف پر آیا جو الزام
قدسی سر کرتا ہے گر روحانی میدان
لڑتے رہیے نفس سے جنگِ خوں آشام



جنابِ سید خادمِ رسول عینؔی (بھساول۔جلگاؤں)

سرپرست ادبی محاذ

مستقل پتہ: خانقاہِ قدوسیہ۔قدوسی نگر۔مرزاپور۔بھدرک (اڈیشا)

نعتِ پاک

تھا جو قطرہ، بن گیا وہ ایک دریا دیکھیے
نسبتِ شاہِ رسل کا یہ کرشمہ دیکھیے

جانِ کعبہ کی دعاؤں کا یہ ثمرہ دیکھیے
پل میں بدلا ہے مسلمانوں کا قبلہ دیکھیے

کیوں نہ ہم ہردم کریں ان کے وسیلے سے دعا
ہوگئی کیسے قبول آدم کی توبہ دیکھیے

سرورِ دیں کے عرق کا ہے اثر یہ تابناک
پہنا ہے پھولوں نے خوشبو کا لبادہ دیکھیے

ان کے در کے زائریں سارے ہوۓ ہیں بامراد
سینہ آقا کے کرم کا ہے کشادہ دیکھیے

ہے معنی کا سمندر ان کے ہر اک قول سے
ہے خوش اس سے ہر بلاغت کا کنارا دیکھیے

دل میں سب کے عشقِ محبوبِ خدا پیوست ہو
عینؔی پیارا ہے مشن احمد رضا کا دیکھیے

نعتِ پاک

بہت خوبرو کیف حال آپ کا ہے
بہت خوب لطفِ مقال آپ کا ہے

جنھیں بے زباں کہتی ہے ساری دنیا
زباں دینا ان کو کمال آپ کا ہے

سکوں مل رہا ہے مدینے میں ہم کو
بہت راحت افزا جمال آپ کا ہے

ہوۓ مندمل زیست کے زخم اس سے
بہت کیف پرور خیال آپ کا ہے

چمن کے سبھی پھول یہ کہہ رہے ہیں
شجر آپ کے اور سال آپ کا ہے

ہے مشرق میں، مغرب میں ذکر آپ کا ہی
جنوب آپ کا اور شمال آپ کا ہے

ہیں اشعار عینؔی کے محور پیمبر
غزل آپ کی ہے غزال آپ کا ہے

غزل

تم سے روۓ چمن نکھرتا ہے
تم پہ سورج کا دل بھی مرتا ہے

چاند تارے بھی ماند پڑ جائیں
آپ سے نور یوں بکھرتا ہے

کام اس کا بناتا ہے اللہ
دوسروں کا جو کام کرتا ہے

اب بھی ماحول شہرِ نفرت میں
کوئی ہے، ہم سے پیار کرتا ہے

شکرِ رب، مختلف زمینوں پر
آ ہوۓ فکر میرا چرتا ہے

کوئی اڑتا ہے آسمانوں میں
کوئی آہوں پہ آہیں بھرتا ہے

روشنی پاکے بھی کوئی پھسلے
اور کوئی آگ سے ابھرتا ہے

آتے ہو پاس آئینے کے جب
آئینہ تم سے خود سنورتا ہے

بولو حق بات عینؔی تم، لیکن
اس پہ ان کون کان دھرتا ہے

غزل

لوگ جس چیز کو خوشبوۓ حنا کہتے ہیں
اے مری جان اسے عکسِ حنا کہتے ہیں

تیری زلفوں کی سیاہی ہمیں آتی ہے نظر
گرچہ لوگ اس کو بھی کالی گھٹا کہتے ہیں

بول اٹھتی ہے تجھے دیکھتے ہی فکر اپنی
ہم کہاں شعر کوئی تیرے بنا کہتے ہیں

انقلابات زمانے میں اسی سے ہوں گے
آپ کیوں اس کو بھلا جور و جفا کہتے ہیں

غم کے سب کوہ لرز اٹھے اسے سنتے ہی
تیری آواز کو ہم مثلِ دوا کہتے ہیں

قاعدہ ایک عجب دیکھا جہاں والوں نے
فائدہ جس سے ملے اس کو خدا کہتے ہیں

رب کے محبوب کی مدحت کو کہیں نعتِ نبی
رب کی تعریف کو ہم حمد و ثنا کہتے ہیں

ان کے محبوبِ نظر آپ بھی ہو جائیں گے
آپ بس کہتے رہیں "آپ بجا کہتے ہیں"

تھا وہی شخص جفا کاروں کی صف میں شامل
لوگ جس شخص کو اب مہر و وفا کہتے ہیں

عینؔی اچھائی پہ اب طعنہ زنی ہوتی ہے
آج کل لوگ بروں کو ہی بھلا کہتے ہیں

سعید رحمانی



اردو شاعری میں تجربے

ہماری زندگی میں تجربوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ تجربے ہمیں درسِ حیات دیتے ہیں۔ یہی تجربات ہی ہیں جن کے وسیلے سے آج سائنس اور ٹکنولوجی میں حیرت انگیز پیش رفت ممکن ہو پائی ہے۔ اسی طرح زبان وادب کے فروغ اور پیش رفت کے لئے ان تجربات کی ناگزیریت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان تجربوں سے جہاں زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے وہیں شعر وادب میں نئی نئی راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اردو شعر وادب میں تجربات کا سلسلہ جاری ہے جس کے نتیجے میں نئی نئی اصناف معرضِ وجود میں آنے لگی ہیں۔ مگر اس سلسلے میں ایک بات یادرکھنی ہے کہ وہی تجربات کامیاب ہوتے ہیں جن میں کچھ دم خم ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر یہ تجربات ادبی فضا میں کچھ دن ہلچل پیدا کرنے کے بعد اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔

اردو شعر وادب میں یہ تجربات اگرچہ عرصۂ دراز سے جاری ہیں مگر گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی سے ان میں تیزی آئی ہے۔ خصوصاً اردو شاعری میں نئے نئے تجربات کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے۔ یہ تجربات مختلف اصنافِ سخن پر ہو رہے ہیں مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں سے صرف معدودے چند ہی کو کامیابی ملی ہے۔ جن اصناف پر تجربات کئے گئے ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ مثال کے لئے چند نام پیش ہیں:۔ نظم، غزل، دوہا، چوبولے، چھلے، نغمانے، نغزنم، موشح نما غزل، نثری غزل اور نثری نظم وغیرہ۔ اگر ان سبھی اصناف پر ہونے والے تجربات کا احاطہ کیا جائے تو مضمون کافی طویل ہوجائے گا۔ اس لئے صرف چند اصناف پر تجربات سے متعلق عرض کرنا چاہوں گا۔

سب سے پہلے نظم کی بات لیتے ہیں۔ ابتدا ہی سے پابند نظم کی روایت مروج ہے اور یہی پابند نظمیں ہی اردو شاعری میں مقبول ہیں کیونکہ ان میں جملہ شعری لوازمات کا التزام ہوتا ہے۔ ان نظموں میں آہنگ، بحر اور ردیف وقافیہ کی پابندی ضروری ہے۔ مگر کچھ لوگوں کو یہ جکڑ بندیاں پسند نہیں۔ انھوں نے انگریزی نظم کے اقتدا میں آزاد نظم کی بنیاد رکھی۔ ساتھ ہی نظمِ معرا بھی کہی جانے لگی جس میں ردیف وقافیہ کی پابندی نہیں ہوتی۔ اردو شاعری میں یہ دونوں تجربے کامیاب کہے جاسکتے ہیں کیونکہ آج بھی آزاد نظمیں اور نظمِ معرا کثرت سے کہی جارہی ہیں۔

نظم پر تجربوں کا سلسلہ ابھی بھی جاری ہے آج کے تیز رفتار زمانے کا ساتھ دینے کے لئے طویل نظموں کی جگہ مختصر نظمیں لینے لگی ہیں۔ نتیجہ میں یک سطری، دوسطری، سہ سطری، چارسطری اور پانچ سطری نظموں کا تجربہ ہونے لگا ہے۔ اس تجربے کا آغاز آج کے معروف شاعر، ادیب اور نقاد ڈاکٹر رؤف خیر نے کیا جنہوں نے سب سے پہلے ۱۹۷۵ء میں یک سطری نظم کہی۔ وہ نظم اس طرح ہے: ''ہر سند سے بڑی سفارش ہے''۔ انہوں نے اس طرح کی متعدد نظمیں کہی ہیں جن کی تائید ڈاکٹر گیان چند جیسے معتبر ناقد نے اپنے الفاظ میں اس طرح کی ہے: ''رؤف خیر کا یہ خوشگوار نیا تجربہ یقیناً اردو ادب میں ایک نئے شناخت نامہ کی حیثیت رکھتا ہے۔'' رؤف خیر صاحب نے یہ نئی راہ دکھائی تو دیگر شعرا بھی اس پر چل پڑے بلکہ ان سے آگے نکلنے کی کوشش میں دوسطری، سہ سطری، چارسطری اور پانچ سطری نظمیں کہہ ڈالیں۔ یہ تجربات ویسے تو برے نہیں ہیں مگر اپنے موجد تک ہی محدود ہوکر رہ گئے ہیں۔

یہ بات پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ اردو شاعری میں پابندیوں کی جکڑ بندیاں، بہت سے لوگوں کو پسند نہیں۔ چنانچہ اب تک جتنے بھی تجربے ہوئے ہیں ان میں جکڑ بندیوں سے گلوخلاصی کے تحت ہی ہوئے ہیں۔ نظم کی ابتدا پابند نظم سے ہوئی۔ پھر معرا نظم اور آزاد نظم کے تجربے ہوئے۔ اب نثری نظم بھی کہی جانے لگی ہے۔ یہ دراصل ایک ایسی کوشش ہے جس سے شاعری اور نثر کے مابین حد فاصل برقرار نہیں رہ سکتی۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو صالح روایات کے پاسدار ہیں انہیں یہ تجربہ کسی صورت بھی قبول نہیں ہو سکتا۔ نثری نظم کے پرزور مخالفین میں وزیر آغا اور شمس الرحمٰن فاروقی جیسے ثقہ حضرات کا نام لیا جاسکتا ہے۔ صرف گوپی چند نارنگ ہی ایک ایسے معتبر نقاد ہیں جنہوں نے نثری نظم کی حمایت میں صوتیات کی مدد سے سائنٹفک انداز میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نثری نظم کی تکنیکی بنیاد آہنگ پر رکھی گئی ہے۔ اور مزید یہ کہ اس میں زبان کا فطری آہنگ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ نثری نظم کو بھی نظم ہی تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے بعض دیگر معتبر قلمکاروں کی حمایت بھی نثری نظم کو حاصل ہے مگر یہ صنف کا درجہ حاصل کرپاتی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔ ویسے، بہت سے شعرا نثری نظمیں کہنے لگے ہیں جن میں کچھ نام ہیں:۔ ڈاکٹر انور سدید، بلراج کومل، شہریار، یوسف کامران، لطیف احمد قریشی، ڈاکٹر مغنی تبسم، احمد ہمیش، شین کاف نظام، ساحل احمد، حامدی کشمیری، باقر مہدی، زاہدہ زیدی، مخمور سعیدی، علیم صبا نویدی وغیرہ۔

اردو شاعری میں غزل ہی ایک ایسی صنف ہے جس کو زبان کی آبرو ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس کے تعلق سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے جن عناصر کے مدِ نظر اسے وحشی صنف سخن کہہ کر معتوب کیا جاتا ہے وہی عناصر اس کی مقبولیت کا باعث ہیں یعنی اس کی ہیت، آہنگ اور ردیف قافیہ کی پابندی کے علاوہ ریزہ خیالی۔ ان عناصر کو ناپسند کرنے والوں میں پہلا نام تو کلیم الدین احمد کا آتا ہے۔ پھر جوش اور دیگر حضرات بھی اس کے مخالفین میں سے ہیں۔ غزل کے لوازمات میں مطلع، بحر وارکان اور قافیوں کا التزام ناگزیر ہے۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن میں سے کسی ایک کی کمی سے غزل غزل نہ ہوکر کچھ اور ہوجاتی ہے۔ بہرحال اس مقبول صنف پر بھی تجربات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں آزاد غزل، نغزمہ نما، موشح نما غزل، نثری غزل وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔

شعر وادب میں تجربات کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان تجربوں سے زبان کو زندہ رکھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں۔ اردو شاعری میں ابتک جتنے تجربے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ تو مقبول ہوئے ہیں اور کچھ کو لوگوں نے مسترد کردیا ہے اور باقی ردوقبول کے مرحلے میں ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں تجربے وہی کامیاب ہوتے ہیں جن میں دم خم ہو اور جن میں اپنی حیثیت منوانے کی صلاحیت پائی جائے۔ آخر میں اتنا کہنا چاہوں گا کہ ادب میں تجربوں کا یہ سلسلہ جاری رہے اور شعر وادب کی راہیں یوں ہی کشادہ ہوتی رہیں۔

☆☆☆



سید نفیس دسنوی
Plot No:1481/B,Sector-6.C.D.A
Bidanasi.Cuttack-753014(Odisha)
Mob-9437067585
E.mail:nafis.desnavi@gmail.com

مکتوب نگاری کی روایت

مکتوب نگاری کی روایت کافی دل چسپ ہے۔ ادبی لطافت، اپنے عہد کے مصوری، علمی، ادبی اور تہذیبی دستاویز کی حیثیت سے مکاتیب کا قیمتی اور گراں مایہ سرمایہ ہر زبان میں، اور بالخصوص اردو زبان میں موجود ہے۔ خطوط نویسی کا فن دیگر اصناف ادب کی طرح فارسی کے دروازے سے ہی اردو زبان میں داخل ہوا۔ مرزا غالبؔ (ف۔۱۸۶۹ء) کو عموماً اردو خط نویسی کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے مگر ان سے قبل رجب علی بیگ سرورؔ اور غلام غوث بے خبرؔ مکتوب نگاری کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔ مکتوب نگاری کے اس پہلے دور میں ان تینوں کے علاوہ واجد علی شاہ، سر سید احمد خاں، امیر مینائی، داغ دہلوی، محسن الملک اور محمد حسین آزاد شامل ہیں۔ جب کہ اس فن کا دوسرا دور ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، شاد عظیم آبادی، مہدیؔ افادی، مولانا محمد علی جوہرؔ، منشی پریم چند اور ڈاکٹر علامہ اقبالؔ سے منسوب ہے۔

مرزا غالبؔ نے خطوط نویسی کو ایک باضابطہ صنف ادب بنا دیا۔ ان کی طرزِ تحریر کی سادگی، سلاست، روانی، رعنائی اور برجستگی نے اردو خطوط نویسی کو ایک تازہ کاری اور نئے اسلوب سے متعارف کرایا۔ اس فن میں دور دور تک غالبؔ کا کوئی مقابل نظر نہیں آتا۔ بعد ازآں لگ بھگ نصف صدی کے بعد مولانا شبلی نعمانی (ف۔۱۹۱۴ء) نے مرزا غالبؔ کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے خطوط نویسی کے فن کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ جہاں مرزا غالبؔ نے ''عودِ ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' جیسے خطوط کے لازوال سرمایے سے اردو ادب کے ذخیرے میں اضافہ کیا وہیں مولانا شبلی نعمانی کے ''مکاتیبِ شبلی'' اور ''خطوطِ شبلی'' اس نوعیت کی اہم کڑیاں ہیں جو دو جلدوں میں دستیاب ہیں۔ اس دور کے بعد سر سید احمد خاں، مولانا الطاف حسین حالیؔ، ڈپٹی نذیر احمد، علامہ اقبال اور نیاز فتح پوری جیسے دانشورانِ ادب نے اس فن کو مزید جلا بخشی۔ سر سید احمد خاں کے خطوط ''مکاتیبِ سر سید'' اور مولانا الطاف حسین حالیؔ کے ''مکاتیبِ حالیؔ'' نے خوب شہرت حاصل کی۔

مولانا ابوالکلام آزادؔ جن کی ولادت ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور جن کا اصل نام محی الدین تھا، انہوں نے فنِ مکتوب نگاری کو ایک نئی شناخت عطا کی اور اس فن میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔ ان کے خطوط کے مجموعے ''مکاتیبِ ابوالکلام' کاروانِ خیال' نقشِ آزاد' تبرکاتِ آزاد' میرا عقیدہ' غبارِ خاطر وغیرہ وقفے وقفے سے منظر عام پر آتے گئے۔ ''غبارِ خاطر'' مولانا آزاد کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو انہوں نے قلعہ احمد نگر میں اسیری کے دوران (اگست ۱۹۴۲ء سے جون ۱۹۴۵ء) اپنے دوست نواب صفدر یار جنگ اور مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی ضلع علی گڑھ یوپی کے نام لکھے تھے۔ ''غبار خاطر'' میں کل ملا کر ۲۶ خطوط شامل ہیں جو ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئے تھے۔

ہندوستان میں صوفیائے کرام نے فارسی زبان میں بے شمار خطوط لکھے۔ شہنشاہ اکبر کے نو رتنوں میں ابوالفضل کے مکتوبات کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابوالبرکات منیر لاہوری (ف۔۱۶۴۴ء) کے رقعات کا مجموعہ ''انشائے منیر'' کے نام سے سولہویں صدی یعنی دورِ جہانگیر اور دورِ شاہ جہاں میں منظر عام پر آیا تھا۔ ان کے علاوہ چندر بھان برہمن کی بہارِ چمن' نشاطِ برہمن اور مادھو راؤ کی انشائے مادھو وغیرہ فنِ خطوط نگاری کی اہم تصانیف ہیں جو سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں تحریر کی گئیں۔

ایران میں مکتوب نگاری کا آغاز ساڑھے پانچ سو سال قبل مسیح شہنشاہ سائرس نے کیا تھا۔ مگر بادشاہ نوشیرواں کے خطوط کا مجموعہ ''توقیعاتِ نوشیرواں'' کے نام سے ترتیب دیا گیا، جو کہ فارسی زبان میں تھا۔ مشہور فارسی شاعر جامیؔ کے مکتوبات ''رقعاتِ جامیؔ'' کے نام سے دستیاب ہیں۔

جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے، رجب علی بیگ سرورؔ اور غلام غوث بے خبرؔ کو اردو میں مکتوب نگاری کا بنیاد گزار (Pioneer) تسلیم کیا جاتا ہے'' غالب اور ''شاہانِ تیموریہ'' میں محترم خلیق انجم نے جان ٹپس(John Tippsف۔۱۸۱۴ء)اور محترم راسخ عظیم آبادی (ف۔۱۸۳۲ء) کے مابین لکھے گئے خطوط کا ذکر کیا ہے جس سے فنِ خطوط نگاری کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اردو مکتوب نگاری میں غالبؔ کی تحریر ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ انہوں نے خطوط کو نصف ملاقات کا درجہ دیا ہے، اور مراسلات کو مکالمات کی شکل دینے کی شروعات کی ہے۔ وہ مکاتیب

میں احوال کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں گویا دو افراد روبرو گفتگو کر رہے ہوں۔ غالب کے مکاتیب کے مجموعہ عودِ ہندی' اردو معلیٰ' مکاتیبِ غالب اور مہرِ غالب وغیرہ اس فن میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غالب کے ہم عصروں میں رجب علی بیگ سرور کے مکاتیب کا مجموعہ "انشائے سرور" اور غلام غوث بےخبر کے دو مجموعے "مکاتیبِ فغانِ بےخبر" اور "انشائے بےخبر" نے
کافی شہرت پائی۔ انھیں مکتوب نگاری کے اس سنہرے دور کی دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ غالبؔ کے دور میں مکتوب نگاری کو اردو نثر نگاری کی ایک باضابطہ صنف کا درجہ حاصل ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ مکتوب نگاری کی ابتدا تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل مسیح چین میں ہوئی تھی۔ مگر یہ محض روایت ہے' تاریخ اس کی شاہد نہیں۔ جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے ۱۸۸۷ء میں عراق کے ایک مقام "اسمر ا" میں کھدائی کے دوران ماہرین آثارِ قدیمہ (Archeologists) کی ایک ٹیم نے تین سو مٹی کی تختیاں برآمد کیں جن پر نقش تحریروں کو کافی تحقیق اور چھان بین کے بعد "خطوط" قرار دیا گیا جو فراعنہ مصر کے نام لکھے گئے تھے۔ یہ خطوط سریانی زبان میں تقریباً ساڑھے چار ہزار برس قبل مسیح میں تحریر کیے گئے تھے۔ علاوہ ازیں کلامِ پاک میں بھی ایک خط کا ذکر ملتا ہے جو حضرت سلیمانؑ نے ملکۂ صبا کے نام تحریر کیا تھا۔ ایک اور تحقیق کے مطابق اردو کا قدیم ترین خط قیصرہ بیگم نے اظفری دہلوی کو ۱۸۰۳ء میں لکھا تھا۔ جب کہ اردو کا پہلا "مطبوعہ خط" مرزا غالب نے تحریر کیا تھا جو "خامہ غالب" میں ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا تھا۔

قبل مسیح کے شاعر اور شہرۂ آفاق "اوڈیسی" کے تخلیق کار ہومر (Homer) کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں ملکِ یونان میں بھی مکتوب نگاری کا رواج عام تھا۔ افلاطون اور ارسطو کے خطوط کی نشان دہی محققین نے کئی جگہ کی ہے۔ رومن تہذیب کے مایہ ناز شاعر سسرو (SISSROO) کے مکاتیب لاطینی (Latin) زبان میں ملتے ہیں اسی طرح اس دور کے ایک اور شاعر ہورا لیس (HURALES) نے منظوم خط تحریر کیا تھا۔ انگریزی ادب میں فیری کوئین (Ferry Queen) نامی مشہور نظم کے خالق ایڈ منڈ اسپنر (Edmond Speneer) کے خطوط بھی سولہویں صدی میں ضبطِ تحریر میں آیے تھے۔ چیلیس لین کڈس (Chales Lane Kids) اور انگریزی زبان کے ایک اور مشہور و معروف رومانی شاعر شیلی (Shelly) اپنے دور کے بے حد اہم اور معروف مکتوب نگاروں میں گزرے ہیں۔ مگر ان سب سے قطع نظر جیمس ہال (JamesHall) کو انگریزی ادب میں مکتوب نگاری کا باوائے آدم تسلیم کیا گیا ہے۔ سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے خطوط بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں جو انہوں نے اپنی اسیری کے دوران اپنی بیٹی شریمتی اندرا گاندھی سابق وزیر اعظم ہند کو لکھے تھے جو ان کی ضخیم کتاب A Passage To India میں شامل ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ خطوط دراصل مکتوب نگار کی شخصیت کا بلو پرنٹ ہوتے ہیں۔ مکتوب نگاری میں تعصبات اور تحفظات زیادہ کھل کر سامنے آتے ہیں، کیونکہ اس عمل کے دوران مکتوب نگار اپنی شخصی حصار بندی سے باہر نکل آتا ہے اور بے خیالی میں "لکشمن ریکھا" پار کر جاتا ہے۔ دراصل یہ ایک ایسا فن ہے جس میں بعض اوقات مکتوب نگار کی زندگی کا وہ رخ کھل کر سامنے آجاتا ہے جو اس کی نفسیاتی اور ذہنی ساخت کے تجربہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور اس کی شخصیت کے مخفی گوشوں کو بھی آشکار کرتا ہے۔ دراصل خطوط مکتوب نگار کے اسرارِ حیات کی دستاویز ہوتے ہیں اور مکتوب نگاری سے اس کے باطنی خدوخال بےنقاب ہوتے ہیں اور ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو عام طور سے مستور ہوتے ہیں۔ خطوط کو کسی فنکار کی ذہنی سرگزشت کا عکس بھی کہا جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ خطوط دو افراد کے درمیان مکالمے کی حیثیت رکھتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ مشاہیرِ ادب کا یہ بھی خیال ہے کہ مکتوب نگاری کو فنِ لطیف کے زمرے میں بھی رکھا جاسکتا ہے۔ مکتوب نگاری کے پیرہن میں بعض اوقات اہم علمی موضوعات زیرِ بحث آجاتے ہیں اور نہایت پیچیدہ مسائل کی گرہ کشائی بھی ہوجاتی ہے۔ خطوط انسان کی شخصیت کے راست اظہار کا بہترین وسیلہ ہوتے ہیں۔ دراصل خط وہ اظہاریہ فانوس ہے جس میں انسان کی روح نمایاں ہوکر شمع کی مانند جھلملانے لگتی ہے۔ مکتوبات ادب کی ذیل میں رکھے جاتے ہیں، کیونکہ خطوط لکھنے کا سلسلہ کافی قدیم ہے۔ مکتوب نجی جذبات کے اظہار کا موثر اور صداقت پر مبنی ایک اہم وسیلہ ہے۔ راست گوئی اور ایمانداری مکتوب نگاری کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ یہی مکتوبات بعض اوقات آپ بیتی کے لئے مواد فراہم کرتے ہیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ المیہ ہے کہ جیوں جیوں سائنس اور ٹیکنالوجی ترقی کرتا جارہا ہے اور نت نئے مواصلاتی نظام جیسے فیکس، انٹرنیٹ، واٹس ایپ، موبائل میسج، موبائل گفتگو اور کمپیوٹر سسٹم روز افزوں ترقی کے ساتھ منظرِ عام آتے جارہے ہیں، اسی رفتار سے خطوط نویسی اور مکتوب نگاری پچھڑتی جارہی ہے۔ یہ خوبصورت صنفِ ادب بری طرح متاثر ہوئی ہے اور دن بدن کمزور تر ہوتی جارہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ فن گویا ناپید ہوتا جارہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب لوگ اسے مکمل طور پر فراموش کردیں گے۔ ایسا لگتا ہے یہ گرانقدر صنفِ ادب ایک طرح سے خاتمہ یعنی Extinction کی کگار پر پہنچ گیا ہے۔

☆☆☆

حمد و نعت

عبدالمجید فیضیؔ سمبلپوری
12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,

نعتِ پاک

وردِ زباں ہے نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دینِ مبیں پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ظلمتِ جہل کی آپ ہیں رحمت آپ کے دم سے خیر و برکت خلق پہ فیضِ عامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سرورِ دینِ حق کی خاطر، ربِ دو عالم نے فرمایا تکمیلِ اسلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رب کی عطا کے آپ ہیں قاسم مالکِ جنت ساقیٔ کوثر فضلِ خدا انعامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ثروتِ دنیا نعمتِ عقبیٰ دونوں جہاں کی راحت و عشرت امت پر اکرامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شافعِ محشر، رحمتِ داور، مہبطِ قرآں، شاہدِ رحماں شرع مبیں احکامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جان سے پیارا، آنکھ کا تارا، دل کا سہارا، رب کا دلارا سب سے ہے نیارا نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قرآنِ ناطق ذاتِ گرامی، جانِ شریعت، شانِ طریقت حکمِ خدا پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے نعت مدحت تحدیثِ نعمت فیضیؔ یہاں ہو کیسے فضیلت لب پہ ہے بس اک نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نور سلطان پوری
H>N-338,MeerpurCantt.
P.O:KhapdaMahal
Kanpur-208004(U.P)

نعتِ پاک

مجھے اے نورؔ ڈر کس بات کا ہے بروزِ حشر ان کا آسرا ہے
مرا خالق مرا مالک خدا ہے اسی کی رات دن حمد و ثنا ہے
نبی کی زندگی اک معجزہ ہے زمانے کے لیے حق راستہ ہے
حقیقت میں خدا ہی جانتا ہے مرے سرکار کا جو مرتبہ ہے
جو آیے بن کے پیکر رحمتوں کا نہ ان کا اور کوئی دوسرا ہے
پڑھو صلی علیٰ صلی علیٰ تم یہی کلمہ فرشتوں نے پڑھا ہے
انھیں کے چہرۂ انور کے باعث اجالا ہر طرف پھیلا ہوا ہے

حافظ کرناٹکی
Jayanagar.Shimoga

نعتِ پاک

مرے جان و دل ہوں نثارِ مدینہ
دکھایے یہ دن بھی دیارِ مدینہ
وہاں نقشِ پائے محمد ہیں روشن
چمکتا رہے ریگزارِ مدینہ
ہمیں خلد میں لے کے جائیں گے اک دن
یہ پگڈنڈی، یہ رہگوارِ مدینہ
اگر کوئی مفسد یہاں آ بھی جایے
جکڑ لے گا اس کو حصارِ مدینہ
مجھے یاد آتے ہیں رہ رہ کے اب تک
وہ دل موہ لیل و نہارِ مدینہ
جہاں ذکر خیر الوریٰ کا ہو حافظ
وہاں کیوں نہ آیے بہارِ مدینہ

محمد طفیل احمد حافظؔ
Subhanpur.Katoria.
Dist:BankaBihar-813101

نعتِ پاک

نعلینِ پاک سے تری شمس و قمر کی آبرو
فرشِ زمیں سے عرش تک گردِ سفر کی آبرو
خیرِ بشر کی ذات ہے نوعِ بشر کی آبرو
خلقِ عظیم مرحبا، فتح و ظفر کی آبرو
کیف و نشاط کا سماں، فردوسِ گوش ہر بیاں
"ذکرِ حبیبِ کبریا جذب و اثر کی آبرو"
واللیل زلفِ عنبریں، والشمس روئے دل نشیں
جلوہ والقمر سے ہے ذوقِ نظر کی آبرو
حافظؔ وہ جاں فزا سماں، آمدِ رحمتِ جہاں
حسنِ زمین و آسماں، نورِ سحر کی آبرو

گوشۂ احباب

(مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں)

☆ حنیف نجمی..(دھمتری۔چھتیس گڑھ)

ادبی محاذ کا ۳۷واں شمارہ موصول ہوا۔غزل کی اشاعت کے لئے شکر گزار ہوں۔آپ نے جوشؔ کے نام فراقؔ کے جس خط کی پہلی قسط شائع کی ہے،وہ مکمل خط ماہنامہ سبق اردو کے اکتوبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ جو میرے پاس محفوظ ہے۔ادبی محاذ ان چھٹ بھیےّ نام نہاد ماہرین اقبالیات کے لیے تنبیہ الغافلین کی حیثیت رکھتا ہے جو دنیائے ادب میں اپنا قد بڑھانے کے خبط میں اقبال شکنی کی سعیِ لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔فراقؔ نے یہ لکھنے کے متصلاً بعد کہ تم نے مذہب کی تبدیلی بھی ادبی فائدے کے لئے کی تھی۔جب اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا تو علماء کے خلاف لکھنا شروع کر دیا۔

جوشؔ کے مرقوم الذیل اشعار بھی نقل کیے تھے۔

عمامہ برسر و مسواک در جیب/ اٹنگا پائجامہ،دلق در بر

وہی ہوں گے جو فردوس بریں میں

خدا کے فضل سے حوروں کے شوہر

جبیں کا داغ اک دہکی ہوئی آگ

کمر کا گھیرا اک سمٹا سمندر

اور تم نے یہاں تک کہہ دیا کہ!خونِ اہلِ بیت سے لقمے کو تر کرتا ہے تو

خادم رسول عینی نے سید اسلم صدا آمری کی غزل میں لفظ ''ٹھہر'' کے تلفظ پر جو اعتراض کیا ہے وہ درست نہیں ہے البتہ ''شمع'' کے تلفظ پر ان کا اعتراض صحیح ہے۔ ''ٹھہر'' (اول دوم مفتوح) اور ''ٹھہر'' (اول مفتوح دوم ساکن) دونوں طرح سے نظم کرنا درست ہے۔''ٹھہر'' (اول دوم مفتوح) کی مثالیں۔

اس کے کوچے میں ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر

بولے درباں!جاؤ کیا بنتی ہیں جاگیریں کہیں

(امیر مینائی)

آہیں بھر لوں گا تو کچھ بات سنائی دے گی

ناصحو!پہلے یہ آندھی تو ٹھہر جانے دو

(رشک لکھنوی تلامذۂ ناسخ)

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز۔ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی (لاادری)

''ٹھہر'' (اول مفتوح دوم ساکن) کی مثالیں۔

آنے سے تیرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ۔جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا (ذوق)

دروازے پر تھادیوں کا پہرا۔بجوا کے خبر وہ شحنہ ٹھہرا

(چکبست گلزار نسیم)

ڈنکن فاربس و پلیٹس اور دگر لغت سے بھی ٹھہر اول دوم مفتوح کی تصدیق ہوتی ہے۔

☆۔ڈاکٹر فاروق احمد (مؤناتھ بھنجن۔یوپی)

آپ کے مؤقر رسالہ ''ادبی محاذ'' کے دو شمارے جنوری تا مارچ ۲۳ اور اپریل تا جون ۲۳ دستیاب ہوئے۔اس کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔آپ کے حسنِ انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ان دونوں شماروں میں شامل مشمولات لائقِ مطالعہ اور معلوماتی ہیں۔خصوصاً جدید فکشن کے حوالے سے آپ نے جن بہترین افسانوں کا انتخاب کیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے۔ایک ادبی کالم ''خودنوشت آپ بیتی'' کا اضافہ کر دیں تو رسالے کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔

جنوری تا مارچ کے شمارے میں ڈاکٹر قطب سرشار،پروفیسر محسن عظیم اور احسن امام احسن کے مضامین رسالے کے ادبی معیار کو بلند کرتے ہیں۔افسانوی حصے میں اشفاق برادر،صادق علی انصاری،اقبال سلیم اور اظہر نیر کی تخلیقات لائقِ مطالعہ اور قابلِ تحسین ہیں۔اسی طرح شعری حصے میں علیم صبا نویدی،یوسف جمال اور ذکی طارق کی غزلوں نے کافی متاثر کیا۔

اپریل تا جون کے شمارے میں ''گوشۂ سید سبحان انجم'' موصوف کے لیے بہترین ادبی خراج ہے۔انجم صاحب کی خدمات پر آپ کا تعارف نامہ معیاری اور عمدہ ہے۔اس شمارے میں ڈاکٹر حافظ کرناٹکی کا مضمون اور انجم صاحب کی تخلیقات بے حد عمدہ ہیں۔نامور ادیب و صحافی ایم نصر اللہ نصر صاحب کا مضمون بھی بہت پسند آیا۔اس کے علاوہ افسانوی حصہ،حمد و نعت کے کالم بھی پسندیدہ ہیں۔مشاعروں کی روایت پر محترم سید نفیس دسنوی صاحب کی تخلیق بہت ہی عمدہ ہے۔راقم الحروف کی کتاب ''اردو کے چند نمائندہ طنز و مزاح نگار'' اور فکر تونسوی کی ادبی و صحافتی خدمات'' ارسالِ خدمت ہیں۔ان پر آپ کے تبصروں کا انتظار رہے گا۔

منظومات

۸بشیر احمد لہری۔جگتیال
Mob-9515647028

التجا

اے خدا مجھ کو ذلت سے بچالے
بس کچھ نہیں عزت سے اٹھالے
تو ہے سب سے بڑا آسماں والے
اور میرا کوئی نہیں
حق بات کہی میں تو تیور بدل گئے
کیا بگاڑیں گے میرا یہ دنیا والے
تو ہے سب سے بڑا آسماں والے
اور میرا کوئی نہیں
لہری ہوں میں مجھ میں علم کی کمی ہے
دیتے ہیں طعنہ مجھ کو یہ دنیا والے
اے خدا
یہ زندگی تیرے حوالے
تو ہے سب سے بڑا آسماں والے
اور سوا تیرے اس دنیا میں
میرا اور کوئی نہیں

☆☆☆

حسن امام فدائی (ہزاری باغ)
Mob-9031815471

سہرا

خدا کا شکر ہے نوشہ کے سر ہے شان کا سہرا
نبی کی سنتوں کا ہے یہی ایمان کا سہرا
خدایا لاج رکھنا سہرے کی محبوب کے صدقے
کہ باندھا ہے کسی انسان نے انسان کا سہرا
بڑی مدت سے تھی ماں باپ کے دل کی یہی حسرت
کہ باندھوں سر پہ بیٹے کہ گلِ ایمان کا سہرا
سبھی چھوٹے بہن بھائی یہی آپس میں کہتے ہیں
بڑا دلکش نظر آتا ہے بھائی جان کا سہرا
یہی کہتی ہیں خالہ بھی چچی پھوپی بھی مامی بھی
ہے ماموں اور چچا کے یہ بڑے ارمان کا سہرا
یہ محفل میں سبھی کہتے ہیں اپنے اور پرائے بھی
نظر آتا ہے یہ مجھ کو کسی سلطان کا سہرا
حسن کی ہے دعا رب سے سلامت یہ رہے جوڑی
رہے سر پر ہمیشہ دونوں کے ایمان کا سہرا



ڈاکٹر مسعود جعفری
PlotNo-80-29-12-14
SatyaColonyShaikhpet
Hyderabad-500008

دیپاولی

دیپاولی کی روشنی دل میں اتر گئی — ظلمات کے حصار کی چادر بکھر گئی
دیپا ولی مکان میں آکر ٹھہر گئی — لے کر اجالے ساتھ ہمارے سحر گئی
دیپاولی سے رات بہر حال ڈر گئی — سونی پڑی تھی مانگ ستاروں سے بھر گئی
دیپاولی جہان میں کچھ ایسا کر گئی — ہاتھوں میں اک چراغ لیے شام گھر گئی
ہر گاؤں سے گزر گئی بارات نور کی — تاریکیوں کی فوج بھی راہوں میں مر گئی
لنکا سے فتح یاب جو لوٹے تھے رام جی — ہر گھر میں اک نشاط کی دنیا نکھر گئی
دیپاولی کی رات بھلائی نہ جایے گی — بانہوں میں اپنی نور کو لے کر گزر گئی
دیوار و در دیے سے اچانک چمک گئے — اک کہکشاں سے رات ہماری سنور گئی
گھبرا گیا اندھیرا سرِ شام کیا کہیں — اک پھلجھڑی کے نور کی گھر گھر خبر گئی
ساری فضائیں نور کے دریا میں غرق تھیں — دیپاولی کی رات بھی محوِ سفر گئی
رنگِ شبِ فراق تو کچھ اور ہو گیا — دیپاولی کی رات بھی گھر میں ٹھہر گئی

بھیگے ہوئے تھے نور کی برسات میں بہت
مسعود کی وہ آہ بھی جانے کدھر گئی



شارق عدیل
MohallaChobdar.P.O:Marhera
Dist:Etah-207401(U.P)
Mob-9368747886

آؤ کوشش کریں

حوصلوں کے گلوں کو کھلاتے رہیں
ہم اندھیروں کو جڑ سے مٹاتے رہیں
علم کے دیپ پگ پگ جلاتے رہیں
ہر طرف جگمگاتی رہے روشنی
آؤ مل جل کے کوشش کریں ہم سبھی

علم کی جس کے دل میں محبت نہیں
اس کی دنیا سکوں سے عبارت نہیں
یہ بتانے کی ہم کو ضرورت نہیں
ہے ضروری کتابوں سے اب دوستی
آؤ مل جل کے کوشش کریں ہم سبھی

اس حقیقت کو رکھیے گا مدِ نظر
علم ہوتا ہے جس قوم کا راہ بر
اس کا ہر فرد بن جاتا ہے معتبر
تاکہ ہو معتبر اپنی بھی زندگی
آؤ مل جل کے کوشش کریں ہم سبھی

ڈاکٹر سید مجیب الرحمٰن بزمی
HomeoShifaKhana.Rahmat
Colony.Doranda.Ranchi-834002



خواب

جب رات کے کالے آنچل سے
جب نیند کی بدلی چھاتی ہے
یادوں کا دیا جل جاتا ہے
پھر یاد کی ناگن لہرا کر
جب ذہن کو میرے ڈستی ہے
تب سارا جہاں یوں لگتا ہے
ویران ہے، اجڑی بستی ہے
یادوں کے دھند لکے چھٹتے ہیں
ماضی کی ڈگر پر چلتا ہوں
کچھ کھوئے ہوئے ساتھی مجھ کو
یادوں کی ڈگر پر ملتے ہیں
ایامِ جوانی کی باتیں
وہ مجھ کو سنانے لگتے ہیں
الفت کا دیا پھر دل میں مرے
کچھ دیر کی خاطر جلتا ہے
پھر ایک حسیں منہ بند کلی
اک نورِ مجسم ماہ جبیں
زلفوں کے گھنیرے چلمن سے
آنکھوں میں وفا کا جام لیے
پیغامِ محبت دیتی ہے
پھر نور ہی ایسا ہونے لگا
ہم دونوں نے ناطہ جوڑ لیا
پھر زور سے اک طوفاں آیا
اور خواب سہانا ٹوٹ گیا



عثمان غنی
25/63JayramNadarStreeet
OldWashermanPet.Chennai.600021

مکار سیاست ہے سیاست نہ کیا کر
پھنس جانے کے بعد اس پہ ملامت نہ کیا کر

قدرت کے خزانے تو سبھی تیرے لئے ہیں
تو تنگیٔ دامن کی شکایت نہ کیا کر

قدرت کے قوانین اٹل سب کے لئے ہیں
تو بھول کے بھی اس سے بغاوت نہ کیا کر

آہیں تو تری تیز ہیں کر سوز بھی پیدا
سوز آنے تلک ان کی اشاعت نہ کیا کر

باطل تو ہے مٹنے کے لئے مٹ کے رہے گا
باطل کی کسی دن بھی حمایت نہ کیا کر

گردیں کے عوض ملتی ہے دنیا کی بلندی
گھاٹا ہے گھاٹے کی تجارت نہ کیا کر

ہے دین ترے پاس ترے رب کی امانت
تو اس کی امانت میں خیانت نہ کیا کر

گر تیرا بیاں حسن بیاں سے جو ہے عاری
رہنے دے غنی اس پہ ندامت نہ کیا کر



محسن عظیم انصاری
NafeesAzeemHouse538Kha200
Behind CharMinar Masjid
Rooppur,Khadra,Lucknow.226020

رباعیات

انسان بنایا ہے خدا نے کامل
کیوں عمر گنواتا ہے تو بن کر کاہل
ہر آن کا دینا ہے حساب دنیا
تو اٹھ بھی ذرا ہو جا مکمل عامل

عزت سے جو جینا ہے تو مت بن سائل
لب ہوگ ہٹیلا یہ تو کھوے نائل
کشکول یہ تو پھینک خدا رحمت کر
محنت کی نہ رہ میں ہے کچھ بھی حائل

ہو صبح کہ شب چلنے سے مت ہو غافل
منزل کی تو شہ رہ میں ابھی ہو داخل
بس سیڑھیاں پر نہ نگہ تیری ہو
تو مشق کا محنت کا سدا ہو قائل

دنیا کی تگ و دو میں ہدف میں شامل
ہوگا جو کرے گا وہ کبھی کچھ حاصل
دولت کے سمندر میں جو ڈالے کشتی
ہچکولے ابھی آئیں گے ملے گا ساحل



محمد ہارون سیٹھ سلیم
2nd Floor.RegencyPalazzo
No-8 Hall Road.Richard's Town
Bangalore

قصص در قصص

کبھی نادار کے قصے   کبھی زردار کے قصے
کبھی بیمار کے قصے   کبھی لاچار کے قصے
یہ لالہ زار کے قصے   گل و گلزار کے قصے
کبھی دیدار کے قصے   وصالِ یار کے قصے
کبھی اقرار کے قصے   کبھی انکار کے قصے
سنو گے تو سنائیں گے   تمھیں سنسار کے قصے
خدارا سنتے رہئے گا   دلِ آزار کے قصے
پڑھو گے سرخیوں میں تم   ہمارے پیار کے قصے
سنیں ہوں گے زمانے نے   ذلیل و خوار کے قصے
ہمیں سننے نہیں ہیں اب   عبث بیکار کے قصے
سناؤ دینِ احمد کے   علم بردار کے قصے
ہمیں سننے کی خواہش ہے   وہ یارِ غار کے قصے
سلیم اچھے نہیں لگتے   مغل دربار کے قصے



گوشۂ عظمت علی عظمتؔ کڑپوی

(سوانحی خاکہ)

شاعر	:عظمت علی عظمتؔ کڑپوی (آندھراپردیش)
سنہ پیدائش	:۲۰ر جولائی ۱۹۸۴ء بمقام کڑپہ (آندھراپردیش)
سکونت	:شہر کرنول (آندھراپردیش)
تعلیمی لیاقت	:بی کام ہندی ساہتیہ رتنا (ہندی یونیورسٹی پریاگ (الہ آباد)
مادرِ علمی	:گورنمنٹ آرٹس کالج کڑپہ
شاعری کی ابتدا	:طالب علمی کے زمانے سے
استاذ	:مولانا محمد شاہ یعقوب صاحبؒ باقوی

جو اپنے دور کے جید عالم اور عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے استاذ شاعر تھے۔

ملازمت	:ڈپارٹمنٹ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا
پہلا شعری مجموعہ	:اشکِ درد (حروفِ تہجی کے اعتبار سے)
دوسرا شعری مجموعہ	پیامِ شوق (غزلوں پر مشتمل)
تیسرا شعری مجموعہ	چراغِ عقیدت (نعتیہ مجموعہ)

شاعر کا پتہ:
4-1-1,Flat No-204,2nd FloorV.J.CricentHeights
Oppo:NasirMasjid.BalajiNagar.Kurnool-518006
(A.P)

تعارف

عظمت علی عظمتؔ صاحب کا تعلق شہر کڑپہ سے رہا ہے۔ فی الحال کرنول میں اقامت گیر ہیں جس کی سرزمین شعر و ادب کے لیے بڑی زرخیز مانی جاتی ہے۔ وہ ایک ایسے علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جو علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ آپ کے والد ڈاکٹر عبدالسلام کڑپوی اپنے وقت کے ایک معتبر شاعر تھے اور بطور سلام کڑپوی انھیں شہرہ حاصل تھا۔ نانا اور والد کے نانا بھی خوش فکر شاعر تھے۔ اس طرح شاعری عظمت صاحب کو ورثے میں ملی ہے۔ جس کو وہ مزید صیقل کرنے میں مصروف ہیں۔

ان کا شعری سفر طالب علمی کے زمانے سے جاری ہے۔ مقامی اور کل ہند مشاعروں میں اپنے والد کے ساتھ باقاعدہ شرکت کرتے رہے۔ اس طرح ان میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا تو خود بھی شعر کہنے لگے۔ مشاعروں میں پڑھنے کے علاوہ ان کی غزلیں مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بھی بننے لگیں اور وہ ارتقائی منزلیں طے کرنے لگے۔ اس دوران ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو کر اہلِ ادب سے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ ان مجموعوں کے نام ہیں اشکِ درد اور پیامِ شوق۔ جلد ہی ان کا تیسرا مجموعہ ''چراغِ عقیدت'' بھی منظرِ عام پر آ گیا ہے جو خالص نعتوں پر مشتمل ہے۔

یہ کہنے میں باک نہیں کہ عظمت صاحب کی شاعری ان کی شعری بصیرت، فکری صلابت اور عصری حسیت کی آئینہ دار ہے۔ جس میں جمالیات کی شبنمی ٹھنڈک بھی ہے اور حالات کے تپتے ہوئے صحرا کی تمازت بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال حسین؛

''عظمت علی عظمتؔ کے مسودہ ''پیامِ شوق'' کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی فکر میں ایک ندرت لیے تخیلات کی قندیلیں روشن ہیں۔ فن میں پختگی کے ساتھ ساتھ ان کا مطالعہ اور مشاہدہ بھی وسیع نظر آتا ہے''۔

خادم رسول عینی صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت عظمتؔ کڑپوی قابلِ مبارکباد ہیں کہ آپ صرف غزل گو شاعر نہیں بلکہ ناعت بھی ہیں۔ آپ نے ممدوحِ گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ کی شان میں نعتیں خوب کہی ہیں۔ Mob:09866782509 اور اشعار کا بغور مطالعہ کیا۔ اس کے بعد میرا یہ تاثر ہوا کہ آپ نے اپنے اشعار میں سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین ترجمانی کی ہے''۔

بہر حال عظمت صاحب کا شعری سفر جاری ہے اور مستقبل میں ان سے مزید بہتری کی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

سعید رحمانی

پروفیسر بشیر احمد
سابق صدر، شعبۂ اردو۔ ایس وی یونیورسٹی
تروپتی (آندھراپردیش)

عظمت علی عظمت "اشکِ درد" کے آئینے میں

"اشکِ درد" عظمت علی عظمت کا پہلا مجموعۂ کلام ہے جو قریب پچپن سال کی طویل مدت پر محیط ہے۔ اس مجموعے میں ان کے بچپن، عنوانِ شباب اور بعد کے طویل عمر کی ۸ تخلیقات شامل ہیں۔ اس میں حمد و نعت، غزلیں، رباعیات و قطعات اور نظمیں شامل ہیں جن کے مطالعہ سے موصوف کی مختلف اصناف سخن پر مشق و قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

خوش قسمتی سے عظمت کو بچپن ہی سے اپنے گھر، اسکول اور شہر کڈپہ میں شعر و شاعری کا بہترین اور دلکش ماحول ملا۔ کڑپہ کی ادبی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قدیم دور سے ہی یہاں کے فنکاروں، شعراء تبصرہ نگاروں، نقد و تحقیق نگاروں نے اردو ادب کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ یہاں کے خواص تو خواص عوام بھی مشاعروں کے بڑے دلدادہ ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں شاعری کا شوق بہت عام ہے۔ اور یہی شوق نے یہاں اچھے شعراء پیدا کئے ہیں۔ اور چند شعراء نے ادب میں اپنی شناخت بھی بنائی ہے۔ (جس کا تفصیلی ذکر عظمت صاحب نے پیش لفظ میں کیا ہے)۔

شاعری ایک مہذب صنف ادب ہے۔ اس کی تخلیق اور تزئین میں شعراء کا خونِ جگر بھی شامل ہوتا ہے تب کہیں جا کر شاعر کے خیالات شعر کے قالب میں ڈھلتے ہیں۔ اسی لئے ناقدین کے خیال میں شاعری کے ڈانڈے اکتساب سے ہوتے ہوئے الہام سے جا ملتے ہیں۔ شاعری سے مجھے دلی لگاؤ ہے، اور میرا عقیدہ ہے کہ اچھی شاعری سے ایک فرد کو ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کو فیض پہنچتا ہے۔

جب کسی شخص میں شعر کہنے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے اسے عطیۂ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ عطیہ سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ شاعر کے ذہن میں جب شعر تخلیق پاتا ہے تو ان لمحوں میں
شاعر کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی۔ ایسی مسرت مال و دولت کے حصول سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اسی لئے عام طور پر شعراء اس خوبی کی وجہ سے سیدھی سادی اور عسرت کی زندگی میں بھی مطمئن اور شاد رہتے ہیں۔ عظمت صاحب بھی ایک اچھے شاعر ہیں ان کے تجربات میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کی زندگی میں پیش آنے والے تجربات و حادثات قلب و ذہن میں تخلیق پا کر اشعار کے قالب میں ڈھلتے ہیں۔ جہاں تک ان کی شاعری کے موضوعات کا تعلق ہے، ان کے اشعار میں وصل کی رنگینیاں، انتظار کی بے قراریاں، ہجر کی غمناکیاں، کہیں ہجر و درد و غم میں مسرت کی کیفیتیں' دوست و احباب کی رفاقتوں اور ملاقاتوں کی خوشیاں' آپسی اختلافات کی رنجشیں' تہذیبی و سماجی حالات کی بے راہ روی، سیاست دانوں کی مکاریاں، اشخاص کی دورنگینی کے ساتھ ساتھ طبیبوں کی نااہلی پر ان کے تاثرات و تجربات ملتے ہیں۔ عظمت صاحب کو ذکر الٰہی، صوم و صلوٰۃ کی پابندی، تلاوت قرآن اور تہجد کے پرسکون اور پرنور لحات میں راحت و سکون ملتا ہے۔ مال و دولت، عیش و عشرت کی زندگی سے بھی انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ سیدھی سادی زندگی میں مطمئن اور خوش دکھائی دیتے ہیں۔

عظمت علی عظمت کو اسلامی تعلیمات اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ اس لئے ان کے کلام میں جابجا ایسی نورانی و روحانی کیفیات بھی محسوس ہوتی ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ان کے کلام میں مندرجہ بالا موضوعات پر مبنی کثیر تعداد میں اشعار ملتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے اشعار کا انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ طور پر مضامین تحریر کرے تو ان مضامین کا ایک ایک قیمتی مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ اچھے ادب پارہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ قاری کو مسرت بھی عطا کرے اور بصیرت بھی، شاعری ادب کا ایک دلچسپ اور قیمتی جز ہے۔ عظمت علی عظمت کی شاعری کے مطالعہ سے میرا یہ تاثر ہے کہ قاری کو مسرت بھی حاصل ہوتی ہے اور بصیرت بھی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ مجموعہ کلام "اشکِ درد" منظر عام پر آنے کے بعد اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ عظمت صاحب کو اس کی اشاعت پر دلی مبارکباد دیتے ہوئے آخر میں چند منتخب اشعار پیش کر رہا ہوں، جن سے ان کے اشعار کی نمایاں خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں:

تیری بندگی میں مزہ ملے۔ قیام لیل و نہار دے
بھٹکے ہیں انہیں مل جائیں گے رستے محمدؐ کے
حدیثِ پاک کی صورت میں ہیں نکتے محمدؐ کے
گر نیک ہوں دنیا میں فرشتوں کی طرح لوگ۔ اللہ سے توبہ و دعا کون کرے گا
اچانک تیرا پھر خیال آ گیا۔ وہ پل وصل کا بے مثال آ گیا
دشواریوں کے بعد ہی راحت ہے اور سکوں۔ ہر گام سہل سہل میں ہوتا ہے کب شروع
کوئی عاصی تو ولی یوں ہی نہیں بن جاتا
وقت درکار ہے کچھ عیب و ہنر ہونے تک
کہاں وہ مزہ دیدنِ یار میں۔ جو کچھ لطف ہے شوقِ دیدار میں
میں تو عادی ہوں مشکلوں کا سدا۔ سامنے میرے مشکلات نہیں
جب تک رہے گا سلسلۂ شعر جانِ من
زندہ رہے گی اردو زباں شاعری کے ساتھ
آج کے اس دور میں کم عقل کہتے ہیں اسے
جس کی سیدھی سادی بھولی بھالی ہو گی زندگی
اور کیا ہو گی دعا میری خدا اس عمر میں
بندگی ہی میں رہوں جب تک ہے باقی زندگی
لذتِ غم میں جو تسکیں ہے وہ خوشیوں میں کہاں
درد کو پانے سے پہلے کی خوشی کیا چیز ہے
زندگی کو سمجھنے کی خاطر۔ رہزنوں کے بھی ہم تو ساتھ چلے
چپکے چپکے ان کا ہم کو وہ ستانا یاد ہے۔ بارہا ان کا ہمیں وہ آزمانا یاد ہے
روح جب تک جسم میں باقی رہے۔ دل نہ تیری یاد سے خالی رہے
اگر ہوتی طبیبوں میں جو طبی صلاحیت۔ اچھے بھلے لوگوں کو بیمار نہیں کرتے

قطعات

محبوبِ خدا اصلِ علیکی باتیں۔ وہ آئینۂ صدق و صفا کی باتیں
جو دل کو سکوں دیتی ہیں تیرے عظمتؔ۔ وہ صاحبِ کوثر و حرا کی باتیں

☆

جو درد ہے عشق میں کوئی کیا جانے۔ میں اور مرا یار ہی یہ پہچانے
جب دل ہی خالی ہو درد و غم سے۔ عظمتؔ ان لوگوں کو چلے سمجھانے

☆

اے دوست نہ دے مجھ کو سزا فرقت کی۔ برداشت کہاں ہو گی جدائی تیری
پردۂ دوری کو ذرا کر کے چاک۔ اے قلب شناسا سن فریاد مری

☆☆☆

دو غزلیں

کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر
رحمتوں کی کیسے ہو امید اس انسان پر
آخرت میں کام آتی یہ متاعِ زندگی
کاش ہوتے یہ قدم ثابت سدا ایمان پر
اپنے ارماں کے محل سارے زمیں پر آ رہے
ہے بلائے گردشِ ایام اب ہر جان پر
دن دہاڑے لوٹنے کو ہیں لٹیرے جانِ من
ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں وہ ترے سامان پر
اور کچھ ایسے بھی ہیں رکھتے ہیں جو سب کا خیال
کون رکھتا ہے یہاں چشمِ کرم انجان پر
خوف رہتا ہے ہمیں عظمتؔ ہمیشہ روز و شب
اپنی نا قدری نہ ہو جائے کسی مہمان پر

☆

زینۂ زیست سے بے خوف اتر جانا ہے
مسکراتے ہوئے دنیا سے گزر جانا ہے
وقت سے پہلے ہی گھبرا کے نہ مر جانا ہے
حادثوں کو تو بہر حال گزر جانا ہے
ایسا لگتا ہے کہ اک آپ ہیں رہبر سب کے
جس طرف آپ چلیں ہم کو اُدھر جانا ہے
تا دمِ زیست زمانے میں ہمیں یاد کریں
ہم کو اس دنیا میں کچھ ایسا بھی کر جانا ہے
آخرت میں بھی توقع ہے سنور جائیں گے
آرزو جن کی ہو دنیا میں سنور جانا ہے
ٹھوکریں کھا کے سنبھلنا نہیں آئے جن کو
عمر بھر سوچتے رہتے ہیں کدھر جانا ہے
دورِ حاضر میں کہاں عہد کے پابند عظمتؔ
اپنی عادت میں تو وعدوں سے مکر جانا ہے

ستار ساحر
Registrar
AbdulHaqueUrduUniversity
KURNOOL(AP)

’’اشکِ درد‘‘ کی تاثیر

بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد دکن میں پانچ سلطنتیں قائم ہوئیں۔ان میں اردو زبان اور شعر و ادب کی ترویج و اشاعت اور ادب پاروں کی تخلیق کے اعتبار سے گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتوں کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔بالکل اسی طرح ریاست آندھرا پردیش کے خطۂ رائلسیما کے چار اضلاع میں کرنول اور کڑپہ اردو کے اہم مراکز ہیں۔ان اضلاع میں ہر صنف ادب پر طبع آزمائی کی جاتی رہی ہے،اکثریت شاعروں کی ہے۔تاہم افسانہ،ڈرامہ،مضمون نگاری اور تحقیق و تنقید کی جانب بہت توجہ دی گئی اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

کڑپہ اور کرنول کا ادبی ماحول ان علاقوں کے شاعروں کے لئے بہت سازگار رہا ہے۔ان علاقوں کے صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین نے بھی تبلیغ اسلام اور بعض بزرگوں کی نثری و شعری نگارشات میں ادبی چستی و چاشنی بھی بدرجہ اتم ملتی ہے۔کسی تخلیق کے نکھرنے میں ایک علاقہ کی ادبی فضا کافی ہوتی ہے۔اور اگر کسی شاعر کو دو ادبی مرکزوں کی فضا راس آجائے تو اس شاعر کے ادبی ذوق کی شستگی اور فکر و فن کی بلندی اس کے تخلیقی پاروں میں بلاشبہ نمایاں ہوگی۔

عظمت علی عظمتؔ اس معاملے میں بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کا پیدائشی وطن کڑپہ ہے،جس کی ادبی حلقوں میں خوب چرچا ہے لیکن موصوف برسوں سے شہر کرنول میں سکونت پذیر ہیں۔مذکورہ دونوں اردو مرکزوں اور ان کی ادبی فضاؤں سے استفادہ کرتے ہوئے ادبی حلقوں میں ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے اپنی شناخت بنائی ہے۔موصوف کا پہلا شعری مجموعہ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

عظمت نے اپنے شعری مجموعے کا آغاز حسب دستور ’’حمد‘‘ سے کیا ہے۔شاعر نے اللہ تعالیٰ جو لم یزال ہے اس کی حمد و ثنا اس ذات برتر کے شایانِ شان کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔حمد کے مضامین وہی ہیں جنہیں ہم برسوں سے سنتے آئے ہیں۔تاہم انداز اور ایک دو نئے پہلوؤں نے حمد کو ممتاز و منفرد بنا دیا ہے۔

ہے میری یہ تمنا جب اس جہاں سے جاؤں
دل میں ہو یاد تیری،لب پر ہو نام تیرا
ہے خوش نصیب عظمتؔ وہ شخص اس جہاں میں
کرتا ہے ذکر دل سے،ہر صبح و شام تیرا

دعائے سحر کیفیت کے اعتبار سے ’’مناجات‘‘ کہی جا سکتی ہے اور اس کا ایک شعر سب سے الگ سا لگتا ہے۔

تیری بندگی میں مزہ ہے
وہ قیام لیل و نہار دے

عظمت علی عظمتؔ نے سرکار دو عالم کی شان اقدس میں چھ(۶)نعوت کہی ہیں اور تمام تر غزل کی ہیئت میں۔یوں کہیئے کہ موصوف نے شاہِ امم کی مدح سو سو طریقوں سے کی ہیں۔احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی سیرت پاک کے کئی اہم پہلوؤں کو انہوں نے اپنی نعتوں میں سمیٹ لیا ہے۔اور یہاں جو حزم و احتیاط درکار ہے اس کا ممکنہ حد تک لحاظ رکھا ہے۔اشعار ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ ایمان تازہ ہو جائے گا۔

چہرۂ اسلام دیکھو کس قدر پر نور ہے
کیونکہ عکسِ صاحب قرآن سے معمور ہے
جہاں وحشت برستی تھی،جہاں دہشت برستی تھی
وہاں کی وادیوں میں آج ہیں جلوے محمد کے
زمانہ ہوا نورِ وحدت سے روشن
زمانے میں نور خدا بن کے آئے
عالم ہو یا کہ شیخ ہو صوفی ہو یا کہ پیر
سمجھے ہیں کس نے معنیٔ قرآں ترے بغیر

’’اشکِ درد‘‘ کا زیادہ تر حصہ غزلوں پر مشتمل ہے اور حروف تہجی کے اعتبار سے غزلوں کو ترتیب دے کر موصوف نے اس کو دیوان کی حیثیت دی ہے اور خود صاحب دیوان شاعر کہلانے کے مستحق ہو گئے ہیں۔اصناف سخن میں غزل ہمیشہ محبوب ترین رہی ہے۔کہنہ مشق ہو یا نو آموز ہر ایک نے غزل کی جانب توجہ دی ہے۔غزل کے ہر شعر کی معنوی انفرادیت نے بھی اس صنف کو دلکشی اور جاذبیت سے ہم کنار کیا ہے۔غزل شاعر موصوف کی جانِ جاں معلوم ہوتی ہے

کہ انہوں نے زیادہ تر روایتی غزلیں کہی ہیں۔موصوف نے غزل کو غزل ہی رہنے دیا اور ہیئت کے تجربوں سے خود کو کوسوں دور رکھا۔ان کی غزلوں کے مضامین ہر عمر کے قاری کی دلچسپی سے مناسبت رکھتے ہیں۔موصوف کی غزلوں کے بعض اشعار میں مذہبی اثرات نمایاں ہیں،جس کو ان کے مزاج کا فطری جھکاؤ کہا جا سکتا ہے۔اس تناظر میں موصوف کے چند اشعار کا مفہوم مجازی کے ساتھ ساتھ حقیقی عشق کی کیفیتوں کا حامل ہو جاتا ہے۔''اشکِ درد'' کی غزلیں شاعر کے شستہ ادبی ذوق کی غماز ہیں۔شاعر کی فطری اور فنی سطح کا اندازہ لگانے کے لئے ذیل میں اس مجموعے کی غزلوں کے منتخب اشعار پیش کر رہا ہوں۔

یقیناً کارفرما قوتِ ایماں ہے جس دل میں
وہ دل مکرِ شیاطیں سے پریشاں ہو نہیں سکتا

نگاہِ شوق میں جب تک ترا جمال رہا
مری نظر میں نظارہ وہ بے مثال رہا

بدلا ہے رنگ ارض و سما کا اے ساتھیو
کیا دیکھیں اور کیا سنیں، نالاں زباں ہے اب

اسے حاصل نہیں ہوگی کبھی معشوق کی قربت
جو سوزِ عشق سے قربانِ جاناں ہو نہیں سکتا

صنف غزل سے موصوف کی رغبت کئی اشعار سے اظہر من الشمس ہیں۔

یہاں سنانے غزل کتنے بے قرار آئے
کہ پیر آئے جواں آئے ہونہار آئے

انسانیت کا درس دیتے ہوئے موصوف کا یہ شعر۔

چاہے شہری یا، کہ دیہاتی رہے
آدمی انسان بن کر ہی رہے

عزم و حوصلہ اور بے غرضی کی بات کرتے ہیں تو یوں کرتے ہیں:

سونا چاندی نہ کھان مانگے ہے
میرا تیشہ چٹان مانگے ہے

پھر زندگی کے معاملے میں فرماتے ہیں:

سمجھ میں آئے کہاں زندگی انہیں عظمتؔ
کہ جانتے ہی نہیں بات عقل کی کیا ہے

خالص رباعیاں کہنا جن پر قطعات کا شائبہ تک نہ ہو آسان نہیں ہے۔رباعی کے لئے ایک خاص بحر مقرر ہے جو کہ چوبیس اوزان پر ہے مگر قطعہ کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے رباعی شروع ہی سے کہی جا رہی ہے۔حسن وعشق، اخلاق اور پند و نصیحت اور کوئی مخصوص پیغام رباعیوں کے موضوعات رہے ہیں۔رباعی ایک مفید اور دلکش صنف شاعری ہے۔اور اختصار اس کی بڑی خوبی۔معلوم ہوتا ہے کہ عظمتؔ کے پیش نظر یہ ساری باتیں رہی ہیں اسی لئے موصوف نے ۳۲ رباعیاں کہیں جو زیر مطالعہ شعری مجموعے کی زینت میں اضافہ کا باعث ہیں۔اسلام کی تعلیمات موصوف کی شخصیت کا ایک اہم حصہ رہی ہیں۔اللہ پر یقین اور اس کی بے کراں قدرت کے وہ دل سے قائل ہیں نیز سچے عاشق رسولؐ بھی ہیں۔ان کے رباعیات مذکورہ موضوعات کے ترجمان ہیں، چند حاضر ہیں۔

اللہ کی جس دل میں خشیت ہوگی
قرآن وسنّت سے محبت ہوگی
جو اسوۂ حسنہ پہ ہے قائم عظمتؔ
سرکار کی بس اس کو شفاعت ہوگی

☆

محبوب خدا اصل علیؑ کی باتیں
وہ آئینۂ صدق وصفا کی باتیں
جو دل کو سکوں دیتی ہیں تیرے عظمتؔ
وہ صاحب کوثر وحرا کی باتیں

☆

جس سمت کبھی ہم نے نظر ڈالی ہے
ہر گوشۂ دنیا میں قحط سالی ہے
امید نہیں فصلِ بہاراں کی کوئی
لگتا ہے کہ راحت سے جہاں خالی ہے

اور خاص طور پر یہ رباعی جس میں مجموعے کے عنوان کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔

تحفے میں مجھے کس نے دیا اشکِ درد۔کیا میری وفا کا ہے صلہ اشکِ درد
آنکھوں میں یہ محفوظ رہے گا کب تک۔ہوتا ہی نہیں مجھ سے جدا اشکِ درد

عظمت علی عظمتؔ نے نے قطعات بھی کہے ہیں اور نظمیں بھی لکھی ہیں جن میں فکر و فن کا امتزاج ملتا ہے۔مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی موصوف کی قادرالکلامی کا ثبوت ہے۔تاہم عظمتؔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور غزلیات میں ان کا ہنر کمال تک پہنچتا نظر آتا ہے۔زبان کی باریکیوں اور نزاکتوں سے انصاف کرنے میں کمی بیشی کے باوجود ان کا شعری مجموعہ ''اشکِ درد'' کہنہ مشقی اور شاعری سے ان کی والہانہ وابستگی کا بین ثبوت ہے،جس کے لیے میں انہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ادبی حلقوں میں ''اشکِ درد'' کی خوب پذیرائی ہوگی۔☆☆☆

ڈاکٹر اقبال حسین
مدیر سہ ماہی ''رنگ'' جھریا، دھنباد-828111 (جھارکھنڈ)
موبائل : 700494062

آئینہ خانۂ عظمت

اردو غزل ابتدائی دور سے لے کر اب تک کئی نشیب و فراز سے گزری ہے ہر چند کہ چہار جانب سے اس پر حملے ہوتے رہے۔ الطاف حسین حالؔی کو اس میں تفریح اوقات کی بو ملی تو دوسری طرف عظمت اللہ خاں نے اسے سرے سے نکارتے ہوئے اس کی گردن زدنی کا حکم صادر فرمادیا۔ ڈاکٹر کلیم الدین احمد نے اسے نیم وحشی صنف کہہ ڈالا۔ ان بلند پایہ ناقدین کے علاوہ اوروں نے اس کی خوبصورتی کا ذکر کیا۔ فراق گورکھپوری نے اس صنف کی نزاکت وسوچ کو سنبھالتے ہوئے اس میں عطر جیسی خوشبو کو محسوس کیا، رشیدؔ احمد صدیقی نے یہاں تک کہہ ڈالا یہ صنف غزل اردو شاعری کی آبرو ہے آل احمد سرؔور صاحب نے اس فن کو چاول پر قل ھو اللہ لکھے جانے کے برابر قرار دیا۔ ان تمام مثبت ومنفی تبصروں کے باوجود اس کے اسیروں کی تعداد شروعاتی دور سے لے کر اب تک دن دونی رات چوگنی ترقی کے منازل طئے کرتے ہوئے ''عظمت علی عظمت کڑپوی جیسے ماہر مترجم زلفِ غزل کی الجھی لٹوں کو سنوارتے ہوئے نظر آئے۔

موصوف کے آباواجداد کے ساتھ والد عبدالسلام (ڈینٹیسٹ) بھی اس فن کے مداح تھے اور اکثر مقامی مشاعروں کی محفلوں میں بہ نفس نفیس خود بھی جاتے اور لختِ جگر عظمت کو ساتھ لے جاتے تھے۔ خدا کی مرضی عظمت کے استاد محترم مولانا محمد شاہ یعقوب باقوؔی جو اپنے دور کے عالم بہ عمل استاد شاعر تھے عربی فارسی اور اردو زبانوں میں شعر کہتے تھے بس یہی وہ عناصر تھے جن سے عظمت علی عظمت کڑپوی کے شعور میں شعری جرثومے نے پنپنا شروع کیا۔ اور طالب علمی کے زمانے سے اشعار کہنے کی طرف راغب ہوئے۔

۳۰ر جولائی ۱۹۴۸ء بمقام کڑپہ، آندھرا پردیش کے قدیم حکمت وتاجرِ چرم گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے دادیہال ونانیہال کا گھرانہ عالموں کا تھا۔ فرماتے ہیں والد کے نانا مولانا عبداللہ احسن کڑپوی (خان بہادر) اور عظمت کے نانا مولانا عبدالعزیز عمری تراب کڑپوی اپنے وقت کے عالم دین، مذہبی واخلاقی شاعر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مجھ میں طبعی طور پر ان بزرگ شخصیتوں کا رنگ رفتہ رفتہ چڑھتا گیا۔ اس چڑھے رنگ سے ظاہر ہونے والے اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

اظہار غم جاناں یہاں کر نہیں سکتے
کھل کے جو کسی سے بھی بیاں کر نہیں سکتے
مل جائیں گے وہ خاک میں پر کچھ نہ کہیں گے
ہرگز کبھی جو سود و زیاں کر نہیں سکتے
چاہت ہے فقط ان کی ہو بس مدح سرائی
اوروں کے لئے ایسا گماں کر نہیں سکتے

جو آرزو تھی دل میں نہ جانے کدھر گئی۔ آئی کہیں نظر میں جہاں تک نظر گئی
برباد ہو کے رہ گیا جو اعتبار تھا۔ لوگوں کا یہ خیال تھا دنیا سنور گئی
لے کر ہزار خواہشیں ہم بھی جیا کئے۔ یوں حسرتوں میں زیست ہماری گزر گئی

عظمت کڑپوی نے علم حاصل کرنے کے لئے حدیث رسول کے مطابق ''اگر علم حاصل کرنے کے لئے ملک چین تک جانا پڑے تو جائیں'' کہ بموجب کڑپہ آندھرا پردیش کے مادرِ علمی گورمنٹ آرٹس کالج کڑپہ سے فارغ ہوکر۔ ہندی ساہتیہ رتن (ہندی یونیورسٹی پریاگ، الہ آباد) سے بی کام کیا اور اپنی تعلیمی لیاقت سے ڈپارٹمنٹ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (سابق ہندی ٹرانسلیٹر اور آفیشیل لینگویج ہندی) انچارج CTB گورمنٹ آف انڈیا کی جانب سے ٹرانسلیشن ٹرینڈ کے عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے اور اپنی قابلیت سے ہم پیشہ حضرات کے بیچ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے۔

صحت مند اور صالح روایت کی پاسداری کرتے ہوئے عظمت علی عظمت نے اپنی زندگی کے ماہ وسال جس سادگی وزندہ دلی اور وضع داری سے اب تک گزاری ہے اسی طرح کی سادگی زندی دلی روایت کا احترام کرتے ہوئے اشعار کہے ہیں۔ گھر کے ماحول کا دینی رجحان ان کے یہاں علم وفضل کے اسیر لوگوں کا ہونا۔ ان کے شعری زندگی پر مذہبی اثرات کا مرتب ہونا جابجا نظر آتا ہے۔

اللہ ہے غنی اور بندہ فقیر ہے۔ ہر عیب سے وہ پاک ہے بندہ خمیر ہے
حمد وثنا اسی کی وہی کارساز ہے۔ مشکل کشا وہی ہے وہی دستگیر ہے

خدا کی حمد کریں مصطفٰے کی بات کریں۔ کتاب وسنتِ خیرالوریٰ کی بات کریں
اُسی پہ چل کے ہماری نجات ہے عظمت۔ ہم اتباعِ رہِ مصطفٰے کی بات کریں
بجھے گی پیاس مرے دل کی جامِ کوثر سے۔ نصیب ہو مجھے یہ جام بس خدا کے لئے
اتباعِ حق ہے حُبِّ خداوندی مگر۔ شرط ہے اس کی محبت سرورِ کونین کی
تو ریا کار تھا شہرت کا طلبگار بھی تھا۔ کارِ اخلاص کا کچھ رنگ کفن میں ہوتا
رہنما جس کو سمجھتے تھے وہ رہزن نکلا۔ کاش پہچانتے ہم وصف اس انجانے کا
خدا کا فضل ہے وحشی جو تھا انسان بن بیٹھا
نہیں تھا جس میں ایماں صاحبِ ایمان بن بیٹھا

عظمت علی عظمت کڑپوی عہدِ طالب علمی سے شعر کہنے لگے تھے وقت کے ساتھ ان کی شاعری میں پختگی آتی گئی پیشِ نظر مسودہ سے قبل ''اشک درد'' (حروف تہجی سے ترتیب، دیوان کی شکل میں) زیرِ طبع ہے۔ دوسرا شعری مجموعہ ''پیامِ شوق'' بھی عنقریب طباعت کی منزل سے گزر کر قارئین کے مطالعہ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

پیشِ نظر مسودہ ''پیامِ شوق'' میں کئی حمد باری تعالٰی کے ساتھ نعتِ رسول مقبول کو شامل کیا گیا ہے۔ ذوقِ طبع کے لئے نظمیں، مناجات، قطعات و رباعی کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ بیشتر کلام غزلوں پر مشتمل ہے۔ حالاں کہ عظمت علی عظمت غزل گو ہیں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے غزل کو چنا۔ ان کی غزلیں وجدانی شاعری کا نمونہ لگتی ہیں۔

ایسی شاعری میں زندہ رہنے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو عظمت حسّاس طبیعت کے شاعر ہیں حق گوئی سے کام لیتے ہیں۔ دنیا کے مسائل و حالات پر صرف گہری نظر ہی نہیں رکھتے بلکہ ان پر کاری ضرب لگاتے ہیں ان کی غزلوں میں جہاں گردوپیش کے مسائل کی جھلک ہے تو وہیں عہدِ حاضر کی کشمکش اور درد و کرب کی ریشہ دوانیاں بھی ہیں۔ یہ کمال شاعر کے شعور وآگہی کا پتہ دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاعر کے یہاں صرف معاشرتی قدریں سانس نہیں لیتی ہیں بلکہ بے چینیوں کی جھلک بخوبی نظر آتی ہے۔ جو ان کی پاکیزہ فکر کی عکاس ہے۔

طوفان نفرتوں کا نہ دل میں اٹھایئے۔ امن و امان کی شمع دلوں میں جلایئے
وہ جہاں چاہیں چلے جائیں حکومت کرلیں۔ یہ مرا دل ہے کسی شاہ کی جاگیر نہیں
دہشت گروں نے جسم سے سر ہی اڑادیئے۔ جو بچ گئے تھے چارہ وہ زندہ جلادیئے
ظالم تری ہر چال سے ہم خوب ہیں واقف۔ گو تیرے ارادوں کی خبر آئے نہ آئے
قتل و غارت گری اور ظلم و ستم۔ شر پسندوں کا یہ شیوہ ہے

عظمت علی عظمت ایک زندہ دل اور حوصلہ مند فنکار ہیں وہ یاس وقنوطیت کو منہ تک نہیں لگاتے زندگی کے تمام حسن و قبح سے واقف ہیں بلکہ زندگی کو زندگی کی طرح گزارنے کے قائل ہیں حوصلہ شکن حالات میں بھی سپر ڈالنے کی بجائے اپنی ذات کی بازیافت کی طرف مائل رہتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

یہی دیکھا ہے دنیا میں جو تیزی سے ابھرتے ہیں
ہوا کے ایک ہی جھونکے سے وہ نیچے اترتے ہیں
رازداں ہم سفر باوفا چاہیئے۔ ایسا ہمدرد ہمیں آشنا چاہیئے
حالِ دل جو ہے نہاں یوں آپ نا افشا کریں
اس طرح آنسو بہا کر خود کو نہ رسوا کریں
جمالِ عکس نہیں جس میں جذبِ عکس نہیں
یہ سنگ ریزہ ہے تم اس کو آئینہ نہ کہو
بہتر ہے سنبھل جائیں ذرا وقت سے پہلے
دوبارہ پھر آباد جہاں کر نہیں سکتے

عظمت علی عظمت کے مسودہ ''پیامِ شوق'' کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی فکر میں ایک ندرت لئے تخیلات کی قندیلیں روشن ہیں۔ فن میں پختگی کے ساتھ ساتھ ان کا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع نظر آتا ہے حیات وکائنات کے مسائل چابک دستی سے پیش کرنے کا ہنر رکھتے ہیں یہی وجہ ہے ان کی شاعری میں زندگی کے مختلف رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں وہ اپنی فکر کے ذریعہ زندگی کی مختلف تصویروں کو آسانی و فنکاری کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ایک مرصع غزل پیش کرنے کے ساتھ میں اپنی باتوں کو یہیں پر ختم کرتے ہوئے ان کے ذریعہ پیش کئے گئے مجموعے کی پذیرائی کے لئے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

انتظار ختم ہوا آئی ملاقات کی رات
تھی تصور میں وہ برسوں سے خیالات کی رات
لطف جینے کا مزہ مجھ کو ملے یا نہ ملے
کاش کچھ اور ٹھہر جاتی ترے ساتھ کی رات
یہ حسیں رات ذرا اور حسیں ہو جائے
تجھ سے منسوب ہے یہ شعر کے نغمات کی رات
ایک دن خون رلائے گی تجھے اے ہمدم
یاد آئے گی میری تجھ سے ملاقات کی رات
ہے کسے فکر سبھی اپنی جگہ ہیں محفوظ
شام طوفانی ہو یا موسمِ برسات کی رات
عید کی خوشیوں کا پیغام سنانے عظمت
اوج سے جیسے اتر آئی ہے بارات کی رات

☆☆☆

یوسف جمیل جامعی

عظمتؔ "اشکِ درد" کے تناظر میں

کڑپہ کی سرزمیں ہمیشہ "شعر خیز" رہی ہے۔قدیم اور جدید لب ولہجہ کے شعراء کے لئے جنوبی ہند میں تو یہ مشہور ہے ہی،شمالی ہند کے شہرہ آفاق شعراء نے بھی اس سرزمین کی مدح سرائی کی ہے۔یہاں آج بھی چھوٹے موٹے مشاعروں کے ساتھ ساتھ ہر سال آل انڈیا مشاعروں کا بھی انعقاد عمل میں آتا ہے جو ادبی زندگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان ادبی محافل کا اثر افراد واشخاص کے ذوق سلیم پر پڑتا ہے۔جس طرح سیپی میں ایک قطرۂ آب پڑنے پر سورج کی کرنوں سے موتی بن کر نکلتا ہے، کچھ ایسے ہی لوگوں میں عظمت علی کا نام آتا ہے۔طبعی طور پر ذوقِ شاعری انہیں اپنے والد سلام کڑپوی اور اپنے استاد محترم شاہ محمد باقوی سے ملا۔علاوہ ازیں ایک نہیں بلکہ چار چار ان کے ادبی بزموں کی شمعیں اس وقت کڑپہ میں روشن تھیں۔اور اکثر و بیشتر عظمت علی ان مشاعروں میں بچپن ہی سے شریک ہوا کرتے تھے۔مشاعروں کا یہ رنگ رفتہ رفتہ ان پر چڑھ گیا اور یہ خود بھی شعر کہنے لگے۔زکی کڑپوی کی داد و تحسین نے کم عمری ہی میں ان کی ہمت افزائی کا سبب بنی۔پھر کیا تھا وہ باقاعدہ شعر کہنے لگے۔انہیں فخر ہے کہ انہوں نے خمار بارہ بنکوی،شکیل بدایونی،بےکل اتساہی جیسے شعراء کی موجودگی میں مشاعرے پڑھے اور داد وصول کی۔ان کے ہم عصر شعراء میں یوسف صفیؔ،ساغرؔ،برقؔ،انور کڑپوی وغیرہ تھے۔

عظمت علی عظمتؔ جہاں شعر کی عظمتوں سے واقف ہیں وہیں وہ عروض وقواعد شعر کے رمز شناس بھی ہیں۔ان کے طویل شعری سفر نے انہیں کہنہ مشق شاعر بنا دیا ہے،اسی لئے ان کے کلام میں پختگی پائی جاتی ہے۔زود گو بھی ہیں۔ادھر مصرعۂ طرحہ ملا ادھر غزل تیار ہو گئی۔وہ بھی طول طویل پندرہ بیس اشعار پر مشتمل۔ان کی غزلوں میں جہاں اسلامی پہلو ہوتا ہے وہیں رنگِ تغزل بھی غالب رہتا ہے۔عشق ومحبت اور رومانیت،کلاسیکیت ان کا خاصہ ہے اور ان کے اشعار میں یہ عنصر غالب ہے۔

قنوطیت کی بجائے عزم ویقین اور بلند حوصلوں کی بازگشت سنی جا سکتی ہے۔عظمت صاحب نے غزل،نظم،قطعہ،رباعی اور حمد ونعت جیسی اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔مگر غزل ہمیشہ انہیں محبوب رہی ہے۔ان کی غزلوں میں اخلاقیات اور جمالیات کی جھلک بھی ملتی ہے۔بعض اشعار میں بڑی بے ساختگی اور الفاظ کی معنی آفرینی قابل ستائش ہوتی ہے۔عظمت صاحب مذہب کے پاسدار بھی ہیں اس لئے ان کے کلام میں جابجا یہ رنگ نظر آتا ہے۔چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

رنگِ غزل:۔

رفتہ رفتہ شورِ دل کا بڑھ گیا،آئی ان کی یاد تو آئی بہت
عظمتؔ تقدیر کے قائل ہیں اور مقدر کے فیصلے پر راضی ہیں

تقدیر سے نہ شکوہ نہ کوئی گلہ مجھے
جتنا نصیب میں رہا اتنا ملا مجھے

اٹھا اسی خمیر سے پھر چھپ گیا وہیں
مٹی کا آدمی تھا جو مٹی میں کھو گیا

اب مرے دل پہ کسی شئے کا اثر کیا ہوگا
میں نے دیکھا ہے خزاں کو بھی بہاراں ہونا

شبوں کا زہر ملا دیدۂ سحر کے لئے
بلائے گردشِ ایام ہے بشر کے لئے

نگاہِ شوق میں جب تک ترا جمال رہا
مری نظر میں نظارہ وہ بے مثال رہا

باغیچۂ حیات میں ہوں خار کی طرح
مہکوں گا ایک روز میں گلزار کی طرح

رنگِ رباعی:

آفت سے،بلاؤں سے جو ڈر جاتے ہیں
وہ لوگ تو جیتے جی مر جاتے ہیں
اللہ کا احسان ہے ان پر عظمتؔ
جو غم کے اندھیروں سے گزر جاتے ہیں

☆

یہ رنگ وفضا،آب وہوا کچھ بھی نہیں
یہ وقت کی آواز وصدا کچھ بھی نہیں

انسان کی نظروں میں بھی دن ہیں نئے
اللہ کی قدرت میں نیا کچھ بھی نہیں

رنگِ قطعہ:

زمامِ ہستی کو جو بھی سنبھال لیتے ہیں
بھنور سے کشتی کو اپنی نکال لیتے ہیں
مثال ان کی زمانے میں ہے ضرور عظمت
صفا کے سانچے میں جو خود کو ڈھال لیتے ہیں

اس طرح کے اور بھی کئی عمدہ اشعار "اشکِ درد" میں ملیں گے ۔عظمت علی تکلف سے مجتنب ہیں اور سادگی پسند ہیں اسی لئے ان کے اشعار بھی اسی کے آئینہ دار ہیں۔ میں ان کے اس پہلے شعری مجموعے کی اشاعت پر انہیں مبارک بادی پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ادبی قدردان "اشکِ درد" کی قدر و عظمت کو پہچانیں گے۔

☆☆☆

غزل

پھول گردن کے ہار ہوتے ہیں
اور چمن کے سنگھار ہوتے ہیں
کوئی اپنا نظر نہیں آتا
سارے بے گانے یار ہوتے ہیں
جب کبھی بھی انقلاب آتا ہے
کتنے سارے شکار ہوتے ہیں
ان کی سازش سے بچنا مشکل ہے
رنگ جن کے ہزار ہوتے ہیں
زندگی کی اداس راہوں میں
کتنے نوکیلے خار ہوتے ہیں
رنگ اڑتے ہیں ان کے چہروں سے
راز جب آشکار ہوتے ہیں
ختم ہوتے نہیں کبھی عظمت
جو ستم بار بار ہوتے ہیں

دو غزلیں

آگ جو دل میں لگی ہے وہ بجھا سکتے نہیں
حق آزادی کو اپنے ہم بھلا سکتے نہیں
ہم ہیں وہ جانباز جو باندھے ہوئے سر پر کفن
اب ترے فرماں روا ہم کو ڈرا سکتے نہیں
چاہ ان کی کچھ بھی ہو ہم گامزن ہیں ایک ساتھ
اپنی یکجہتی کو ہم سے وہ مٹا سکتے نہیں
جان ہے قربان اپنی ہند کے آئین پر
تیرے فرمانوں پہ ہم گردن جھکا سکتے نہیں
تیری کشتی ڈگمگاتی ہی رہے گی عمر بھر
خود ترے ملاح تیری جاں بچا سکتے نہیں
مشعلِ راہِ وطن تھے، آج بھی روشن ہیں ہم
روشنی عظمت کی ہرگز ہم گنوا سکتے نہیں

☆

یہ شوقِ دنیا مرے دل کا مدعا تو نہیں
جہانِ فانی کسی کا بھی آسرا تو نہیں
کسی کی آنکھ سے خونِ جگر بہا تو نہیں
جہاں میں ایسا کوئی واقعہ ہوا تو نہیں
ثبوت اس کی وفا کا ہمیں ملا تو نہیں
کہ ہم سا چاک گریباں کوئی ہوا تو نہیں
نیا نظامِ جہاں وہ کہاں سے لائیں گے
کہ انقلاب کا ان میں کچھ حوصلہ تو نہیں
قدم اٹھائیں تو منزل ہمیں نظر آئے
جہاں میں ایسا کھلا کوئی راستہ تو نہیں
جو تھا نصیب میں وہ مل گیا ہمیں عظمت
یہ عمر بھر کی وفاداری کا صلہ تو نہیں

سید خادم رسول عینی
فلیٹ نمبر۔103 وشنوا پارٹمنٹ
برلا گیٹ۔کرنول۔518001(آندھرا)
موبائل۔9527865833



عظمت علی عظمتؔ کی تقدیسی شاعری

آندھرا پردیش کے مشہور و معروف اور کہنہ مشق شاعر جناب محمد عظمت علی عظمتؔ کڑپوی سے میری پہلی ملاقات کرنول کے ایک مشاعرے میں ہوئی۔آپ کے کلام کے معیار اور آپ کے انداز بیان سے بہت متاثر ہوا۔شہر کرنول کی شعری نشست میں شعرا عام طور پر ایک بہاریہ کلام لکھ کر آتے ہیں۔لیکن یہ عظمت کڑپوی صاحب کی خصوصیت ہے کہ آپ ان نشستوں میں صرف مصرع طرح پر غزل ہی نہیں کہتے بلکہ نعت بھی پیش کرتے ہیں۔اس سے ان کے شعری بصیرت اور نعت گوئی سے انسیت کا پتہ چلتا ہے۔بے شک آپ نئے اور جوان شعرا کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

آپ کی غزلوں کا مجموعہ گزشتہ سال منظرِ عام پر آیا تھا جس کی رسمِ اجرا کرنول شہر میں ہمارے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔یہ خبر باعثِ مسرت ہے کہ غزلیہ مجموعے کی اشاعت کے سال بھر کے اندر ہی نعتوں پر مشتمل "چراغِ عقیدت" ریلیز ہونے والی ہے۔

نعت کہنا بہت ہی سعادت کی بات ہے۔اردو ادب کی دنیا میں ایسے شعرا ہیں جنھوں نے غزلیں تو خوب کہی ہیں لیکن نعت نہیں کہہ پایے۔ایک مشہور شاعر سے ممبئی میں جب میری ملاقات ہوئی تھی انھوں نے اس حقیقت کا انکشاف کیا تھا کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب انھوں نے پہلی بار ایک نعت کہنے کی کوشش کی تھی۔لیکن فقط تین مصرعے ہی کہہ پایے۔اس کے آگے اور بڑھ نہیں سکے۔بلکہ صاف بات یہ ہے کہ تین مصرعے لکھنے کے بعد ان کے ہاتھ کانپنے لگے اور آگے نہیں بڑھ سکے۔

خوش نصیب ہیں حضرت عظمت کڑپوی جن کو نعت کہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بہر حال نعت کہنا صحابۂ کرام کی سنت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی سنت ہے، حضرت حسان بن ثابت کی سنت ہے، حضرت کعب ابنِ زبیر کی سنت ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سنت ہے۔

نعت کہنا تابعین و اولیائے کرام کی سنت ہے۔حضرت امام احمد ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی سنت ہے، حضرت امام بوصری علیہ الرحمہ کی سنت ہے، حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی سنت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے پہلی بار نعت کہنے والے کے لیے ناعت کا لفظ استعمال کیا اور خود پر ناز کیا کہ وہ بھی ایک ناعتِ رسول ہیں۔

حضرت عظمتؔ کڑپوی قابلِ مبارکباد ہیں کہ آپ صرف غزل گو شاعر نہیں بلکہ ناعت بھی ہیں۔آپ نے منعوتِ گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ کی شان میں نعتیں خوب کہی ہیں۔میں نے ان کے مسودے کی زیارت کی اور اشعار کا بغور مطالعہ کیا۔اس کے بعد میرا یہ تاثر ہوا کہ آپ نے اپنے اشعار میں سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین ترجمانی کی ہے۔مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اسی پہ چل کر ہماری نجات ہے عظمتؔ۔ ہم اتباعِ رہِ مصطفےٰ کی بات کریں

ہر گام کامرانی قدم چومتی رہی
رحمت خدا کی آپ پہ ہر رہ گزر میں ہے
محمد مصطفےٰ صلِ علیٰ ہیں رحمتِ عالم
وہ ہم امت کی خاطر عزم بھی ہیں حوصلہ بھی ہیں
پیغام جو وحدت کا دنیا میں نبی لایے
اس دین کے دامن کو تم تھامے سدا رہنا
دیکھا جو کافروں نے پیارے نبی کا لشکر
میدان چھوڑ بھاگے شاہِ ھدیٰ کے ڈر سے
یہ نبی کی دعوت و تبلیغ کا انجام ہے
روشنی رشد و ہدایت کی جو صبح و شام ہے
مٹی تھی عداوت وہ دورِ نبی تھا
نہ تھی کوئی ظلمت وہ دورِ نبی تھا

نبی کے اسوۂ اعظم پہ ہم قائم رہیں عظمتؔ
نبی کی آرزو تھی اپنی امت ہو تو ایسی ہو
عظمتؔ شہہِ امم کا تصور تو کیجئے
پھر سادگی وہ رحمتِ عالم میں دیکھئے
ہمارے واسطے سوغات آقا لائے ہیں عظمتؔ
ہدایت کے لیے بے شک یہی آیتِ قرآں ہے
مرے آقا نے کھا کر چوٹ دشمن کو دعائیں دیں
کرم کا وصفِ اعلیٰ آپ کے پیکر سے ملتا ہے
سخاوت میرے آقا کی بڑی بے مثل ہے عظمتؔ
کبھی خالی نہیں لوٹا سوالی آپ کے در سے
رحم پرور تھے عظمتؔ ہمارے نبی
دشمنوں کو بھی اپنے لگائے گلے
یوں تو مقام آپ کا سب سے بلند ہے
رہتے مگر تھے آپ بڑی سادگی کے ساتھ

عظمت کڑپوی غزلیں بھی خوب کہتے ہیں۔اس لیے غزلیہ انداز میں بھی ان کے یہاں نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں۔رنگِ تغزل سے آراستہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مرے ذہن میں بس خیال آپ کا ہے
نگاہوں میں میری جمال آپ کا ہے
انھیں کی یاد سے مجھے سکون ہے قرار ہے
انھیں کے نام سے ہر ایک لمحہ خوشگوار ہے
ہے آپ کے چہرے پہ عجب نور کا ہالہ
ایسی نہ چمک دیکھی کسی لعل و گہر میں

نعت کے تین عناصر ہیں(۱)نبی کی مدحت(۲)نبی کے محبوب کی پذیرائی(۳)نبی کے اعدا کی مذمت

عظمت کڑپوی کے اس مجموعۂ کلام میں یہ بھی عناصر پائے جاتے ہیں۔اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نبی کے محبوبوں کی پذیرائی میں یہ چند اشعار پیش ہیں:

عظمتؔ جو تربیت میں تھے آقا کی صبح و شام
وہ بھی فروغِ دین کی بنیاد ہو گئے
جملہ صحابہ کے لیے محبوب آپ ہیں
جو عمر بھر نبھاتے رہے آپ ہی کا ساتھ
سنے ایوب انصاری تو چہرہ کھل اٹھا ان کا
کہ مہماں بن کے ان کے گھر سراپا نور آیا ہے

نبی کے اعدا کی مذمت میں یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

سرکار کے دشمن کی نہ قسمت میں ہے جنت
دوزخ ہے ٹھکانہ جو ہے غدار نبی کا
گستاخ تو ہر دور میں آتے ہی رہے ہیں
کب ان میں کوئی صاحبِ ایمان ہوا ہے

خدا سے دعا ہے کہ حضرت عظمت کی یہ حسین کاوش مقبولِ خاص و عام ہو اور بارگاہِ رسالت مآب میں اسے قبولیت کا شرف مل جایے۔

☆☆☆

ایک غزل

احترام ان کا دل وجاں سے ہمیشہ کرنا
ہاں مگر مدح میں تھوڑا بھی غلو نا کرنا
بات سیدھی ہے سمجھدار سمجھ جائیں گے
نہ کبھی بات کا بے جا کہیں چرچا کرنا
وہ نہیں مانیں گے گو لاکھ انہیں سمجھائیں
ان کا شیوہ ہے کہ ہر روز تماشہ کرنا
کیا رکھیں گے وہ زمانے میں کسی کا بھی خیال
جو نہیں جانتے خود اپنی توجہ کرنا
صرف اک رسمِ محبت کو نبھانے کے لئے
عمر بھر ان کی غلامی کا نہ وعدہ کرنا
زندگی اصل میں دریا ہے غموں کا گہرا
جو بھی مقدور ہے اس پر ہی گزارا کرنا
آخری سانس تلک جس کا مداوہ ہی نہیں
ایسی باتوں سے بھی پرہیز ہمیشہ کرنا
موسمِ گل ہو کوئی اور ہی موسم عظمتؔ
پھول کا کام ہے ہر حال میں مہکا کرنا

ڈاکٹر سید سلطان معین الدین حسینی
اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر حق اردو یونیورسٹی کرنول

عظمت علی عظمتؔ کی نعتیہ شاعری

مضبوط جن کے عزم ہیں اور حوصلے بلند
عظمت وہ سوچتے نہیں دن ہے کہ رات ہے

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی زندگی ذکرِ نبی مصطفیٰؐ میں گزرتی ہے۔ نعت کہنا، نعت سننا سب عبادت ہے۔ اگر یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ جزوِ ایمان بھی ہے اور عین عبادت بھی۔ حضرت حسان بن ثابت کو نعت گوئی میں جو اعزاز حاصل ہے اس پر سارے نعت گو شعرا کو فخر ہونا چاہیے۔ آپ کی پوری نعتیہ شاعری تو الگ بات ہے صرف ایک شاہکار شعر کو رہتی دنیا تک شعرا اور سخن شناس خراج پیش کرتے رہیں گے اور سر دھنتے رہیں گے۔ وہ شعر ہے:

وَ احسنَ مِنکَ لَم ترتط عَینی
وَ اجمل مِنکَ لَم تلد النساء
خلقت منزا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

حضرت حسان کی شاعری عہدِ نبوت کی ہے۔ قربان جائیں حضرت ابو طالب پر کہ آپ نے نبوت سے پہلے ہی نعتیہ اشعار کے ذریعہ آقا کی مدح سرائی کی ہے اور آقا کی مدح میں نعت کہنے کی ترغیب بھی دی۔ نعت گو شعرا کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ہر زمانے میں ہر زبان میں عاشقانِ رسول نے دنیا کے مختلف گوشوں میں رہ کر آفتابِ نبوت کی ضیا پاشیوں سے ساری دنیا کو منور کیا ہے۔ خود خالقِ کائنات نے ورفعنا لک ذکرك کے ذریعہ خود کو مدحانِ رسول میں شامل کرتے ہوئے اپنے بندوں کو حضور کی توصیف و تعریف کی دعوت
دی ہے اور عظمتِ مصطفیٰؐ کا ڈنکا بجایا ہے۔

کڑپا رائلسیما کا مشہور و معروف خطہ ہے جہاں اردو شعر و ادب کے لیے فضا ہمیشہ سازگار رہی ہے۔ اردو ادب کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں ابتدا سے ہی شعر و شاعری کا ماحول ہر دور میں گرم رہا ہے۔ یہاں کے ادبا و شعرا نے علم و ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ بڑے بڑے شاعر اس ادبی فضا میں اردو ادب کی ترویج کی خاطر سرگرم رہے ہیں۔

ان میں محمد عظمت علی عظمت کڑپوئی ایک نمایاں نام ہے جن کی ولادت ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ سولہ یا سترہ سال کی عمر سے آپ شاعری کرنے لگے۔ ابتدائی شاعری کے دوران مشاعروں میں شرکت اور اپنے پیش رو شعرا کی صحبت میں ان کی زندگی گزری ہے۔ شکیل بدایونی اور حسرت جے پوری کے اثرات ان پر مرتب ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایسے ہی ماحول میں اپنی شاعری کا آغاز کیا۔ ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے اب انھوں نے اپنی منفرد شناخت بنالی ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ بچپن سے اپنے بزرگوں کے ساتھ مشاعروں میں پابندی سے شرکت کرتے رہے، جس کے نتیجے میں انھیں بھی شعر گوئی کی تحریک ملی۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری کڑپہ کے ادبی ماحول کی مرہونِ منت ہے۔ اب تک ان کے دو مجموعے اشکِ درد اور پیامِ شوق شائع ہو کر اہلِ ادب سے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ ”چراغِ عقیدت“ ان کی نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ انھیں حضور اقدس ﷺ سے والہانہ عشق ہے۔ نعتیہ شاعری کے کئی لوازمات ہیں جن کی پاسداری کے بغیر خالص نعت نہیں کہی جاسکتی۔ عظمت صاحب کی نعتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے سرکار سے والہانہ عقیدت اور نیاز مندانہ وارفتگی کی کیفیت برقرار رکھنے میں حتیٰ القدور کوشش کی ہے اور اس راہ میں سرخرو گزرے ہیں۔ کلام سادہ مگر اس میں صلابتِ فکری اور استادانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے آقا سے بے پناہ عشق و عقیدت کی سرشارانہ کیفیت میں ڈوب کر نعتیہ شاعری کی ہے۔ مندرجہ اشعار اس کی گواہی دیتے ہیں:

اللہ کی حکمت ہے جو روزِ جزا ہونا۔ مومن کو مسلماں کو بھرپور سلہ دینا
کفار نے کیا وہ ستم جو نبی کے ساتھ۔ ایسا کیا نہ ہوگا کسی نے کسی کے ساتھ

انھوں نے اپنی دلی کیفیات کو انتہائی آسان اور عام فہم زبان میں پیش کردیا ہے اور بڑی ہنرمندی سے اللہ اور اس کے رسول کے باہمی رشتوں کی توضیح کی ہے:

پاتے ہیں لوگ جس سے ہدایت کی روشنی
چہرہ ہے ان کا آیتِ قرآن کی طرح
امن قائم کیا دنیا میں مرے آقا نے۔ آگ فتنے کی ہر اک دل سے بجھانے آیے
سکونِ دل ملا کرتا ہے عظمتؔ ان کی یادوں سے
جو ان کی یاد میں گزرے وہی دن رات کافی ہے

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس نعت کے مجموعے کو دنیا و آخرت میں عظمت عطا کرے اور اس مجموعۂ کلام کو مقبولیت حاصل ہو بطفیلِ یٰسین وطٰہٰ۔ ☆☆☆

ڈاکٹر وحید کوثر

سابق صدر شعبۂ اردو
آرٹس اینڈ سائنس کالج۔ادونی۔کرنول

عظمت علی عظمت کی فکری طہارت

ا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں منظوم اظہارِ خیال کو نعت کہتے ہیں۔نعتِ پاک کے موضوعات بے حد وحساب ہیں۔اس لیے بھی کہ اس ذاتِ اطہر کی جملہ صفاتِ مطہرہ کے تین پہلو ہیں۔ایک نوری دوسرا ملکی اور تیسرا بشری۔وہ نعت گو حضرات جن کی سمجھ اور رسائی اس ذاتِ لاثانی کے مذکورہ تینوں پہلوؤں پر رہی ہے اور انھوں نے جو طرزِ نعت گوئی کو اپنایا ہے وہ طرز موضوعاتِ نعت کے بے حد وحساب ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔سچ بھی یہی ہے کہ ایسے ہی نعت گو شعرا نے نعت گوئی کا ایک حد تک حق ادا کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ایسے نعت گو شعرا کا مقصد نعت گوئی قربِ ذات والا صفاتؐ کے کچھ نہیں رہا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ کی نوری وملکوتی صفات پر فی زمانہ خاموشی برتی جارہی ہے اور صرف بشری پہلوؤں کی وضاحت پر اکتفا کیا جارہا ہے۔حضورِ اقدس ﷺ کی بشریت ثابت ہے۔اس کا تسلیم کرنا لازم ہے لیکن یہ کوئی کمال نہیں۔ذاتِ اقدس کی صفات کو بشریت تک محدود کردینا ایمان کو خطرے میں ڈال دینا ہے۔نوری اور ملکوتی صفات کا تسلیم کرنا ایمان بالغیب کا جزو ہے۔اس پر یقینِ کامل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔بشری پہلو کے ذکر سے عقیدت تو پیدا ہوسکتی ہے دل میں محبتِ رسول کا جگہ پانا مشکل ہے۔اردو کی نعتوں میں نوری اور ملکوتی پہلو کا نہ پایا جانا شعرا کی کم علمی یا پھر عقائد کے جال میں پھنسے رہنا ہے۔ایسے نعت گو شعرا جنھوں نے حضور پرنور کے ذکر کو صرف آپ کی بشری صفات تک محدود رکھا ہے ان کی ہر دور میں اردو شاعری میں کمی رہی ہے۔اگر ہمارے نعت گو شعرا نعت گوئی کے ان بے حد وحساب موضوعات کو سمجھ پائیں گے تو پھر اردو نعتوں میں بھی ایمان وعشق کی حرارت پیدا ہوجایے گی اور اثر انگیزی میں بھی اضافہ ہوجایے گا۔ذوقِ نعت گوئی عطائے ایزدی ہے۔جس کو وہ پسند فرماتے ہیں وہی اس میدان میں کامیاب وکامراں رہے ہیں۔

محمد عظمت علی عظمتؔ کا تعلق کڈپہ سے ہے۔کڈپہ کی ادبی وعلمی تاریخ اپنے شاندار ماضی اور درخشاں حال کا بین ثبوت ہے۔عظمت صاحب کڈپہ کے ماضی قریب کے علمی وادبی ماحول کی پیداوار ہیں۔جس ماحول میں انھوں نے اپنا شعری سفر شروع کیا ہے وہ بلند پایہ شعرا اور قابل اساتذہ کی موجودگی سے چمک اٹھا تھا۔عظمت صاحب نے اپنے ماحول سے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔شعرا کی صحبتوں نے انھیں شعر کہنے پر مائل کیا ہے فنِ شعر سے آشنائی بخشی ہے اور مشقِ سخن نے ان کے اندر موجود صلاحیتوں کو نکھرنے اور سنورنے کے مواقع فراہم کیے ہیں۔

عظمت صاحب غالباً ۲۰۱۱ء میں کرنول آیے اور اسے اپنا وطنِ ثانی بنا لیا۔مرحوم یوسف جمیل جامعی صاحب کے توسط سے کرنول کی شعری وادبی محفلوں سے قریب ہوگئے۔فی زمانہ وہ ''بزمِ اردو'' کی شعری محفلوں میں روحِ رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔۲۰۱۷ء سے ۲۰۲۲ء کے دوران یعنی ان پانچ چھ سالوں میں ان کے دو شعری مجموعے اشکِ درد اور پیامِ شوق منظرِ عام پر آچکے ہیں جن پر اہلِ قلم اور اہلِ نظر حضرات نے اپنی آرا کا اظہار فرمایا ہے۔وہ کلاسیکی غزل کے شاعر ہیں۔ان کی غزلوں میں حسن وعشق کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ کی عکاسی بھی موجود ہے۔میرے خیال میں اب وہ عمر کی پچھترویں پائیدان پر ہیں۔باوجود اس کے ان کی چستی ومستعدی نوجوانوں کی سی ہے اس پر طرہ ان کا شعری ذوق اور مشاعروں میں شریک ہوکر کلام سنانے کی چاہ دیکھنے والوں کے دلوں میں جذبۂ رشک کو جگادیتی ہے۔اللہ تعالیٰ انھیں نظرِ بد سے محفوظ رکھے آمین۔

عظمت صاحب کا تیسرا مجموعۂ کلام ''چراغِ عقیدت'' منظرِ عام پر آرہا ہے۔امید ہے کہ اہلِ ادب خوش دلی سے اس کا استقبال کریں گے۔آخر میں ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

عظمتؔ مرے نبی کی جبیں پر جو نور ہے۔ایسی چمک بتاؤ کہاں کس گہر میں ہے
وہ محبوبِ خدا بھی ہیں امام الانبیا بھی ہیں۔محمد مصطفےٰ شمس الضحیٰ خیر الوریٰ بھی ہیں

سرور وکیف کا عالم رہے ہم پر قیامت تک
کہ جاں قرباں نبیؐ پہ ہو محبت ہو تو ایسی ہو

سخاوت میرے آقا کی بڑی بے مثل ہے عظمتؔ۔کبھی خالی نہیں لوٹا سوالی آپ کے در سے
خدا نے آپ کو بھیجا بنا کر رحمتِ عالم۔جو لے کر رحمتیں ہم پر محمد مصطفےٰ آیے
رحمت لقب زمانے میں شہرہ ہے آپ کا۔دونوں جہاں میں ہر گھڑی چرچا ہے آپ کا
عام ہے سب کے لیے فیض رسانی ان کی۔آپ کے ساتھ ہی رحمت کے خزانے آیے

☆☆☆

سعید رحمانی
مدیر اعلیٰ ادبی محاذ۔ دیوان بازار۔ کٹک۔ 753001 (اڈیشا)

عظمت علی عظمت کی شعری کائنات

گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی سے عظمت علی عظمتؔ کے فکر و فن کی شمع ضیا پاشی کرتی آرہی ہے۔ موصوف نے ایک ایسے علمی خانوادے میں آنکھیں کھولیں جو علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ آپ کے والد ماجد ڈاکٹر عبدالسلام اپنے وقت کے ایک معتبر شاعر تھے اور سلام کڑپوی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ نانا اور والد کے نانا بھی خوش فکر شاعر تھے۔ اس طرح شاعری عظمت صاحب کو ورثے میں ملی ہے۔ جس کو مزید جلا بخشنے میں وہ مصروف ہیں۔

شاعری کا شوق انھیں طالب علمی کے دور سے رہا ہے۔ مقامی اور آل انڈیا مشاعروں میں ہمیشہ شریک ہوتے رہے اور اپنے کلام سے نوازتے رہے۔ اس وقت کے جن معتبر اور کہنہ مشق شعرا کے ساتھ مشاعرہ پڑھا ہے ان کے نام ہیں: شکیل بدایونی، خمار بارہ بنکوی، عابد علی خاں عابد (ایڈیٹر روزنامہ سیاست)، حیدر علی خاں حیدرؔ، سنجر مدراسی، بیکل اتساہی، حسرت جے پوری، اسد بھوپالی، ابر احسنی گنوری، ساحر لدھیانوی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ ان مشاعروں میں شرکت کی بدولت ان کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور شعر کہنے کی تحریک بھی ملی۔ اس دوران ان کی تخلیقات بھی اخبارات و رسائل کی زینت بنتی رہیں۔ ان اخبارات و رسائل میں رہنمائے دکن، سیاست، منصف، سالار، نشیمن، پاسبان، شاعر، پرواز لدھیانہ قابلِ ذکر ہیں۔ منصبی فرائض کی ادائیگی کے سبب ان کی شعر گوئی میں کوئی ۳۵ سال کا وقفہ بھی رہا ہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد جب فراغت کے لمحے نصیب ہوئے تو ان کا تخلیقی سلسلہ پھر سے شروع ہوا جو تا حال جاری و ساری ہے۔

ان کا پہلا شعری مجموعہ "اشکِ درد" دیوان کی شکل میں شائع ہو کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ "پیامِ شوق" ان کی دوسری پیش کش ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی ابتدا حسبِ روایت حمدِ باری اور نعتِ پاک سے ہوئی ہے۔ اس میں شامل غزلوں کے مطالعہ سے عظمت صاحب کی فکری طہارت اور ان کے سماجی، اخلاقی و سیاسی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ ان غزلوں میں جہاں ایک طرف عصرِ حاضر کے تپتے ہوئے صحرا کی تمازت کا احساس ہوتا ہے وہیں دوسری طرف جمالیات کی شبنمی ٹھنڈک بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ عصری تناظر میں پہلے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

وقت آیا ہے وہی واقعہ دہرانے کا
مسکراتے ہوئے خود دار پہ چڑھ جانے کا

بس دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ فنا ہوا
یہ لہلہاتے باغ بیابان ہو گئے

دن دہاڑے لوٹنے کو ہیں لٹیرے جانِ من
ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں وہ ترے سامان پر

لوگوں کی آہ و زاری کا عالم بپا رہا۔ طوفانِ ظلم و جور کی بارش نہ کم ہوئی

کچھ ایسے لوگ ہیں چہرے بدلتے رہتے ہیں
جو ابنِ وقت ہیں تم ان کو پارسا نہ کہو

چاہ کس کو جینے کی ہے آج کل۔ مشکلوں میں زندگی ہے آجکل

یہ اشعار ایک ایسے آئینہ خانہ کی طرح ہیں جس میں عہدِ حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ آج ہم جس پیغمبرانہ دور سے گزر رہے ہیں اس کا ہر لمحہ کرب و بلا کی اذیت ناکی سے دوچار ہے۔ سچ کے علمبرداروں کو زیبِ صلیب و دار کیا جاتا ہے، دن دہاڑے لوٹ مار کا بازار گرم ہے، نفرت کے شعلے بھڑک رہے ہیں جن کی زد میں آکر لہلہاتے باغ ویران ہونے لگے ہیں، ظلم و جور کا سلسلہ جاری ہے۔ منافقین کی بھی کمی نہیں جو ابن الوقت بن کر موقع و محل کے اعتبار سے اپنے چہرے بدلتے رہتے ہیں۔

ان غزلوں میں جمالیاتی کیف و کم بھی قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتا ہے۔ اس ضمن میں چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

یہ نگاہیں یونہی نیچے ہی رہیں گی کب تک
اور کب تک ہے ارادہ ترے ترپانے کا

سامنے میرے ہے کہسار تو پیچھے کھائی
راستے سہل نہیں پاس ترے آنے کا

سب کے سب غش میں آ کے وہیں گر گئے
ان کی نظروں سے نظریں ملانے کے بعد

یہ جنونِ عشق کی ہے انتہا۔ جس طرف چاہوں میں دلبر دیکھ لوں

عشقیہ موضوعات کی ترجمانی میں تہذیب وآداب کا اس طرح خیال رکھا گیا ہے کہ ان میں سوقیانہ پن کی بجائے فکری طہارت کی پاسداری پائی جاتی ہے نیز یہ اشعار عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کا زینہ طے کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شاعری اور شاعر کی شخصیت میں گہرا ربط ہوتا ہے۔اس لیے شعوری یا لاشعوری طور پر ایسے شعر وارد ہوجاتے ہیں جن میں شاعر کی حساس طبیعت، داخلی کرب اور ذاتی مشاہدات و تجربات کا پورا منظر نامہ سامنے آجاتا ہے۔اس مجموعے میں ایسے بہت سارے اشعار مل جاتے ہیں جن میں شاعری کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔مثلاً یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بے قراری کو عظمت قرار آگیا
مسکراتے ہیں اب ہم زمانے کے بعد

سمجھے نہ کوئی ہم کو ہم ناتواں ہیں
طبیعت ہماری جواں آج بھی ہے

بہ نہ آنکھ کسی کی نہ دل دکھے عظمت۔ کبھی کسی کو خدارا برا بھلا نہ کہو

ہم سیدھے سادے لوگ ہیں اور صاف گو بھی ہیں
ہرگز ہمیں نہ اوچھے تماشے دکھایئے

یہی دیکھا ہے دنیا میں جو تیزی سے ابھرتے ہیں
ہوا کے ایک ہی جھونکے سے وہ نیچے اترتے ہیں

لے کر ہزاروں خواہشیں ہم بھی جیا کیے
یوں حسرتوں میں زیست ہماری گزر گئی

ان اشعار کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ شاعر قناعت پسند، صابر وشاکر ہے۔مشکلوں کو بھی ہنس کر ٹال دیتا ہے، کسی کی برائی اور عیب جوئی اسے پسند نہیں، وہ صاف گو بھی اور اور طبیعت میں سادگی پائی جاتی ہے، اسے اس بات کا بھی تجربہ ہے کہ ''ہر عروجے را زوال است''، اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کی کبھی خواہشیں پوری نہیں ہوتیں۔ان اوصاف کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعر بڑا حقیقت پسند ہے۔اس لیے نامساعد حالات میں بھی وہ صابر وشاکر رہتا ہے۔

ان غزلوں میں سلاستِ زبان و بیان کے ساتھ ساتھ تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔فنی شعبدہ بازی سے گریز کرتے ہوئے انھوں نے اپنے اشعار کو بوجھل ہونے نہیں دیا ہے۔عام سادہ الفاظ اور پاکیزہ خیال سے اس طرح شعری فضا ہموار کی ہے کہ یہ غزلیں سادگی کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے ساتھ شعری کائنات کا روشن استعارہ بن گئی ہیں۔نہ ان میں بلند بانگ دعوے ہیں اور نہ ہی متصوفانہ موشگافیوں سے کام لیا گیا ہے بلکہ شاعری کا مدھم لہجہ، اسلوب کی شائستگی اور لفظوں کا متناسب درو بست ایسے اوصاف ہیں جن کی بدولت یہ مجموعہ عوام وخواص میں یکساں طور پر انجذ ابِ توجہ کا مرکز بن سکتا ہے۔امید واثق ہے کہ ادبی حلقوں میں خوشدلی سے اس کی پذیرائی کی جایے گی۔آخر میں انھیں کے اس شعر پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا

تا دمِ زیست زمانے میں ہمیں یاد کریں
ہم کو اس دنیا میں ایسا بھی کچھ کر جانا ہے

☆☆☆

دو غزلیں

منزل تلک پہنچنے کا یہ راستہ نہیں
کہتا ہوں میں یہ بات کوئی مانتا نہیں

لگتا ہے مجھ سے جان کے کترا رہے ہیں لوگ
جیسے کہ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں

بیٹھا ہے تاک میں لئے خنجر کو اس طرح
جیسے کہ سر کو جسم سے وہ کاٹتا نہیں

ہمدرد اس جہاں میں تو مل جائیں گے بہت
جو دردِ دل ہے میرا کوئی بانٹتا نہیں

ہم نے بچا کے رکھا تھا مدت سے آج تک
ان کی نظر سے بچنے کا اب راستہ نہیں

جیسے ہیں اجنبی کی طرح کوئے یار میں
عظمت ہمیں یہاں کوئی پہچانتا نہیں

☆

راستہ سہل کوئی ایسا دکھایا جائے
کارواں زیست کا پھر راہ پہ لایا جائے

راہ گیروں کی سہولت کے لئے راہ نما
راستہ ایک نیا اور بنایا جائے

محفلیں ایسی کہاں ہیں کہ جو روداد سنیں
جی میں جو آئے وہ افسانہ سنایا جائے

جو حقیقت ہے یقیناً وہ نظر آئے گی
جن کی آنکھوں پہ جو پردہ ہے اٹھایا جائے

ایسی تدبیر کوئی ہے تو بتا دینا ہمیں
کیسے سویا ہوا ارمان جگایا جائے

یاد میں ان کی ابھی اشک رواں ہیں عظمت
یہ وہ صدمہ نہیں جو دل سے بھلایا جائے

ستار ساحر
سابق صدر شعبۂ اردو
ایس وی یونیورسٹی۔ تروپتی

''چراغِ عقیدت'': چند تاثرات

شاعری کا مقصد نام و نمود حاصل کرنا ہو سکتا ہے، دربار داری اور روٹی کا حصول بھی نیز طبع بھی شعر کہنے پر آمادہ کرتی ہے۔ شہر کرنول میں سکونت پذیر کہنہ مشق شاعر محمد عظمت علی عظمتؔ کڑپوی کی شعر گوئی شاعری سے ان کی طبعی مناسبت اور اس کی موزونیت کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ موصوف کو شاعری ورثہ میں ملی ہے۔ انھوں نے خود ''اپنی بات'' میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''میرے نانا مرحوم مولانا عبدالعزیز عمری تراب کڑپوی اپنے وقت کے عالم نیز مذہبی و اخلاقی شاعر تھے''۔ مزید یہ کہ موصوف کے شعری ذوق کے پروان چڑھنے میں ان کے والد محترم اور چچا دونوں کا کردار اہم رہا ہے کیونکہ دونوں جب بھی مشاعروں میں شرکت کرنے جاتے تو عظمت علی عظمتؔ کو بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

شہر کڈپہ کی سرزمین کی دل نوازی کا یہ عالم ہے کہ برسوں سے روحانی فیوض و برکات، مذہبی و ادبی کارناموں، تہذیبی اقدار، غرقہ وارانہ ہم آہنگی اور شستگی و شائستگی کی اپنی ایک شاندار تاریخ رکھتی ہے۔ عظمت علی عظمتؔ کا ان سب سے متاثر ہونا لازمی تھا کہ انھوں نے شہر کڈپہ کی خوشگوار ادبی و شعری فضا میں اپنی عمر کا معتدبہ حصہ گزارا، جہاں وقفہ وقفہ سے عالیشان کل ہند طرحی اور غیر طرحی مشاعروں کا انعقاد عمل میں آتا رہا ہے اور موصوف کی خوش قسمتی کہ انھیں اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے ہی میں انتہائی مستند اور معیاری مقامی اور بیرونی شعرا کی موجودگی میں مشاعرے پڑھنے کا موقع ملا جس کا تذکرہ انھوں نے ''اپنی بات'' میں کیا ہے۔

بعض بزرگ مگر سرگرمِ عمل شخصیات سے ملاقات پر یہ انگریزی مقولہ پردۂ ذہن پر دستک دیتا ہے:

There is a difference between senior citizen and an old age person During old age people seek for support, it does not matter.

عظمت علی عظمتؔ کی مشاعروں میں مستقل شرکت اور تصنیف و تالیف کی مسلسل کامیاب کوششوں نیز ان کی فعالیت کی بنا پر میں انھیں Senior Citizen میں شمار کرتا ہوں جس کے لیے موصوف کے شعری مجموعے اشکِ درد اور پیامِ شوق میرے اس قول پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں جن کی ادبی حلقوں میں اطمینان بخش پذیرائی ہوئی۔

عظمت علی عظمتؔ نے اردو کی بیشتر اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ موصوف کا زیرِ مطالعہ شعری مجموعہ ''چراغِ عقیدت'' ان کی نعوتِ پاک پر مشتمل ہے۔ حضورِ اقدس رحمۃ اللعالمین جناب محمد رسول اللہ کی محبت اور عقیدت کے اظہار پر ہر معاملہ بے انتہا نازک ہے۔ اخلاص، جذبۂ عشق میں شدت پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا کی محبت فرہاد کو کوہ کن اور قیس کو مجنوں بنا سکتی ہے تو پھر شاہِ امم سے عشق کی حدیں متعین کرنا چہ معنی دارد۔

دراصل حضور ﷺ کی محبت ایک روحانی طاقت ہے۔ نعتیہ مضامین کے ماخذ قرآن اور حدیث ہیں۔ قرآن مجید میں رسولِ مقبول کی نعت کے مضامین ملتے ہیں۔ حقیقتاً عائشہؓ نے خلقِ محمدی کی تعریف میں اخلقہ القرآن کہہ کر ساری کتابِ آسمانی کو نعت کے موضوع سے مربوط کر دیا ہے۔ قرآنِ کریم کے بعد مستند طور پر جہاں نبی کا ذکر ملتا ہے ان میں سب سے بڑا ذخیرہ حدیث کا ہے۔ بیشتر احادیث میں آپ کی تعریف ملتی ہے۔ سیرت و شمائل کی تمام حدیثیں اس میں شامل ہیں۔ احادیث کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں صحابۂ کرام نے آپ کی ذاتِ بابرکت سے متعلق تعریفی جملے بیان کیے ہیں۔ اس میں آپ کے اخلاقِ حسنہ، اوصاف، سیرت اور کردار، رفتار و گفتار، معاشرت، تعلقات اور معاملات، آپ کی نشست و برخاست، غرض زندگی کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ سے متعلق مدحیہ اور نعتیہ جملے منقول ہیں۔

ہر نعت گو شاعر کم و بیش مذکورہ نکات کے پیشِ نظر شعر کہنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ عظمت علی عظمتؔ نے اپنے نعتیہ مجموعہ ''چراغِ عقیدت'' میں کیفیت کے اعتبار سے تقریباً یہی مضامین پیش کیے ہیں۔ مجموعہ کے عنوان سے ظاہر ہے کہ ان کی نعتوں میں حضور ﷺ سے عقیدت کا عنصر غالب ہے اور یہی عقیدت ان کے لیے راحتِ جاں، سکونِ دل اور کامیابی کا ضامن ہے۔

ہے دل میں مرے جو نبی سے محبت ۔ اسی سے ہے حاصل سکون اور راحت

منور ہیں شام وسحر زندگی کے۔جوروشن ہے دل میں چراغِ عقیدت

مجموعے کی ابتدا شاعر نے حمد سے کی ہے جو صالح روایت ہے۔

تعریف کے لیے تو خدا ہی کی ذات ہے
حمد وثنا میں جس کی یہ کل کائنات ہے

اس بات سے انکار نہیں کہ بیشتر شعرا کے نعتیہ مضامین میں یکسانیت پائی جاتی ہے تاہم شاعر تشبیہہ، استعارہ وکنایہ سے کام لے کر اپنے مضمون کو دوسروں سے ممیّز کرتا ہے۔مثال کے طور پہ عظمتؔ کا یہ شعر دیکھیں:

عظمتؔ مرے نبی کی جبیں پر جو نور ہے
ایسی چمک بتاؤ کہاں کس گہر میں ہے

حضورِ اقدسؐ کی سیرتِ مبارکہ کے بعض اہم پہلوؤں پر نعت گو شعرا نے بہت کم توجہ دی ہے۔اس کا سبب مضامین کا Comfort Zone ہو سکتا ہے۔یعنی یہ بات شاعر کے ذہن میں محفوظ ہے کہ

باخدا دیوانہ باش وبا محمد ہوشیار

عظمت علی عظمتؔ نے کہیں کہیں نئے نعتیہ مضامین پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً

یتیم اور تنگ دستوں کے لیے جود وسخا بھی ہیں
وہ آزادیٔ غلاموں کی صدائے ابتدا بھی ہیں

تکنولوجی کی غیر معمولی ترقی نے انسان کو انتہائی مصروف کر دیا ہے اور تساہل کا شکار بھی۔آج انسان کے لیے دنیا ہی سب کچھ نظر آتی ہے اور اس کو آخرت کی ذرا بھی فکر نہیں۔وہ اس حقیقت کو بھول گیا ہے کہ اس دورِ فانی سے ایک دن اس کی رخصت لازمی ہے۔حتیٰ کہ قوم وملت کے نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد اس غلط فہمی کا شکار ہوتی رہی ہے اور دنیا داری میں مشغول ہی نہیں بلکہ غرق ہوتی جارہی ہے جب کہ صحابۂ کرام کی زندگی ایک نمونہ ہے کہ انھیں سرکار کی صحبت کس قدر اہم اور انمول تھی۔عظمتؔ کا شعر ہے:

سرکار کی رفاقت اصحاب چاہتے تھے۔مطلب نہیں تھا ان کو دنیا کے مال وزر سے

آج ہر انسان نظم ونسق کی بے راہ روی اور ناہمواریوں کو شدت سے محسوس کر رہا ہے۔اس کے باوجود کچھ لوگ ذاتی مفاد کے لیے تو بعض خوف میں مبتلا ہو کر ظالم حکمراں کی زیادتیوں کو مجبوراً برداشت کر رہے ہیں۔اس تناظر میں عہدِ نبوی سے متعلق شاعر کی رائے بے حد اہمیت رکھتی ہے:

عہدِ نبی خود امن وسلامت کا عہد تھا
وہ نظم ونسق طرزِ منظم میں دیکھیے

یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ "چراغِ عقیدت" اسم بامسمّیٰ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں عظمت علی عظمتؔ اور ہر امتی کی عقیدت کے چراغ روشن نظر آتے ہیں، جو کفر والحاد کی گہری تاریکیوں کو دور کر دیتے ہیں، جو ایمان کی پختگی کے ضامن ہیں، عقیدت کے ہر چراغ کا اجالا قوم کو اللہ تعالیٰ سے قربت اور رسولِ اکرم کی رحمت عطا کر سکتا ہے۔اس میں شامل نعتوں میں نبی اکرم کی تعلیمات وپیغامات نیز سیرۃ النبی سے متعلق اکثر وبیشتر پہلوؤں کو پیش کرنے کی سعادت شاعر نے حاصل کی ہے۔ساتھ ہی اس کا مطالعہ قاری کے لیے اطمینان اور تسکینِ قلب کا باعث بھی ہوگا۔یہاں ایسے چند اشعار پیش ہیں جو اس قول کی تصدیق کرتے ہیں اور شاعر کے شعری وقار میں اضافہ بھی کرتے ہیں:

یقین رکھتے ہیں ہم اللہ اور محبوب پر اس کے
ہمارے واسطے دشواریاں راحت کا ساماں ہیں

صلہ کیا خاک دیں گے دنیا والے نعت گوئی کا
صلہ عظمتؔ یقیناً داورِ محشر سے ملتا ہے

سمجھ میں اس کے کیا آئے گا رتبہ سرورِ دیں کا
کہ جس کا جسم پتھر کا کہ جس کا دل ہے پتھر کا

بعد از خدا بزرگی میں ہے ذات آپ کی
حکمت سے تھی نہ خالی کوئی بات آپ کی

غلام جتنے تھے ان کو ملی ہے آزادی
ترس رہے تھے زمانے سے بام ودر کے لیے

روایت عائشہؓ کی اس طرح مشہور ہے عظمتؔ
کہ خود قرآن وصفِ مصطفیٰؐ شاہد زمانہ ہے

یتیموں کی کفالت آپ سے سیکھی ہے دنیا نے
ہر انساں سے محبت آپ سے سیکھی ہے دنیا نے

کسی بھی مجموعے کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ماضی کی بہ نسبت حالیہ دور میں کتابوں کی طباعت واشاعت کے لیے ہر طرح کی سہولیات حاصل ہیں اور اردو کی ادبی وشعری کتابیں کثرت سے شائع ہونے لگی ہیں۔لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اردو والے اردو کتابیں یا اخبارات خرید کر پڑھتے نہیں ہیں۔اس پس منظر میں کتابوں کی طباعت خونِ جگر کا مطالبہ کرتی ہے۔ایسے میں ضروری ہے کہ ہم اردو والے اردو کتابیں اور اخبارات خرید کر پڑھیں اور اردو زبان کی بقا کے ضامن بنیں۔

بہر حال اس نعتیہ مجموعہ کی اشاعت پر میں عظمت علی عظمتؔ کڑپوی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔موصوف نے بارگاہِ رسالت مآب میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔مجھے پوری امید ہے کہ اس کا مطالعہ قاری کے ذہن ودل کو منور کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

☆☆☆

عظمت علی عظمت کی تخلیقی کائنات

حمد و نعت

حمدِ باری تعالیٰ

تعریف کے لیے تو خدا ہی کی ذات ہے
حمد و ثنا میں جس کی یہ کل کائنات ہے
وہ راہِ راست پر ہیں نہیں نفس کے غلام
اللہ کی مدد جو سدا ان کے ساتھ ہے
ہر حال میں ادا کرو شکرِ خدا ضرور
راضی خدا ہو جس سے اسی کی نجات ہے
اصحاب سارے کرتے رہے خدمتِ نبی
احساس تھا نہیں انھیں دن ہے کہ رات ہے
رکھتا ہے دل میں جو بھی کوئی آخرت کا پاس
اس کے لیے ہمیشہ خوشی کی برات ہے
یادِ خدا میں رہتے ہیں مصروف جو سدا
عظمتؔ وہ سوچتے نہیں دن ہے کہ رات ہے

نعتِ پاک

خدا کی حمد کریں مصطفیٰ کی بات کریں
ہمیشہ سنتِ خیر الوریٰ کی بات کریں
ہم وصفِ صاحبِ جود و سخا کی بات کریں
خدا کے پیارے حبیبِ خدا کی بات کریں
فلک سے لاتے ہیں جبریل بھی درود و سلام
نبی پاک کی ہم بھی ثنا کی بات کریں
کہ جن کے نور سے چاروں طرف اجالا ہے
چلو کہ ہم اسی بدرالدجیٰ کی بات کریں
ہر ایک گوشۂ دنیا میں روشنی پھیلے
اندھیرے دور ہوں شمس الضحیٰ کی بات کریں
اسی پہ چل کے ہماری نجات ہے عظمتؔ
ہم اتباعِ رہِ مصطفیٰ کی بات کریں

نعتِ پاک

شہرِ طیبہ کا وہ پُرنور اجالا دیکھوں
اے خدا میں تری قدرت کا نظارہ دیکھوں
روضۂ شاہِ دو عالم کا علاقہ دیکھوں
دل میں ارماں ہے کئی بار مدینہ دیکھوں
امتی آپ کا ادنیٰ سا ہوں میرے آقا
خواب ہی میں سہی میں آپ کا چہرہ دیکھوں
مجھ کو دیدارِ شہہِ دیں کا شرف ہو حاصل
اک نظر چہرۂ اطہر کا میں جلوہ دیکھوں
تشنگی اپنی بجھانے کے لیے محشر میں
جامِ کوثر کو میں ہونٹوں سے لگاتا دیکھوں
عمر بھر چلتا رہوں دینِ مبیں پر عظمتؔ
خود کو پابند شریعت کا ہمیشہ دیکھوں

نعتِ پاک

راحت رساں ہے کتنی ولادت رسول کی
سب انبیا سے بڑھ کے ہے عظمت رسول کی
کل انبیا نے دی تھی بشارت رسول کی
دنیا میں آخری ہے نبوت رسول کی
کرتی رہے گی گر وہ اطاعت رسول کی
بھٹکے گی راہ کیسے یہ امت رسول کی
ہو اپنے دل میں ہر گھڑی الفت رسول کی
چھوٹے نہ ہم سے کوئی بھی سنت رسول کی
روشن تھی مثل چاند کے صورت رسول کی
اعلیٰ تھی اور بالا تھی سیرت رسول کی
عظمتؔ بسر ہو عمر مری راہِ راست میں
ہے جان سے بھی پیاری شریعت رسول کی

نعتِ پاک

آقا ہمارے سرورِ ہر دو جہان ہیں
سارے پیمبروں میں وہی عالی شان ہیں
نقشِ قدم نے آپ کے منزل دکھائی ہے
ہر اک قدم پہ اس کے ہی روشن نشان ہیں
میرے نبی کے چہرۂ اطہر کے نور سے
پُرنور کس قدر یہ زمیں آسمان ہیں
گستاخ شر پسندوں سے کہہ دے کوئی ذرا
سرکار پر نثار مرے قلب و جان ہیں
یکتا ہیں، بے نظیر ہیں، سب سے جدا ہیں وہ
بندوں میں سارے میرے نبی عالی شان ہیں
عظمتؔ ہیں ان کی رحمتیں یکساں ہر ایک پر
سرکار کی نظر میں سبھی ایک جان ہیں

نعتِ پاک

جو نبی کے عہد میں تھی وہ مثالی زندگی
ہے دعا رب سے ہو ایسی ہی ہماری زندگی
آپ کے آنے سے پہلے زندگی تھی بے مزہ
خوابِ غفلت میں ہمیشہ سو رہی تھی زندگی
ساری دنیا کو ملی راحت مرے سرکار سے
لوٹ کر آئی جہاں میں مسکراتی زندگی
تم عبادت ہی کرو فرمایا یہ سرکار نے
اس طرح فردوس کی تم کو ملے گی زندگی
زندگی میں کامیابی اس نے پائی ہے سدا
آپ کے نقشِ قدم پر جس کی گزری زندگی
قولِ آقا پر عمل کرتے رہو عظمتؔ سدا
سچ کی راہوں میں ہمیشہ گزرے اپنی زندگی

عظمت علی عظمت کی تخلیقی کائنات

غزلیات

1

انتظار ختم ہوا آئی ملاقات کی رات
تھی تصور میں وہ برسوں سے خیالات کی رات
لطف جینے کا مزہ مجھ کو ملے یا نہ ملے
کاش کچھ اور ٹھہر جاتی ترے ساتھ کی رات
یہ حسیں رات ذرا اور حسیں ہو جائے
تجھ سے منسوب ہے یہ شعر کے نغمات کی رات
ایک دن خون رلائے گی تجھے اے ہم دم
یاد آئے گی مری تجھ سے ملاقات کی رات
ہے کسے فکر سبھی اپنی جگہ ہیں محفوظ
شام طوفانی ہو یا موسمِ برسات کی رات
عید کی خوشیوں کا پیغام سنانے عظمتؔ
اوج سے جیسے اتر آئی ہے بارات کی رات

2

زمیں پر وہی آسماں آج بھی ہے
کہ قائم یونہی یہ جہاں آج بھی ہے
اسی شاخ پر آشیاں آج بھی ہے
مہکتا سا یہ گلستاں آج بھی ہے
محبت جو دل میں سمائی ہوئی تھی
وہی کیفیت جانِ جاں آج بھی ہے
نہ سمجھے کوئی ہم کو ہم ناتواں ہیں
طبیعت ہماری جواں آج بھی ہے
نہ بدلا ہے صدیوں سے جو ذائقہ ہے
یہ اردو ہے شیریں زباں آج بھی ہے
جو ہے سائباں سر پہ اپنے اے عظمتؔ
زمانے سے یہ سائباں آج بھی ہے

3

یاد آئیں گے وہ اک زمانے کے بعد
ایسا لگتا نہیں بھول جانے کے بعد
رات بھر جاگتے آنکھ ملتے رہے
چین دل کا گیا دل لگانے کے بعد
زندگی بھر یونہی ہم تڑپتے رہے
وہ ہمیشہ ہیں خوش آزمانے کے بعد
سب کے سب غش میں آئے وہیں گر گئے
ان کی نظروں سے نظریں ملانے کے بعد
ایسا لگتا نہیں وہ سنبھل جائیں گے
ٹھوکریں دربدر لوگ کھانے کے بعد
بے قراری کو عظمتؔ قرار آگیا
مسکراتے ہیں اب ہم زمانے کے بعد

4

مہرباں تیری نظر یار کہاں تھی پہلے
اتنی پیاسی و طلب گار کہاں تھی پہلے
کیفیت دل کی یوں سرشار کہاں تھی پہلے
اس طرح حسرتِ دیدار کہاں تھی پہلے
آرزو دل کی سوئے دار کہاں تھی پہلے
یوں فدا ہونے کو تیار کہاں تھی پہلے
جرأت آموزئ حالات تھے ہمدم ورنہ
اتنی مضبوط یہ دیوار کہاں تھی پہلے
ہر کوئی صحنِ گلستاں میں چلا آتا تھا
باڑ ایسی بھی یہ پر خار کہاں تھی پہلے
یہ تو سازش ہے کسی دشمنِ جاں کی عظمتؔ
ورنہ حائل کوئی دیوار کہاں تھی پہلے

5

اک نظر میں بندہ پرور دیکھ لوں
جلوہ ساماں نور پیکر دیکھ لوں
اک لڑی میں سارے گوہر دیکھ لوں
چاند سورج اور اختر دیکھ لوں
ڈوبتی کشتی کا منظر دیکھ لوں
جی میں آتا ہے سمندر دیکھ لوں
دل کی شاید دوریاں مٹ جائیں گی
دو قدم میں ساتھ چل کر دیکھ لوں
یہ جنونِ عشق کی ہے انتہا
جس طرف چاہوں میں دلبر دیکھ لوں
جس کو آنکھوں سے نہ دیکھا تھا کبھی
اس کو عظمتؔ دل کے اندر دیکھ لوں

6

رشتے یہاں ہمیشہ بن بن کے ٹوٹتے ہیں
لبریز جام جیسے ہاتھوں سے چھوٹتے ہیں
فریاد بے کسوں کی سنتی کہاں یہ دنیا
جو مضطرب ہیں اپنا سر روز کوٹتے ہیں
وہ ہم سفر نہیں ہیں رہزن ہیں راستوں کے
سامان زندگی کے اکثر جو لوٹتے ہیں
وہ غیر تو نہیں ہیں وہ ہیں عزیز اپنے
ان کو منائیں کیسے جب ہم سے روٹھتے ہیں
محفوظ ہے کہاں اب دہشت گروں سے دنیا
لوگوں کا دن دہاڑے سب کچھ ہی لوٹتے ہیں
عظمتؔ نظر سے ان کو ہر پل بچائے رکھنا
غنچے جو ڈالیوں پر کھلتے ہیں پھوٹتے ہیں

ڈاکٹر آفاق فاخری
جلال آباد، امبیڈکر نگر

اشفاق برادر کی نثری نظمیں
ایک مطالعہ

صنف نظم کی تعریف میں سید احتشام حسین اپنے مضمون" آزاد نظم کا تاریخی وفنی ارتقاء" میں رقمطراز ہیں:

"جب نظم کا لفظ شاعری کی ایک خاص صنف کے لئے استعمال ہوتا ہے تو ان سے مراد ہوتا ہے اشعار کا ایسا مجموعہ جس میں ایک مرکزی خیال ہو اور ارتقائے خیال کی وجہ سے تسلسل کا احساس پیدا ہو سکے اس کے لئے کسی موضوع کی قید نہیں نہ اُس کی ہیئت ہی متعین ہے"۔

(بحوالہ جدید ادب منظر پس منظر اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۸۰)

اس سے ظاہر ہوا کہ صنف نظم میں خیالات کے اظہار کے لئے کسی قسم کی ہیئتی پابندی نہیں ہے ایک مرکزی خیال نظم میں اہمیت رکھتا ہے صنف نظم کے تعلق سے ڈاکٹر وزیر آغا کی اس تحریر کا اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

"کسی صنف ادب کا مزاج اس کی اہمیت سے بڑی حد تک ہم آہنگ ہوتا ہے مثال کے طور پر نظم چونکہ تجزیاتی مطالعہ کی جانب سے اس لئے نظم نے مختلف تاثرات کے اظہار کے لئے ہیئت کے بہت سے مختلف تجربات کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے تاہم نظم کی اکائی ایک مصرع یا ایک شعر نہیں بلکہ خود نظم ہے۔ دراصل نظم میں کسی تاثر کا ایک ایسا بھرپور اظہار ہوتا ہے کہ اسے جب تک از اول تا آخر پڑھا یا سنا نہ جائے اس کے مطالب ذہن کی گرفت میں نہیں آسکتے۔"

(بحوالہ "تنقید اور احتساب" ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۲)

اشفاق برادر بنیادی طور پر ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جو عصری آگہی اور عصری حسیت کے نمائندہ افسانہ نگار سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ماضی سے اپنے شعور کو ہم رشتہ کیا اور روایت سے وابستگی قائم رکھی ہے اس لئے ان کی ہر طرح کی نظمیں ایک فنی رکھ رکھاؤ سنجیدگی، متانت، لطافت اور شعور کی پختگی اور روانی پائی جاتی ہے۔

اشفاق برادر کی نثری نظموں کا مجموعہ "دیکھو تو ذرا" کا مطالعہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کی نظموں میں عہد گزشتہ کی تلخیوں کے پیش نظر موجودہ عہد میں زمانے کی ہواؤں کو باقاعدہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ "دیکھو تو ذرا" کا انتساب عہد حاضر کے صاحب طرز ادیب منفرد شاعر اور ممتاز نثر نگار ڈاکٹر مخمور کاکوروی کے نام ہے جو حق بحقدار کے مصداق ہے۔

اشفاق برادر بہرحال موصوف سے ذہنی وفکری طور پر متاثر اور معترف ہیں ایک نظم ڈاکٹر مخمور کاکوروی کے عنوان سے ہے جو اس مجموعے میں شامل ہے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

ایک جیتے جاگتے پیکر میں/رنگ محسوس کرتا ہوں
شائستگی، انسانی دوست/ ہمدردی، ایمانداری، انکساری
کام کرتا ہوا/ راہ دکھاتا ہو
سب کچھ اوڑھ لینے کا جذبہ/ مسلسل کم ہوتا جارہا ہے
پرانی راہوں میں راہیں
نئے جوش وجنوں میں
ولولوں سے بڑھتا ہوا
زرخیز مٹی کا ستارہ
نام ہے ان کا
ڈاکٹر مخمور کاکوروی

(ڈاکٹر مخمور کاکوروی، صفحہ ۱۱۳)

اشفاق برادر کی نثری نظموں میں ایک مقصدیت کارفرما ہے جو نظم کی افادیت اور مقصدیت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ان کی نظموں میں حالات وکوائف کی بھرپور عکاسی اور ترجمانی ملتی ہے۔ انہوں نے اپنے واردات قلبی اور ذاتی محسوسات کو اپنے خیالات کی بنیاد پر نظم کے مرکزی خیال سے وابستہ کرکے ایک اپنی شکل عطا کی ہے جو قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی ہے۔ چند نظمیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

خیالوں کو گوندھ کر/اِک بت بنایا
کڑی دھوپ میں/برف کی طرح
وہ بہہ رہا تھا/اور میں، چپ چاپ
بس دیکھ رہا تھا/کچھ دیر بعد

برف نہیں رہی/مگر خیالات
زمین پر پڑے/رو رہے تھے......

(خیالات، صفحہ ۲۶)

آؤ
پھر شروع کر دیں رہنا
غاروں میں/کیونکہ خود فریبی کے جنگل
اُگ آئے ہیں ذہنوں میں
رشتے بکواروں کے سائے
ڈستے ہیں انسانوں کو/اب اُٹھ رہا ہے پردہ
جنگ وجدل اور نعروں کا/تاجر۔ آج بھی ہیں موجود
ذہنوں اور جذباتوں کے/اسقاطِ حمل، ہو مویکس
وباؤں سے پاک/زندگی
محفوظ تو ہوگی......

(زندگی، صفحہ ۳۲)

اشک ٹپکا/زمین پر
اور جذب ہو گیا/اپنی تاثیر لیے ہوئے
اب زمیں/اُگا رہی ہے
کرب کے پیڑ......

(اشک، صفحہ ۳۸)

آسان ہے/بھول جانا
یہ سوچ کر بڑ میں بھول گیا
اپنی کرستانیاں/مگر جو پودا
میں نے لگایا تھا/تناور درخت بن کر
اپنی پہچان/بتا رہا ہے
میں نادم سا/ڈر جاتا ہوں
دیکھ کر......

(اپنی پہچان، صفحہ ۴۷)

ساری رات/کٹ گئی/ترستی رہ گئی
نیند
خاموش/لبادے میں
خوابوں/خواہشوں
وسوسوں کے درمیاں
صبح ہو گئی......

(صبح ہو گئی، صفحہ ۶۰)

ایک خواب دیکھا/بوڑھی آنکھوں نے
صبح۔ کب آئے گی/سوچ فکر کا
ایک لمبا راستہ بیت گیا/میں تو اب
جواں بھی نہیں ہوں
کہیں ایسا تو نہیں
موت ہی/میرا خواب ہو......

(خواب، صفحہ ۶۶)

شاخ پر/بیٹھے ہوئے لوگ
ہنس رہے تھے/چلو نجات ملی
غلاظت سے/تبھی شور اٹھا
کچھ باہری لوگ ہیں/اور چاہتے ہیں پناہ
پنچایت ہوئی/حکم سنایا گیا
پناہ دی جاتی ہے/اب فضا میں/غلاظت نہیں تھی
کیونکہ
شاخ ٹوٹ چکی تھی......

(شاخ، صفحہ ۹۶)

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشفاق برادر کی نثری نظموں میں فکری معنویت اور مقصدیت موجود ہے ان کی نظموں کے تعلق سے عصر حاضر کے ممتاز ناقد عشرت ظفر کی یہ تحریر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ''اشفاق برادر کی تمام نثری نظمیں ان احساسات سے پر ہیں ان واقعات کی غماز ہیں جو کرہ ارض پر بالخصوص جنوبی ایشیا و مغربی ایشیا و شمالی افریقہ کے کچھ حصوں میں نمایاں ہو رہے ہیں انہوں نے اپنے حال میں ماضی کے حوالے سے بھی دیکھا جوان کی بے باکی و فکری آزادی کا روشن استعارہ ہے''۔

☆☆☆



فن وشخصیت

ایم نصر اللہ نصر
ShalimarApartment
3/A,SatyanBoseRoad
Block-C,Bakultala.
Howrah-7111009(W.B)

مطیع اللہ نازشؔ اپنے تراوشِ خام کے آئینے میں

کٹک (اڈیشا) کے فنکاروں میں ایک اہم نام محمد مطیع اللہ نازشؔ کا بھی شامل ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں اہل قلم کی کمی نہیں رہی۔ ڈاکٹر پروفیسر کرامت علی کرامت ، حفیظ اللہ نیولپوری ، سید شکیل دسنوی ، سعید رحمانی ، عبدالمتین جامیؔ ، سہیل اختر ، خالد رحیم ، احسن امام احسن ، سید نفیس دسنوی ، پروفیسر ڈاکٹر محمد قمرالدین خان اور مطیع اللہ نازشؔ جیسے بے شمار ادیب وشاعر ، ناقد ومبصر جنم لیتے رہے ہیں اور اپنی ادبی خدمات سے اس سرزمین کا نام روشن کرتے رہے ہیں‘ سنگلاخ زمین کو لالہ زار بناتے رہے ہیں اور اردو ادب کو شادابی عطا کرتے رہے ہیں ۔ اردو کا مرکز نہیں ہونے کے باوجود یہاں کے ادبی سرمایہ کو صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں آج بھی جو ادب لکھا جارہا ہے اس کی گونج ملکی اور غیر ملکی سطح پر سنائی دیتی ہے۔ چونکہ مجھے مطیع اللہ نازش کے ادبی خدمات سے کلام مقصود ہے اس لئے باتیں اسی دائرے میں محدود رہیں گی۔

موصوف کا اصل نام محمد مطیع اللہ ہے، شہرت مولانا مطیع اللہ نازشؔ کے نام سے ملی۔ ۲۵ر نومبر ۱۹۵۸ء کو دیوان بازار کٹک (اڈیشا) میں پیدا ہوئے ۔ یہیں پرورش پائی اور تعلیم وتربیت بھی حاصل کی۔ ملازمت بھی درس وتدریس کی ملی اور سبکدوشی بھی یہیں سے ہوئی ۔ کئی ادبی اور تدریسی اداروں کے انتظامیہ میں اہم رکنیت سے سرفراز رہے۔ لکھنے پڑھنے کا شوق آغاز سے ہی رہا تھا اس لئے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ، جن میں عکسِ بصیرت (مطبوعہ ۲۰۰۷ء) شامل ہے اور جس کو فاضل اردو (ایم اے) اڈیشا اسٹیٹ بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ، اور پلس ۳ آنرس اردو ، اتکل یونیورسٹی کے نصاب تعلیم داخل کرلیا گیا ہے ۔ عکسِ تہذیب (۲۰۱۵ء) ، اڈیشا میں اردو نثر نگاری (۲۰۱۸ء)، عکسِ معاشرہ (۲۰۱۹ء) اور کشکول اردو ادب (۲۰۲۱ء) شامل ہیں ۔ ان کے علاوہ بھی درسی اور غیر درسی کتابیں تصنیف وتالیف کرتے رہے ہیں۔ مطیع اللہ نازش صاحب نہایت ہی مخلص ، مہربان اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ شریف النفس اور عبادت گذار بھی ہیں ۔ دین سے ان کو خاص لگاؤ ہے ، دینیات کی باتیں زیادہ کرتے ہیں۔ اسلام کے ارکان کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے۔ دین کی عمرانیات کا مطالعہ ان کو ضرورت سے زیادہ ہے، ان کی تحقیق وتشہیر کا شوق رکھتے ہیں ۔ دین سے گمراہ لوگوں کی رہنمائی کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ دین میں جو خرافات شامل ہو چکی ہیں۔ وہ ان کی صفائی چاہتے ہیں ۔ اسلام کی اور مسلمان کی صحیح تصویر پیش کرنا ان کے تراوش قلم کا مقصد ہے۔

نہایت ہی اختصار کے ساتھ وہ اپنی گرانقدر تصانیف منظر عام پر لاتے ہیں ۔ جن سے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں ۔ وہ ایک اچھے نثر نگار اور شاعر ہیں ، باکمال ہنرور ادیب اور تنقید نگار بھی ہیں ۔ ان کی دو کتابیں عکسِ معاشرہ اور کشکول اردو ادب زیر مطالعہ ہیں ۔ عکسِ معاشرہ اسلامی عمرانیات پر ان کی ایک اہم کتاب ہے۔ جو دو ابواب پر ہے، پہلا باب ہے اسلامی ادب اور ہمارا معاشرہ اور دوسرا باب ہے اردو ادب اور ہمارا معاشرہ ۔ یہ کتاب ۵۵۲ر صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب میں عمرانیات کی تاریخ سلیقے سے پیش کی گئی ہے ۔ جیسے نیا سال مبارک ہو ، سنہ ہجری کا آغاز ، یوم عاشورہ ، رسم تعزیہ ، اسلامی اور عیسوی سال کی ابتدا ، جشن سال نو (عیسوی اور اسلامی) ، اغیار کی نظر میں آپ ﷺ ، تعلیم نسواں کی اہمیت اور افادیت ، اصلاح معاشرہ کی باتیں ، حسن اخلاق کی باتیں ، مدرس ، امام اور مؤذن کی باتیں ، عیدالفطر اور جود وسخا کی باتیں ، خدمت خلق کا جذبہ ، اسلام میں سالگرہ منانا غیر اسلامی عمل ، اتحاد کی افادیت ، اپریل فول اور اسلامی تہذیب ، داڑھی کے مسایل اور جہاد و دہشت گردی کے اہم معاملات وغیرہ ۔ اسی طرح دوسرے باب میں ادب کا مطالعہ ہے ذہنی ارتقا کا باعث ۔ اس کے علاوہ دیگر ادبی وتنقیدی مضامین پر مشتمل ہے۔

یہ سارے ایسے مسائل اور معاملات ہیں جن سے انسان واقف ہو کر بھی ناواقف سا عمل کرتا ہے۔ اس کی حقیقت اور سچائی پر موصوف نے کھل کر بحث کی ہے۔ اس لئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا ہر مسلمان کا لازمی حصہ ہے۔ یہ کتاب کسی کو مجبور تو نہیں کرتی مگر اس کے علم میں اضافہ ضرور کرتی ہے۔ اسے شرک کے عمل سے بچاتی بھی ہے اور نیک راہ پر چلنے کی ترغیب بھی دیتی ہے ۔ دین کی تعلیمات میں اضافہ کرتی ہے ۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ موصوف نے

بہت بڑی بڑی باتیں کی ہیں اور بڑی تحقیق پیش کی ہیں۔لیکن آج کے اسلامی معاشرہ اور اہلیانِ ملت کے لئے بے شک یہ ایک بڑا کام ہے جس اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔

کشکول اردو ادب ان کی دوسری کتاب ہے۔یہ کتاب انتقاد وادبیات اور نثری منظومات کا نفیس مجموعہ ہے۔اس کتاب کی اہمیت وافادیت کیا ہے اس کے عنوانات بتا سکتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

''ادب کا مطالعہ کیوں ضروری ہے''، نگارشات اردو ادب کا تاریخی جائزہ، ترقی پسند ادب، اردو وفیات نگاری، اردو سفر نامے، اردو مرقعنگاری، سوانح نویسی اور خودنوشت نگاری، اردو میں مکتوب نگاری، اردو نثر اور تحریک آزادی، اردو کے فروغ میں مدارس کا کردار، فن ترجمہ نگاری، آزادی کے بعد اڈیشا میں اردو شاعری، اردو شعروادب میں سانیٹ، ترائیلے، گجرا، ہائیکو اور ماہیہ نگاری، دوہا اور نثری منظومات وغیرہ۔اس کتاب میں ان کے بیس سے زاید نثری نظمیں شامل ہیں۔جو مختلف عنوانات پر مشتمل ہیں، وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔بقول سابق پروفیسر آف اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ''اسے دیکھتے ہوئے مجھے بار بار یہ محسوس ہوا کہ نازش صاحب کی نثری نظمیں پروفیسر خورشید الاسلام کی نثری منظومات کے مجموعہ ''جستہ جستہ'' اور سجاد ظہیر کے مجموعہ ''پگھلا نیلم'' کو آئینہ دکھاتی ہے''۔

مذکورہ عنوانات سے منکشف ہوتا ہے کہ موصوف کو اردو شعروادب وفن اور فنکاری پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ان کی ان تحاریر اور مباحثے قاری کس قدر مستفید ہوسکتا ہے یہ قاری پر منحصر ہے۔ویسے یہ تضیع اوقات کا سبب نہیں۔فضولیات گوئی بھی نہیں، ذہنی ورزش اور گرانباری کے اسباب بھی نہیں بلکہ قیمتی معلومات سے کم نہیں۔اس کتاب کی تصنیف کے محرک اڈیشا اردو اکاڈمی کے سکریٹری ڈاکٹر مشیر عالم ہیں جن کی ترغیب اور مشورے پر یہ کتاب لکھی گئی اور شائع ہوئی۔اس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں اور اکاڈمی شکریے کا حقدار۔

مولانا مطیع اللہ نازش بے شک نازشِ فکروفن، نازشِ علم وادب اور نازشِ تراوش قلم ہیں۔وہ اسلامی ادب اور اردو ادب کا طالب علم ہوتے ہوئے بھی اچھی صلاحیت کے مالک ہیں۔

انہوں نے ادب کے جس عنوان کو زیر بحث لایا ہے۔اپنی بساط بھر کوشش کی ہے کہ قاری کو معلومات کے ساتھ سرشاری بھی حاصل ہو۔۳۸۶ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب اہل علم ودانش کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔یہ بات درست ہے کہ کوئی بھی تحریر، تخلیق یا تصنیف خامیوں سے پاک نہیں ہوتی، سو اس میں بھی ہوسکتی ہے مگر قاری وناقد کا مثبت نظر ہونا بھی ضروری ہے۔کسی کی کوششوں کو سراہنا ہمارا وطیرہ ہونا چاہئے۔موصوف محبِ وطن ہی نہیں بلکہ محبِ اردو بھی ہیں۔ان کو اپنی زبان سے کافی انسیت ہے۔انہوں نے اس کی شیرینی اور چاشنی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قاری کو بھی اپنے مطالعے کا حصہ دار بنانے سے گریز نہیں کیا ہے۔انہوں نے اردو ادب کے متعدد اصناف کی تشکیل وتعمیر اور فنی لوازمات کو اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے۔جن سے واقفیت ان کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی ہوسکتی ہے۔بے شک یہ کتاب اردو ادب کے خزانے میں بیش بہا اضافہ ہے۔اس میں شک نہیں کہ انہوں نے کافی محنت اور مطالعہ سے کام لیا ہے۔ان کے اس ادبی جہاد کے لئے بہت بہت شکریہ۔

☆☆☆

سیدخادمِ رسول عینی
UnionBank Of India,
Branch.:Bhusawal
TimberMarchent.Bhusawal
Dist:Jalgaon-425201



چاند کا سفر۔۱

بھارت کے ارتقا کا سفر چاند کا سفر
ہے مرجِ شعور ونظر چاند کا سفر
سارے مما
لک اس پہ کیے جا رہے ہیں رشک
ہے یوں نشانِ فتح وظفر چاند کا سفر
استاد سے یہ کہتے ہیں
بچے محل کے سب
ہم کو کرائیے گا کبھی چاند کا سفر
سائنسا دانِ اسرو پر ہے سائنس کو فخر
ناسا کا بھی ہے رشکِ ہنر چاند کا سفر
اول بنایا ہند کو کل کائنات میں
جانب جنوب کی ہے سفر چاند کا سفر
ہمت نہ ہاریں ہم کبھی بڑھتا رہے قدم
دل میں بسا گیا یہ اثر چاند کا سفر

سید خادم رسول عینی
UnionBankOfIndia
TimberMarket.BHusawal
Dist:Jalgaon-425202(M.S)



فوزیہ ردا کا "سپتک" میری نظر میں

محترمہ فوزیہ اختر ردا اردو ادب کی دنیا میں عالم گیر شہرت رکھتی ہیں۔ آپ صرف شاعرہ ہی نہیں بلکہ مضمون نگار بھی ہیں اور صحافی بھی۔ آپ صدائے بسمل ویکلی کے ادب اطفال کے گوشے کی ادارت بہت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہیں۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ بنام "صاحب" نظر سے گزرا تھا جو بہت ہی دلکش اور لطف اندوز ہے۔ اب غزلوں کا بھی مجموعہ منظر عام پر آچکا ہے جسے پریس فار پیس فاؤنڈیشن یو کے نے شائع کیا ہے۔

آپ کو مشاعروں میں بھی غزلیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کے پڑھنے کا انداز بہت نرالا ہے اور مسحور کن بھی۔ سب سے پہلے ردا کے بارے میں جانکاری ہمیں ایک واٹس ایپ گروپ "بزمِ دنیائے ادب" سے ملی۔ دنیائے ادب میں آپ کو کئی طرحی مشاعروں میں غزل کہتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کے اشعار میں پائی جانے والی نسائی نزاکتوں سے میں بے حد متاثر ہوا تھا۔ آپ کے اشعار میں روانی اور بے ساختگی قدرتی محسوس ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ ذاتی طور پر بہت خلیق اور مخلص شخصیت ہیں اور ادبی معاملات میں اپنے ادبی دوستوں کی ہر ممکن مدد بھی کرتی ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی اور ترقی کی ضامن بھی بنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ردا کی موجودہ کتاب بنام "سپتک" اس وقت پیشِ نظر ہے، جس میں ایک حمد، ایک نعت، ایک نظم اور متعدد غزلیں شامل ہیں۔ اس میں شامل پہلی غزل کی ردیف "رہی ہوں میں" بے حد انوکھی اور منفرد ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

اک شخص کیا چلا گیا گلشن کو چھوڑ کر
اس موسمِ بہار میں کملا رہی ہوں میں

اس غزل کی ردیف سے ہی آپ کی نسوانی نزاکت ظاہر ہے ورنہ کئی شاعرات نے غزلوں میں واحد متکلم مذکر کے طور پر استعمال کیا ہے، جب کہ ردا نے اپنی مختلف غزلوں میں واحد متکلم مونث ہی استعمال کیا اور اس طرح خود کے عورت ہونے پر فخر کیا ہے اور خودداری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ آپ نے اشعار کے ذریعہ مختلف انداز سے خودداری کا اظہار کیا ہے مثلاً یہ اشعار دیکھیں۔

تمہارے بن بھی زندہ ہیں۔ تمہیں بس یہ بتانا ہے
اس کو غرور ہے کہ ملے گا نہ اب کبھی۔ ہے دولتِ خلوص انا میرے پاس بھی

غزل میں حسن و عشق کی باتیں ہوتی ہیں۔ ردا کے غزلیہ اشعار بھی رنگ تغزل کی لطافت سے خالی نہیں ہیں مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھیں۔

آپ کے دل میں بھی کیا میرا۔ آنا جانا ہو سکتا ہے
وہ اگر چاہے تو بس ایک جھلک دکھلا کر۔ دل کے ویرانے کو گلزار بھی کر سکتا ہے
وہ تھا کہ مجھ سے ہوتا گیا اور دور دور۔ ملنے کی اس سے بڑھتی گئی اور پیاس بھی
سیراب تیرے لمس کی قربت نے کر دیا۔ منسوب تجھ سے یادوں کی بارات ہوگئی
اس کا نظر ہی بھر کے فقط دیکھنا ردا۔ میرے لئے تو قیمتی سوغات ہوگئی
اپنی منزل کی دید کی خاطر۔ راہ میں ماہ رو ضروری ہے
ہونے آج وہ ملتفت ہم پہ فوزیہ
لو پھنسنے پھنسانے کے دن آرہے ہیں
حیرت زدہ ہے آئینہ بھی مجھ کو دیکھ کر۔ یوں تیرے انتظار نے چہرہ بدل دیا
کبھی آئیں نہ جس میں ہجر کے پل۔ میں ایسا دن منانا چاہتی ہوں
اس کی یادوں کے سائبان میں ہوں۔ کتنی محفوظ اس جہان میں ہوں
دیکھا ہے جب سے اس کو۔ اک درد ہے جگر میں

ان کی غزلوں میں موضوعات صرف حسن و عشق کے نہیں ہیں بلکہ آپ کے اشعار میں موضوع کا تنوع پایا جاتا ہے، کہیں سماجی و اصلاحی باتیں ہیں تو کہیں فلسفیانہ گفتگو، کہیں سیاسیات پر گفتگو تو کہیں ماحولیات و اقتصادیات پر باتیں، کہیں رجائیت کا اظہار ہے تو کہیں سائنسی افکار ہیں؛ کہیں غمِ ذات تو کہیں غمِ کائنات۔ گویا ردا کی شاعری میں مقصدیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزلیں اردو دنیا میں مقبول خاص و عام ہیں۔ غزلیہ اشعار میں ردا کا فلسفیانہ اسلوب ملاحظہ فرمائیں۔

آئینہ منتظر ہے فوزی جب۔ کیوں بھلا عکس سے نفرت کرنا
عشق جب سے ہے آشناؤں میں۔ ایک زنجیر سی ہے پاؤں میں
تغافل آزمانا چاہتی ہوں۔ میں خود کو بھول جانا چاہتی ہوں
ٹلنے لگیں جب آفتیں تدبیر ہی کے ساتھ۔ تقدیر کی لکیر پہ حیران ہو گئے
ملتا نہیں ذرا بھی۔ انسان اک بشر میں
سنو! مجھ کو نہ اب آواز دینا۔ کہے جاتا ہے کوئی اس جہاں سے
محبت سے صدا دی منزلوں نے۔ قدم ہم بھی بڑھانے لگ گئے ہیں

رداؔ کے اشعار میں غمِ ذات کا اظہار ہے اور غمِ کائنات کا بھی۔ آپ نے جگہ بہ جگہ اپنے اطراف کے لوگوں سے شکوؤں پر مبنی اشعار کہے ہیں، یہ ان کی آپ بیتی بھی ہو سکتی ہے۔

پروا نہیں ہے جن کو ہمارے کلام کی۔ ہم ان کے ہی کلام پہ قربان ہو گئے
منھ سے کہتا ہے اور کچھ وہ رداؔ۔ اور اشارے دعا کے ہوتے ہیں
فوزیؔ محبتیں ہیں وہی چار سو مگر۔ ہاں وقت نے بھی کا رویہ بدل دیا
چھپا ہوتا ہے دھوکہ جس کے دل میں۔ نگاہیں کب ملانا چاہتا ہے

رداؔ کی غزلوں میں کئی ایسے اشعار ہیں جن میں رجائیت کے تعلق سے باتیں کی گئی ہیں۔ یہ اشعار بہت پر لطف ہیں۔ ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ رداؔ کی شخصیت میں رجائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کبھی بھی کسی سے مرغوب نہیں ہوتیں، بلکہ ہمیشہ اپنی سوچ مثبت رکھتی ہیں۔ اس نوعیت کے چند اشعار بھی آپ ملاحظہ فرمائیں۔

کیونکر جہاں میں ظلم کو فوزیؔ رہے ثبات
ہر رات کے لئے ہے کسی اک سحر کا ساتھ
آجائے گی خبر کبھی فصلِ بہار کی۔ بس اے رداؔ امید نے بہلا دیا مجھے

شاعر کی شاعری اس وقت کامیاب سمجھی جاتی ہے جب وہ اپنے اشعار میں حقائق کے ساتھ ساتھ محاکات کا بھی استعمال کرے، پیکر تراشی کرے، مفہوم میں جمالیات لے کر آئے۔ رداؔ کے کئی اشعار میں ہمیں بہت ہی لطف اندوز پیکر ملے، لمسی بھی اور بصری بھی ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

موجوں کے اضطراب سے گھبرا رہی ہوں میں
ساحل سے بار بار بھی ٹکرا رہی ہوں میں
ویسے تو مری ذات میں شامل ہے سدا وہ
خاموشی سے دریاؤں کے دھارے نہیں ملتے
دنیا کے گلستاں کے بھی پھول کھلے ہیں
اس دل کے چمن میں ہی نظارے نہیں ملتے
ماہِ امکان فوزیہ اختر۔ ایک مدت سے ہے گھٹاؤں میں
عشق کے دریا میں تو ہوتی رہی ہلچل سدا۔ اپنے دل کی جستجو کو بادباں سمجھی تھی میں
آنکھ میں جم گیا ہے کہرا بھی۔ بحر بھی بے لباس پھرتا ہے

تشبیہات، استعارات و علامات شاعری کی جان ہوتے ہیں۔ جب شاعر اپنے مفہوم پیش کرتے وقت شعر میں ان محاسن کا استعمال کرتا ہے تو شعر میں چاشنی آجاتی ہے اور قاری کو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ رداؔ نے بھی کئی مقامات پر تشبیہات، استعارات اور علامات کا برملا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے مثلاً۔

ذرے کو آپ نے مہرِ انور بنا دیا۔ اور خار کو بھی پھول کا بستر بنا دیا
آقا نے اپنی خاکِ کفِ پا کے فیض سے۔ ہر اک غبارِ دشت کو گوہر بنا دیا
ارمانوں کے جھولے میں۔ جھولنا بھی سوغاتی ہے
دریائے درد نے مرا لہجہ بدل دیا۔ بدلا گھڑا کبھی تو کنارا بدل دیا
اک صحیفے کی طرح آنکھ میں اترا پانی
اب کہاں میں ہوں کہاں خواب کا میٹھا پانی
چاہت کی چاندنی میں تو چھپتا نہیں بدن۔ اب روح پر عیاں ہے تمہاری نظر کا ساتھ
اشکوں کے سمندر میں کنارے نہیں ملتے۔ اب ڈوبنے والوں کو سہارے نہیں ملتے
آج پھر ایک یاد کی تتلی۔ منڈلاتی رہی ہواؤں میں
فاختہ تھک کے گرنے والی ہے۔ چند لفظوں کو اب لگاؤ، پر
ٹلے گی دھوپ کیسے وہ گزر سے۔ کہ سایا اک سہانہ چاہتی ہوں
رداؔ شب کی مسافت کہہ رہی ہے۔ ستاروں کا ٹھکانہ چاہتی ہوں
بجلی سی گر چکی ہے۔ اک خواب کے نگر میں
ادھر حسنِ رخِ گل۔ ادھر اک طور تھا دل
نقاب ان کا الٹ گیا ہے۔ کریں گے شمس و قمر تماشہ

رداؔ سائنس کی طالبہ تھیں اور سائنس کی معلمہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے شعر میں سائنسی افکار بھی پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

وہ تنکا ڈوبنے سے ہے گریزاں۔ جسے دریا ڈبونا چاہتا ہے

اس شعر میں Archimedes Principle کا استعمال کیا گیا ہے۔

بات آئینے سے نہیں ممکن۔ درمیاں میں حجاب ہے بابا

اس شعر میں Science of Optics کے قوانین کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ رداؔ نے موجودہ زمانے کے سائنسی آلات کا بھی موثر طریقے سے ذکر کیا ہے، جیسے یہ شعر دیکھیں۔

ربط رکھنے کے واسطے ہمدم۔ فون پر گفتگو ضروری ہے

رداؔ کے اشعار میں صنعت لفظی و صنعت معنوی کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر صنعت تجنیس کا حسن اس شعر میں دیکھیں۔

اک دل فریب شخص نے ازراہِ دوستی
دنیا کے ہر فریب سے ملوا دیا مجھے

صنعت تضاد سے مزین چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اول بھی ہے تو اور تو آخر بھی ہے یارب
اک ذات ہے تیری ہی سدا جس کو بقا ہے
عبارت مختصر یہ کہہ رہی ہے. مکمل اک فسانہ چاہتی ہوں
چلنا بھی تھا ضروری۔ رکنا نصیب ٹھہرا
وعدے تمام وصل کے کافور ہو گئے۔ فرقت نے شہرِ ذات کا نقشہ بدل دیا

صنعت محاورہ کے استعمال سے شعر اور کلام کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے۔ ردا نے اپنے اشعار میں محاورات کا برجستہ استعمال کر کے اپنی قادرالکلامی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

خاک دردر کی چھان کر تم بھی۔ فکرِ اہل وعیال کرتے ہو
شیخ جی ہیں ایک ٹیڑھی کھیر۔ ان کو سیدھا خیال کرتے ہو

تعلّی ایک ایسی صنعت ہے جسے ہر شاعر کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی اپنے کلام میں استعمال کرتا ہے اور اپنی شخصیت وشاعری کی تعریف وتوصیف کرتا ہے۔ اور اسی طرح تحدیث نعمت کا اظہار کرتا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ رضا بریلوی کا یہ شعر دیکھیں۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں

محترمہ فوزیہ اختر ردا نے بھی چند اشعار میں صنعت تعلّی کا استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھیں۔

فوزیہ کا کوئی جواب نہیں۔ وہ بڑی خوش کلام عورت ہے
اک تنوع سارہا جو یوں مرے اشعار میں۔ قافیہ میری غزل کا فوزیہ ہونا ہی تھا

مندرجہ بالا دونوں اشعار حقیقت پر مبنی ہیں۔ ردا کی خوش کلامی کا ایک جہان معترف ہے اور ردا کے مجموعہ کلام "سپتک" سے یہ انکشاف ہو جاتا ہے کہ آپ کے اشعار میں تنوع ہے۔ مختلف مضامین اور مفاہیم پر مبنی آپ اشعار کہتی ہیں۔ کہیں انقلابی مضامین ہیں تو کہیں سماجی مفاہیم، کہیں نوجوانوں کو ابھارنے کے لئے اشعار کہے گئے ہیں تو کہیں ماحول کو سدھارنے کے لئے۔ مندرجہ ذیل اشعار میرے اس دعوے کی دلیل ہیں۔

مشکل سے دوچار نہ ہوتے۔ تو رستے ہموار نہ ہوتے
عریانیت کا دور ہے کیسا نہ پوچھئے۔ کہنے کو تو سبھی ہیں یہاں خوش لباس بھی
تو نے سرحد پہ گرائی ہیں ہزاروں لاشیں۔ تیرا دشمن تو ترے گھر کے ہی اندر نکلا
ماؤں کے سر سے چھین لی جن لوگوں نے ردا۔ وہ لوگ ایسے فعل سے شیطان ہو گئے
بھلا بیٹھیں نہ ہم ورنہ ہمارا۔ پکارے ہے ہمیں سجدہ ہمارا
بیوی کے ساتھ بخت کا نقشہ بدل گیا۔ اک دن میں ماں کی آنکھ کا تارا بدل گیا
مانا کہ اس جہاں میں ہے مکاریوں کا دور۔ معصوم ہستیوں نے بھی دھوکہ دیا مجھے

ہم نے مضمون کی شروعات میں یہ لکھا تھا کہ ردا کی شاعری میں نسوانی نزاکتیں، بہت متاثر کن ہیں۔ نسوانی لہجے کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وہ اگر چاہے تو مصروف ردا کو رکھے۔ اور اگر چاہے تو بیکار بھی کر سکتا ہے
اپنی زباں سے کہہ نہ سکی ایک لفظ میں۔ آنکھوں کی وہ سمجھ نہ سکا التماس بھی
بن چکی ہے ردا فقط اس کی۔ شور یہ کوبکو ضروری ہے
وہ ایک رازِ دل تھا، چھپایا تھا برسوں۔ کسی کو بتانے کے دن آرہے ہیں
سنتا نہیں ہے عقل کی یہ بات فوزیہ۔ دل کو اگرچہ پیار سے سمجھا رہی ہوں میں
مجھے مل جائے گر شانہ ترا۔ اسی پر آشیانہ چاہتی ہوں
مرے در پر وہ لوٹے گا یقیناً۔ اسے اپنا بنانا چاہتی ہوں

جس کو اپنا کہہ رہی ہو آج تم۔ وہ تمہارا فوزیہ پہلے سے تھا
ابھی تک تھام کر رکھا ہم نے ضبط کا دامن۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھ سے پانی نکل آئے
کھلاؤ پھول ایسا سامنے میری نگاہوں کے
جسے دیکھوں تو اندر سے یہ ویرانی نکل آئے

غرض یہ ہے کہ ردا کے کلام میں روایت بھی ہے اور جدت بھی۔ جدیدیت بھی ہے اور مابعد جدیدیت بھی۔ فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی۔ ترکیب الفاظ کی عمدگی بھی ہے اور معنویت کی فراوانی بھی۔ تفریحی سامان بھی ہے اور اصلاحی پیغام بھی ہے اور پیچیدگیاں بھی، رنگ تغزل بھی ہے اور حس شعریت بھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پوری ادبی دنیا میں بہت ہی مقبول ومعروف ہیں۔ اسی لئے ہم نے آپ کی توصیف میں کبھی کہا تھا

تم ادب کے آسماں کا روشن انجم بے بدل۔ بالیقیں خود کہکشاں تم پر فدا اختر ردا
تم مدیرہ، شاعرہ بھی اور صحافی لاجواب۔ تم ہو دنیائے سخن میں ماہرہ اختر ردا
"سپتک" "دصاحب" "تمہاری ہیں کتابیں خوبرو۔ کرتی ہو تم شاعری سب سے جدا اختر ردا
تیری نثریں اور نظمیں دیکھ کر سارا چمن۔ ہو گیا دیوانہ تیرا فوزیہ اختر ردا
کیا دبئی ہو کیا ہو سیریا کیا ہو لندن جرمنی۔ تیرا چرچا ہو رہا ہے جا بجا اختر ردا

☆☆☆

احسان مکرم پوری
At/P.O:MukarrampurViA:Pandaul
Dist:Madhbani-847234(Bihar)

ایک غزل

درد کی آگ میں پہلے ڈالا مجھے
اپنے سانچے میں پھر اس نے ڈھالا مجھے
میں جہالت کی تاریکیوں میں تھا گم
علم کی روشنی نے اجالا مجھے
رنج وغم میری فطرت میں شامل نہیں
رب نے اعزاز بخشا نرالا مجھے
سید المرسلیں ہے وہ محسن مرا
غم کی دلدل سے جس نے نکالا مجھے
زندگی کی توجہ کا عالم ہے یہ
موت دینے لگی ہے سنبھالا مجھے
اور احسان کچھ دے نہ دے مجھ کو رب
حسنِ اخلاق کا دے اجالا مجھے



فن وشخصیت

محمد مطیع اللہ نازش
D/203,DarusSalam
129,CDA Sector-8,Cuttack-14

اڈیشا میں اردو شعروسخن کا درخشندہ ستارہ: سید نفیس دسنوی

سید نفیس دسنوی صاحب کی شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تاثر ابھرتا ہے کہ آپ علامہ اقبال کی شاعری سے بے حد متاثر ہیں اور انھیں کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ اقبال کے افکار ونظریات اور خیالات کا اثر سید نفیس دسنوی کی شاعری میں جابجا جھلکتا ہے۔ اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو میری بات سے ضرور متفق ہوں گے۔ اردو زبان سے آپ کو عشق ہے جس کا اظہار وہ اپنی شاعری میں کرتے رہتے ہیں مثلاً دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

جذبہ خدمتِ اردو تو ہے ایماں میرا۔ اس کو میں زحمتِ اخبار نہیں کرسکتا
خلوصِ دل سے خدمت اے نفیسؔ اردو کی کرتے ہیں
کبھی چاہا نہیں اس کے عوض کوئی صلہ ہم نے

شاعرِ موصوف نے بڑی بات کہہ دی کہ "خدمتِ اردو تو ہے ایماں میرا"۔ مومنین کے لیے ایمان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اس لیے موصوف نے اردو کی ترویج کو حرزِ جان بنالیا ہے اور اسے اپنا ایمان بتایا ہے۔ بے شک اڈیشا کے افقِ ادب پر نفیس دسنوی اردو کا ایک درخشندہ ستارہ ہیں۔ ہندوستان کے مشاہیرِ ادب اور تنقید نگاروں نے ان کی تخلیقی بصیرت کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ داد و تحسین سے بھی نوازا ہے۔ ان مشاہیرِ ادب میں ضیا فاروقی (بھوپال)، ایم نصر اللہ نصر (کولکاتا)، ادبی محاذ کے اڈیٹر محترم سعید رحمانی، عبدالحق بیتاب (کٹک)، خاور نقیب (سونگڑہ) کا نام لیا جاسکتا ہے جنھوں نے نفیس دسنوی صاحب کے تازہ ترین مجموعہ "افکارِ نو بہ نو" کو اپنی قیمتی آرا سے نوازا ہے۔

ہندو پاک کے عظیم شاعر وادیب، مایہ ناز نقاد ڈاکٹر کرامت علی کرامت نے مذکورہ کتاب کے کور پیج پر یوں رقم کیا ہے "نفیس ایک طرف اڈیشا میں تعمیر پسند ادب یعنی تحریک ادب اسلامی کے نمائندہ شاعر ہیں تو دوسری طرف صالح اور صحت مند جدیدیت کے بھی رسیا ہیں۔ زیرِ نظر مجموعۂ کلام میں ان کی غزلوں کی ایک نئی کروٹ نظر آتی ہے۔ نئی نئی ردیفوں اور نئے نئے قافیوں کے چونکا دینے والے استعمال سے ان کی غزلوں میں ایک نئی کاٹ پیدا ہوگئی ہے جو فوراً قاری کے دل کو چھو جاتی ہے۔ میں اپنی تیسری آنکھ سے شاعری اور نثر نگاری دونوں میدانوں میں نفیس دسنوی کے روشن مستقبل کی واضح تصویر دیکھ رہا ہوں۔"

اڈیشا میں اردو ادب کا کوہِ نور یا یوں کہیے اردو ادب کا درِ ابلق اور اردو ادب کا گوہر شناس جوہری پروفیسر کرامت علی کرامت کی جوہر شناسی اور بصیرت افروز جامع تحریر کے بعد اب ہمیں چنداں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ راقم الحروف نے اڈیشا کی نثری ادب پر معرکۃ الآرا تصنیف "اڈیشا میں اردو نثر نگاری" میں نفیس دسنوی کی نثر نگاری کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔ (مطبوعہ اڈیشا اردو اکاڈمی، بھوبنیشور) علاوہ ازیں سہ ماہی رسالہ "فروغ ادب" ماہ اکتوبر کے شمارہ میں بعنوان "آسمان ادب کا درخشاں ستارہ؛ پروفیسر کرامت علی کرامت" نفیس دسنوی کا مضمون اشاعت پذیر ہوا ہے، جو ان کی بے مثال نثر نگاری کی دلیل ہے۔

موصوف نے دیگر ادیبوں کی طرح ادبی سفر کا آغاز شاعری سے کیا، اب قلم کا رخ نثر نگاری کی طرف موڑ دیا ہے۔ نثری ادب کے میدان میں تحقیقی اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت پیش کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے متعدد کتابوں کے لئے تقریظات اور شعری مجموعوں پر تبصرے بھی لکھے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ موصوف عظیم شاعر، نقاد اور اڈیشا کے باکمال ادیب مرحوم سید شکیل دسنوی کی ادبی روایات کو آگے بڑھانے کے لیے مثبت کردار ادا کررہے ہیں۔ اسی طرح اپنے والد گرامی اردو کے معروف شاعر وادیب اور استاذ الاساتذہ پروفیسر سید منظر حسن (مرحوم) کے نقش قدم پر خود کو گامزن کرلیا ہے۔ یوں اردو زبان کی خدمت کا جذبہ انہیں وراثت میں ملا ہے۔

نفیس دسنوی کے اب تک تین شعری مجموعے شائع ہوکر اہلِ ادب سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ غزلوں پر مشتمل اولین مجموعہ "حرف جاوداں" ۲۰۱۱ء میں، دوسرا مجموعہ "نورِ حرا" ۲۰۱۴ء میں شائع ہوا جو نعتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد شعری مجموعہ "لفظ لفظ آئینہ" ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا۔ اور اب "افکار نو بہ نو" ۲۰۲۲ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ تو گویا بڑے طمطراق سے گیسوئے اردو ادب کو شعروسخن کے گل بوٹے سے آراستہ کررہے ہیں۔

ان مجموعوں کے مطالعہ سے نہ صرف ان کی میلان طبع، اعلیٰ ہنرمندی، فہم وفراست کی بالیدگی، شاعری میں گہرائی وگیرائی، پختہ ایمان، راسخ العقیدگی، اعلیٰ ظرفی، جذبۂ بندگی اور حبِ رسولؐ سے سرشار قلب وجگر کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کی پرخلوص شخصیت

منکسر المزاجی ابھر کر سامنے آجاتی ہے جو اعلیٰ فہم وذکا اور مرد مومن کی شان وعظمت کا پرتو ہے۔ موصوف کا دل ملی جذبہ سے لبریز ہے۔ موصوف حد درجہ ملنسار اور شیریں مقال طبعاً واقع ہوئے ہیں۔ ان کی شاعری اصلاح معاشرہ، تعمیر انسانیت اور پیام اخلاقیات کا خوبصورت مرقع ہے۔ بایں سبب آپ کو مصلح قوم وملت کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مذکورہ کتاب میں شامل تمام حمد ونعت اور غزلیات پند ونصائح، فکری طہارت اور حسن معاشرہ کی تعمیر نو کی جدوجہد کی علم بردار ہیں۔ موصوف سماج میں پیدا ہونے والے نت نئے فتنے، باہمی چپقلش، فرقہ پرستی اور آپسی منافرت سے نالاں نظر آتے ہیں۔ اس کے سدھار کے لئے ہمہ وقت کوشاں نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں چند اشعار پیش خدمت ہیں ملاحظہ کیجئے۔

اس کی طاقت سے میں انکار نہیں کرسکتا۔ زر کی دیوی سے مگر پیار نہیں کرسکتا
بیچ کر اپنی انا، دولتِ دنیا کے عوض۔ دلِ ناداں تجھے سرشار نہیں کرسکتا

شاعر موصوف امت کو خودداری کی تعلیم دیتے ہیں۔ انا کو ٹھیس پہنچا کر زر کی دیوی کی پوجا نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اسی خیال کو انھوں نے اس طرح جزوِ شاعری بنایا ہے۔ مال وزر کا حوس ایسی بلا ہے کہ نیکوکاروں کا چولا بدل دیتا ہے، قدم ڈگمگا دیتا ہے۔ چاندی کے چند سکوں کے عوض لوگ ضمیر اپنا بیچ دیتے ہیں، اور یہ حقیقت ہے۔

یہ تو اک تلخ حقیقت ہے زمانے کی نفیسؔ
مال وزر کے لئے خوددار بھی بک جاتے ہیں

آج کا میڈیا بک چکا ہے حقیقت پر پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ آپسی منافرت، جھوٹ اور حکومت کی چاپلوسی گھٹیا صحافت کا نصب العین بن چکا ہے۔ جس کے لئے شاعر موصوف کا تلملانا ایک حساس دل کا لازمی عنصر ہے۔

زردرو آج صحافت بھی ہوئی ہے کتنی
زر کے آگے سبھی اخبار بھی بک جاتے ہیں

مہنگائی آج اس قدر بڑھ گئی ہے کہ غریب تو بھوک مری کا شکار ہے، اس کا احساس عام لوگوں کو ہے مگر اربابِ حکومت کو اس کی پرواہ نہیں۔ دیش کی حالت بد سے بدتر ہو چکی ہے۔ ایسے میں کسی قلم کار کا قلم کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔ سماج کے ہر طبقے کے دکھ درد کا شاعر موصوف نے بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔ گویا نفیسؔ دسنوی کی شاعری کمزوروں اور بے کسوں کی صدائے بازگشت ہے۔ بے شک آپ کی شعری کائنات سماج کے پس ماندہ طبقہ کی مسیحائی کرتی ہے۔

بھلا سکتا نہیں یہ دل غریبوں کی زبوں حالی
بہت نزدیک سے میں نے یہاں غربت کو دیکھا ہے

شاعر موصوف مسلمانوں کو اسلاف کی طرز معاشرت اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جن کی شخصیت، دلیری، تقوی، طہارت، عدل وانصاف اور علوم وفنون کے مجموعہ کمالات سے مملو تھی۔ تاریخ کے اوراق میں ان کے بے مثال کارناموں کا تذکرہ سنہرے حرفوں میں مرقوم ہے۔ زمانہ ان کی خدمات کو سراہتا ہے۔

اگر اسلاف کے اوصاف کو اپنا لیا ہم نے
تو پھر اپنی شجاعت کے زمانے لوٹ آئیں گے

دنیا بھر میں دخترانِ اسلام کے حجاب کی بقا اور خود کو پر حجاب ملبوسات سے مزین رکھنے کے لئے صدائے احتجاج بلند کر رہی ہیں۔ جو شعائر دین اسلام میں سے ہے بلکہ واجب ہے۔ بے پردگی کے نقصانات نا قابل ذکر ہیں۔ سماج کے اس سلگتے ہوئے شعلے کو آپ نے بہت ہی آسانی سے امت مسلمہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ بلاغتِ کلام، فصاحت بیان کی زندہ مثال ہے۔ سماجی مسائل میں ان کی گہری دل چسپی عیاں ہے۔ بے شک شاعر اور ادیب سماج اور قوم کا نباض ہوا کرتا ہے۔

زمانے کی بری نظروں سے بچنا آپ اگر چاہیں
تو اپنی دخترانِ قوم کا پردہ ضروری ہے

حالات حاضرہ پر موصوف کی نظر بڑی گہری ہے۔ عام لوگوں کی بے بسی انہیں غم زدہ کر دیتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

ملک کی فضا ہر سو ہو رہی ہے زہریلی
زندگی میں انساں کی بے بسی کے ساماں ہیں

ہر طرف نفرتوں کا دور دورہ ہے، آج وطن عزیز میں بھائی چارے کا چراغ ٹمٹما رہا ہے جو یقیناً ہم سبھوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے واقعی "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"۔

شرمسار ہوتی ہے امن کی حسیں دیوی۔ نیتا اپنے بھاشن میں زہر جب اگلتا ہے
اِس عدالت سے تو بچ جاتے ہیں مجرم لیکن۔ اُس عدالت سے رہائی نہیں ملنے والی

مسئلہ کشمیر، ہندوپاک کا بہت ہی حساس مسئلہ ہے، جس نے برسوں سے دو ملکوں کے دلوں کو بانٹ رکھا ہے۔ آپسی نفرتوں اور دشمنی کا باعث بنا ہوا ہے۔ موصوف کی دلی خواہش ہے کہ کشمیر کے دونوں ٹکڑے اگر آپس میں مل جائیں تو تمام آپسی رنجشیں دور ہو جائیں گی۔

اگر آپس میں جڑ جائیں مرے کشمیر کے ٹکڑے
مکمل پھر دکھائی دیں حسیں تصویر کے ٹکڑے

اس طرح بہت سے دینی، مذہبی، ملکی، ملی اور سماجی مسائل ایسے ہیں کہ جن سے ہر فرد صبح وشام دوچار ہوتا ہے۔ نفیسؔ دسنوی نے اپنی شاعری میں ان مسائل کو نشان زد کر کے حل ڈھونڈنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان پاکیزہ گوہروں کو بحر ذخار سے سمیٹنے کے اس نظر عمیق، عناد وعصبیت سے پاک نظر جویا کی ضرورت ہے۔ میں اپنی بات نفیسؔ دسنوی کے ان اشعار پہ ختم کرتا ہوں۔

بندۂ عاصی ہوں میں، بخش دے میرے خدا
تیری رحمت بے کراں میری خطا کے سامنے

حرفِ حق کہتا ہوں جب بھی بر سرِ محفل نفیسؔ۔ بدلا بدلا دیکھتا ہوں میں بھی اکثر کا مزاج

☆☆☆

عبدالمجید فیضی سمبلپوری
12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,



دیکھ لیجے جان پر بن آئی ہے اب دوستی بھی
کہہ نہیں سکتے کسی صورت اسے تو دشمنی بھی
آدمی اک دوسرے کے سایے سے ڈرنے لگا ہے
بھائی چارہ ہے نہ اب وہ اعتمادِ باہمی بھی
ہے زوال انساں کا کہتے ہیں بزرگی جس کو سب ہی
عمر جوں جوں بڑھ چلی ہے گھٹ چلی ہے زندگی بھی
دیکھ لینا بت پرستی ہوگی لازم ہر بشر پر
رسم پائے گی یقیناً اب بتوں کی بندگی بھی
جلوہ گر جس دم افق پر آفتابِ صبح ہوگا
تب شبِ دیجور کی صد چاک ہوگی تیرگی بھی
ہیں ستم گر اہلِ ثروت تاجور سارے جہاں کے
رحم کے قابل ہے ناداروں کی اب بے چارگی بھی
فیضی دنیائے دنی میں کون کس کا ہم نوا ہے
عام ہے لوگوں میں اب تو بے رخی بے گانگی بھی

ڈاکٹر بدر محمدی
Chand Fatehpur.P.O:Baryarpur
Dist: Vaishali-(Bihar)



میں دفترِ دل سے جو معطل نہیں ہوتا
یہ کارِ جنوں میرا مکمل نہیں ہوتا
دیکھا تھا کسی روز اسے بھر کے میں آنکھیں
سو میری نگاہوں سے وہ اوجھل نہیں ہوتا
آجائے مرے گھر وہ کبھی ساتھ ہوا کے
خوشبو کے لئے در یہ مقفل نہیں ہوتا
لپٹے ہوئے رہتے ہیں کئی سانپ ہمہ دم
جنگل میں بھی تنہا تنِ صندل نہیں ہوتا
طے کر لے بچانا تجھے دستار ہے یا سر
یہ فیصلہ پیارے سرِ مقتل نہیں ہوتا
حل سامنے آیا ہے مگر مسئلہ بن کر
وہ مسئلہ جس مسئلے کا حل نہیں ہوتا

ڈاکٹر مسعود جعفری
PlotNo-80-29-12-14
SatyaColonyShaikhpet
Hyderabad-500008



لہو لہان سی تاریخ بھی دکھاؤ اسے
پیامِ ابنِ علی بھی ذرا سناؤ اسے
یزیدیت سے لڑو اور پھر ہراؤ اسے
جھکا ہے پرچمِ اسلام تو اٹھاؤ اسے
سبق حسین کا پڑھ کر ذرا سناؤ اسے
جھلستی ریت کا سجدہ بھی تو دکھاؤ اسے
نئے جہان کے نمرود سے کرو باتیں
وہیں حسین کی قربانیاں دکھاؤ اسے
نیا یزید کہاں جانتا ہے ایماں کو
حسینیت کا ستارہ بھی تو دکھاؤ اسے
لگاؤ نعرۂ شبیر پھر زمانے میں
محل یزید کا آجایے تو جلاؤ اسے
دکھائی دے تمھیں گلیوں میں جعفری جو ستم
لحد بناؤ ابھی خاک میں ملاؤ اسے

ظفر اقبال ظفر
170,Kheldar.Fatehpur-212601(U.P)
Mob-7379512431



میرے حصے میں سمندر کا سفر ڈال دیا
اور کشتی کے مقدر میں بھنور ڈال دیا
کوئی منزل نہ مسافر نہ کہیں گردِ سفر
میری قسمت نے مجھے لا کے کدھر ڈال دیا
اس کا ہی عکس نظر آتا ہے ہر سمت مجھے
اپنے چہرے کا عجب اس نے اثر ڈال دیا
سرنگوں ہونے نہ دی میں نے کبھی اپنی انا
اپنی شمشیر سے خود اپنا ہی سر ڈال دیا
میں نے چاہا تھا مرے فن کو سراہا جایے
کاٹ کر اس نے مرا دستِ ہنر ڈال دیا
مجھ کو تنہائی کا آسیب ڈسا کرتا ہے
تم نے کس گھر میں ظفر لا کے مجھے ڈال دیا

ارشد مینا نگری
House no 51 Mominpura
Malegaon-423203
Dist-Nasik (MS)



اک منور شعور دل کی بات
ضوفشانی کا طور دل کی بات
دل سے نکلی تو پھر نہیں رکتی
چل پڑے دور دور دل کی بات
ہو ہی جاتی ہیں ظلمتیں کافور
بن ہی جاتی ہے نور دل کی بات
پل میں افکار کا شیشہ شیشہ
کر گئی چور چور دل کی بات
اس کے رخ سے نظر نہیں ہٹتی
جیسے تابندہ حورِ دل کی بات
سن کے جھومے ہے سماعت ارشد
کیف، مستی، سرور دل کی بات

محسن عظیم انصاری
NafeesaAzeemHouse
BehindCharMinarMasjid.Roop
Pur.Kadra.Lucknow-226020



جگر میں اس کے تو نفرت کی کشت پلتی ہے
مجھے وہ اوج پہ دیکھے تو جاں نکلتی ہے
وہ جھوٹ کہتا ہے اردو کا خیر خواہ ہے وہ
روپوں کی چاہ نئے زاویے بدلتی ہے
زباں وہ کھولے تو تہذیب کی ردا کھسکے
کریلے نیم کی تلخی بہت اچھلتی ہے
وہ مان مہما کے کڑوے ہی بیج بوتا ہے
چمن کو کھیتی یہ اس کی بہت ہی کھلتی ہے
یہ میں ہوں پوششِ اردو ہے پوری زیب لیے
ردائے اردو بھی اس سے نہیں سنبھلتی ہے
میاں عظیم کہاں، وہ کہاں، کہاں جدت
زبانِ اردو تو ہے برف اس سے جلتی ہے

سلیم انصاری

HIG3,AnandNagar.Adhartal
Jabalpur-482004(M.P)



برہنہ شاخوں پہ کب فاختائیں آتی ہیں
میں وہ شجر ہوں کہ جس میں بلائیں آتی ہیں
یہ کون میرے لہو میں دیے جلاتا ہے
بدن سے چھن کے یہ کیسی شعائیں آتی ہیں
خدا سے جن کا تعلق نہیں بچا کوئی
سفر میں یاد انہیں بھی دعائیں آتی ہیں
انہیں خبر ہی نہیں کب کا بجھ چکا ہوں میں
مری تلاش میں اب تک ہوائیں آتی ہیں
میں چیختا ہوں کسی دشت بے اماں میں سلیم
پھر اس کے بعد مسلسل صدائیں آتی ہیں

مرغوب اثر فاطمی

Road No.7.MohallaAliganj
Gaya-823001(Bihar)



حیرت سے مشک پوچھ رہا ہے لوبان سے
کس شوخ کا تھا تذکرہ کس کی زبان سے
اپنا سمجھ کے جس کو سنایا تھا حالِ دل
بیٹھا ہوا ہے بزمِ رقیباں میں شان سے
یہ انگلیاں جلی ہیں جلانے میں کاغذات
ہم دیکھنے لگے تھے لفافے کو دھیان سے
بھیگے ہوئے بدن کی جواں شگنگی کا راز
گھبرا کے ابر پوچھ اٹھے آسمان سے
دو انتہا کا حال جو دیکھا تو یوں لگا
اچھا ہوا میں کھسکا نہیں درمیان سے
کوئی نگاہ داری نہیں نقص سے بعید
رکھیے اثر امید تو کس پاسبان سے

نذیر فتح پوری

Editor Asbaq, Pune



زمیں ڈھونڈتے' آسماں ڈھونڈتے
تجھے تیرے عاشق کہاں ڈھونڈتے
ہمیں ریگ زاروں میں مارا گیا
کہاں خون کے ہم نشاں ڈھونڈتے
جلائی گئیں' پھر بجھائی گئیں
کہاں بستیوں کا نشاں ڈھونڈتے
کوئی شاخ ایسی ملی ہی نہیں
پرندے جہاں آشیاں ڈھونڈتے
کڑی دھوپ تھی جسم کے صحن میں
مسافر کہاں سائباں ڈھونڈتے
فلک تک رسائی تو ممکن نہ تھی
زمیں پر کہاں کہکشاں ڈھونڈتے
کہاں تک ہوا ہے بیاں تو نذیر
کہاں تک تری داستاں ڈھونڈتے

ڈاکٹر ممتاز منور

3C.ShirivallabhSocety
BoatClubRoad.Pune-411001



داغ غم کا دکھانا ہی پڑا آج
حال دل کا سنانا ہی پڑا آج
برق لوٹ نہ جایے ہو کے مایوس
آشیاں کو بنانا ہی پڑا آج
لاکھ ہم نے چھپایا تھا غمِ ہجر
پھر بھی ان کو بتانا ہی پڑا آج
عمر بھر جو رہے بیش بہا خاص
ان خطوں کو جلانا ہی پڑا آج
اس سے روٹھ کے جینا نہیں منظور
زندگی کو منانا ہی پڑا آج

زاہد کونچوی

521/1,EsaiTola.Kamal
Singh Colony.
Jhansai-284003(U.P)

کوئی میری طرح تنہا نہیں ہے
یہ میرے پیار کی دنیا نہیں ہے
یہ میری زندگی کی ہے کہانی
کسی بھی فرد کا قصہ نہیں ہے
سنا ہے شہر میں رہتا ہے لیکن
کسی سے آج کل ملتا نہیں ہے
ترے کوچے میں اے ظالم ستم گر
ابھی تک تو قدم رکھا نہیں ہے
سوا اس بے وفا کے میرے مولا
کوئی بندہ یہاں جھوٹا نہیں ہے
ہزاروں راستے ہیں اور زاہد
مگر جینے کا اک رستہ نہیں ہے

عبدالحئی پیامؔ انصاری

At/PostPaprawaliBazarViaKhajni
Dist:Gorakhpur-273212(U.P)



بھولے سے بھی جو تو نے کبھی میری خبر لی
دکھتی ہوئی رگ پر ہی پڑی ہے تری انگلی
سورج بھی نہیں نکلا نہ تم ہی ہو مرے پاس
اچھی نہیں لگتی ہے دسمبر کی یہ بدلی
بچوں کی محبت میں کبھی روئی نہ گڑیا
اور کاغذی پھولوں پہ کبھی بیٹھی نہ تتلی
اللہ تیرا شکر کہ عزت سے کٹ گئی
جیسی بھی زندگی تھی میسر بری بھلی
احساس بھی نہ ان کو ہوا درد کا پیامؔ
نکلا بدن سے تیر تو سجدے میں تھے علی

عبرت مچھلی شہری

MohallaKhanzada
Jaunpur-222143(U.P)



شام تک ہم دھندلے منظر کی طرح ہوجائیں گے
بجھتے سورج کے مقدر کی طرح ہوجائیں گے
ننھے ننھے ہاتھوں سے بچپن بناتا ہے جنھیں
وہ گھروندے ایک دن گھر کی طرح ہوجائیں گے
سارے دریا اپنی حد میں آگئے بارش کے بعد
وہ سمجھتے تھے سمندر کی طرح ہوجائیں گے
فرطِ احساسِ الم بے حس بنا دے گا ہمیں
رنج سہتے سہتے پتھر کی طرح ہوجائیں گے
دوستو! اچھا نہیں ہوتا دلوں کا توڑنا
شیشے ٹوٹیں گے تو خنجر کی طرح ہوجائیں گے
روز عبرت ہم کو تنہائی بچھا کر سوئے گی
رات کو ہم اس کے بستر کی طرح ہوجائیں گے

علیم الدین علیم

P.69.Madyali Road Garden
Reach kalkata.700024



اوروں کی طرح مجھ سے نمائش نہیں ہوگی
بے وجہ مری آنکھ سے بارش نہیں ہوگی
دنیا میں جو شیشے کا پرستار رہا ہے
اس شخص سے پتھر کی ستائش نہیں ہوگی
چہرے پہ سجاتے رہو تم رنگِ تقدس
سنتا ہوں ریا کار کی بخشش نہیں ہوگی
ملنے کی نہیں نوکری اس شہر میں ہم کو
جب تک کسی صاحب کی سفارش نہیں ہوگی
ہے گھات میں بیٹھا ہوا وہ روپ بدل کر
کس نے کہا صیاد کی سازش نہیں ہوگی
برسوں سے مرے ساتھ ہے جب دل کا تعلق
کیوں مجھ پہ علیم اس کی نوازش نہیں ہوگی

ڈاکٹر نلنی وبھا نازلی

Govt.PostGraduateCollege
Hameerpur-17700(H.P)



عورت تھی قتل ہوگئی وہ خامشی کے ساتھ
اپنی انا کو کھو گئی وہ خامشی کے ساتھ
ہر بار اٹھائی گئیں رسموں کی فصیلیں
ان میں اسیر ہوگئی وہ خامشی کے ساتھ
ہر دور میں دہلائی گئی دھمکیاں دے کر
بے داد سہتے سو گئی وہ خامشی کے ساتھ
ہر حال میں ہی کام لیا ضبط سے اس نے
پتھر غموں کے ڈھو گئی وہ خامشی کے ساتھ
ہر عہد میں جلاد اور خونخوار کی تلوار
اپنے لہو سے دھو گئی وہ خامشی کے ساتھ
فریاد اس کی سنتا مگر کون نازلی
حیوانیت کو رو گئی وہ خامشی کے ساتھ

تصدیق احمد خاں

117/48,NearGulabBardi
RailCrossing..SeondTemple
Street.NearMadar.Ajmer-305007

میں غم میں ڈوبا ہوا کیسے یہ آسماں دیکھوں
اداس تم کو نگاہوں سے جانِ جاں دیکھوں
جلا ہوا وہ نشیمن جو اپنا یاد آیے
میں اٹھتا جب کسی گلزار سے دھواں دیکھوں
نہ یوں ارادہ ہے رہبر مرا بدلنے کا
میں کیسے لٹتا ہوا روز کارواں دیکھوں
خدا کا شکر اچانک وہ آگئے گھر پر
میں خود کو دیکھوں اور کبھی مکاں دیکھوں
بنے عزیز ہیں جس دن سے رازدار مرے
میں ان کو کس لیے پھر اتنا بدگماں دیکھوں
وہ لے کے جائیں گے تصدیق مجھ کو منزل تک
میں ان کے قدموں کا رستے میں جب نشاں دیکھوں

اجمل محسن

H.No.1-9-53.FarhatMahal.PostalColony.
Subedari.Hanamkonda
Dist:Warangal-506001(T,S)



کیا اپنی ہی مری ایک بھی چلنے نہ دیا
کوئی ارماں کوئی حسرت ہی نکلنے نہ دیا
میں بھلا کیسے ثمر دوں گا تجھے تو ہی بتا
مرے مالی نے مجھے پھولنے پھلنے نہ دیا
کسا اس طرح ترا عشق شکنجے میں مجھے
میں نے چاہا بھی مچلنا تو مچلنے نہ دیا
میری قسمت، کہ کہوں اس کو زمانے کا ستم
میرے دامن پہ لگا داغ اجلنے نہ دیا
ملی مہلت ہی کہاں درد کی میں کرتا دوا
دلِ بے تاب نے پہلو بھی بدلنے نہ دیا
ترے ہوتے جو مجھے ملتا تھا محسن وہ سکوں
ترے پیچھے وہ کبھی تیری غزل نے نہ دیا

عظمت علی عظمت کڈپوی



4/1/1Flat,no204,2ndFloor
,NasirMasjid.Balajinagar
Kurnool,518006

زمیں پر وہی آسماں آج بھی ہے
کہ قائم یونہی یہ جہاں آج بھی ہے
اسی شاخ پہ آشیاں آج بھی ہے
مہکتا سا یہ گلستاں آج بھی ہے
محبت جو دل میں سمائی ہوئی تھی
وہی کیفیت جانِ جاں آج بھی ہے
نہ سمجھے کوئی ہم کو ہم ناتواں ہیں
طبیعت ہماری جواں آج بھی ہے
نہ بدلا ہے صدیوں سے جو ذائقہ ہے
یہ اردو ہے شیریں زباں آج بھی ہے
جو ہے سائباں سر پہ اپنے اے عظمت
زمانے سے یہ سائباں آج بھی ہے

مفتاح اعظمی
147KBMRoad.2
FitkiriMohallaHooghli.712222



فکر کی دھوپ میں دیکھو یہ نہ مارے جائیں
ننھے پودے ہیں سلیقے سے سنوارے جائیں
کوئی مایوس نہیں لوٹا ہے ان کے در سے
آؤ ہم مل کے وہاں ہاتھ پسارے جائیں
جب تلک ہاتھوں میں اتحاد کے پرچم ہوں گے
غیر ممکن ہے کہ ہم جنگ میں ہارے جائیں
جو ہیں تیراک وہی پار کریں دریا کو
جو نئے لوگ ہیں بہتر ہے کنارے جائیں
اجنبی شہر میں خدشہ یہ رہا ہے مفتاح
ظلم کے ہاتھوں کہیں ہم بھی نہ مارے جائیں

الحاج ایم اے حمید علمی
H.no14-6-39 Nizampura
Mandi Bazar-Warangal.506002



دکھوں میں رہ کے مجھ کو غم نہیں ہے
مرے دل میں سکوں بھی کم نہیں ہے
جو بت خانہ نظر آتا ہے مجھ کو
وہاں پر سر مرا بھی خم نہیں ہے
وہ کرتے ہیں ستم ہنس ہنس کے مجھ پر
یہ احساں اور کرم بھی کم نہیں ہے
اگر چہ رات بھر رویا بہت تھا
مری پلکوں پہ لیکن نم نہیں ہے
ہوا میں ناتواں پیری میں اتنا
وہ پہلے سا مرا دم خم نہیں ہے
جو پیتا ہے لہو انساں کا علمی
مری نظروں میں وہ آدم نہیں ہے

اسرار نسیمی
A-102,Kanghitola
QilaBreiley.243003(UP)



اس لئے ہی مجھے اس شخص نے کمتر سمجھا
اس کی اوقات سے میں نے اسے بڑھ کر سمجھا
کبھی مینا، کبھی شیشہ، کبھی ساغر سمجھا
ان کی آنکھوں کو نہ کیا کیا دل مضطر سمجھا
آستینوں میں انہیں کی ہمیں خنجر بھی ملے
ہم نے اخلاص و وفا کا جنہیں پیکر سمجھا
جب اسے کھو دیا ہم نے تو یہ احساس ہوا
وہ تو اک ہیرا تھا ہم نے جسے پتھر سمجھا
کاش محفوظ رہے ذوقِ قناعت اپنا
ہم کو جو مل گیا بس اس کو مقدر سمجھا
مجھ کو اسرار ملی منزلِ مقصود تبھی
میں نے ہر گام پہ جب عقل کو رہبر سمجھا

غلام سرور ہاشمی
BisdellaTolaMurgyan
Gopalganj841428(Bihar)



حسیں بہار کا موسم بدل نہ جائے کہیں
چلے بھی آؤ یہ لمحہ نکل نہ جائے کہیں
حسد کی دھوپ کی گرمی عروج پر ہے یہاں
وفا کی برف کا تودہ پگھل نہ جائے کہیں
تمہاری شوخ ادائیں بھی جان لیوا ہیں
تمہارے حسن پہ یہ دل مچل نہ جائے کہیں
یہ روح ہونے لگی مضطرب مرے مولا
بدن کو توڑ کے باہر نکل نہ جائے کہیں
بہت سے لوگ تو ہمت بھی ہار بیٹھے ہیں
تمہارے عزم کا سورج بھی ڈھل نہ جائے کہیں
بنا ہے اپنا نشیمن جو شاخِ نازک پر
یہ ڈر ہے کہ بجلی سے جل نہ جائے کہیں

احمد امام بالاپوری
ChudiMahal.Balapur.Dt:Akola-444302
Mb,9421750345



محاذ آرائی میں ہر وقت گھر رہنے نہیں دیتا
مگر جھک کر کسی قیمت یہ سر رہنے نہیں دیتا
ادھر تلووں میں چبھتے جاتے ہیں حالات کے کانٹے
اُدھر پیچھے مجھے عزمِ سفر رہنے نہیں دیتا
کبھی وہ دوستوں کے درمیاں سرمست تھا لیکن
اسے اب دوستوں کے بیچ ڈر رہنے نہیں دیتا
مجھے پوشیدہ رکھتا ہے وہ پہلے پیار کی مانند
کبھی اخبار میں بن کر خبر رہنے نہیں دیتا
محبت کا تقاضا ہے اسے پیشِ نظر رکھوں
حجاب اس کو مرے مدِ نظر رہنے نہیں دیتا

پھول محمد نعمت رضوی
C/O:AmjadiKitabGhar.Near
HighSchool.P.O:sonbarsa
Sitamarhi-843330(Bihar)



خدا کی ذات سے مجھ کو تو شکوہ ہو نہیں سکتا
اگر شکوہ کروں تو نیک بندہ ہو نہیں سکتا
مٹاؤ گے نہ جب تک تیرگی نفرت کی دنیا سے
تمہارے دل کے آنگن میں اجالا ہو نہیں سکتا
ادب سے پیش جو آتا نہیں اپنے بزرگوں سے
مری نظروں میں اس کا اونچا رتبہ ہو نہیں سکتا
مرے غربت کدے کو آپ نے آکر کیا روشن
نہ آتے آپ تو اس میں اجالا ہو نہیں سکتا
زمانے میں نیا اک انقلاب ہم لا بھی سکتے ہیں
اگر ہم ایک ہو جائیں تو کیا کیا ہو نہیں سکتا
میں سچی بات کہتا ہوں علی الاعلان اے نعمت
امیر شہر کا مجھ سے قصیدہ ہو نہیں سکتا

افسانہ

ڈاکٹرعزیزاللہ شیرانی
Farhat Manzil .Kalipalton
Near Diwan ji Ka Kuwan
Tonk-304001(Rajasthan))

یہ جنگ کب بند ہوگی

یاسمین کے ساتھ زندگی کے نشیب وفراز نے نا قابل فراموش کھلواڑ کیا تھا۔عہدِ ماضی اس کو پکار رہا تھا۔وہ ایک پل میں ہنستی تو دوسرے ہی پل چیخ چیخ کر اپنی قسمت پر آنسو بہاتی تھی۔اور ایک دن ایسے ہی وہ اپنی بے چینیوں ،آہوں اور فریادوں میں کچھ ہلکا پن محسوس کررہی تھی۔چہرے کی تابانی اس کے حسن کو دوبالا کر رہی تھی ،آنکھوں کا خمار مدہوش کئے جارہا تھا' ریشمی چادر پر کروٹوں کے سائے میں دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں جو دل کی آواز کی ترجمانی کررہی تھیں۔مچلتے ہوئے احساس وجذبات ،منتظر نظریں ،دل ودماغ کی الجھنیں ،اپنے ماضی کی خوش گوار وادیوں کو تلاش کررہی تھیں۔یاسمین اسی خیال میں غرق تھی کہ اچانک ایک آواز نے اسے چونکادیا ،.....".یاسمین او یاسمین!" کہتی ہوئی فریدہ داخل ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی "یاسمین باجی.....ہماری وادی میں دشمن نے حملہ کردیا ہے، پوری وادی میں غم وغصہ کا اظہار ہورہا ہے۔ملک کی فوجوں نے مورچے سنبھال لئے ہیں اور دہشت گرد ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں"۔یہ سن کر یاسمین کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔اسے خوشی کی چاہ میں مستقبل کے سنہرے خواب ٹوٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ غموں کے پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی طوفانوں سے کھیلتی ہوئی وادی میں پیاسی ہرنی کی طرح اپنی منزلِ مقصود کی متلاشی تھی۔جہاں اس کی ملاقات خوبرو خالد سے ہوئی تھی جو وادی میں سرحد پار سے آیا تھا،اور یہیں اس کا قرب حاصل ہوا تھا۔اسے کیا معلوم تھا کہ اتنی جلدی جنگ ہوجائے گی اور وہ خالد سے بچھڑ جائے گی۔وہ وادی کے حسین اور دل فریب مناظر اور پھولوں کے کھلنے کے مناظر دیکھ کر چپ تھی۔اور وہ منظر وماحول یاسمین کے حسن تنہا کو دیکھ کر غم گساری کر رہے تھے۔سہمی سہمی سی خوشبو میں خونِ جگر رنگین ہوگیا تھا۔جسم تنہا تھا مگر چاک چاک اور دل صد پارہ ہوگیا تھا،آنکھیں پرنم ہوگئیں تھیں۔ جذبات اور احساسات کی شدت نے اسے مغموم کردیا تھا۔اشکوں کی رنگینی نے اسے بے چین وبے قرار کردیا تھا۔اور وہ وقت اور بناوٹی سرحدوں کو پاٹ کر نکل جانا چاہتی تھی۔ایک ہموار راستہ بنانا چاہتی تھی۔وہ تتلی کی طرح اڑ کر رنگ برنگے خوشنما پھولوں سے لپٹنا چاہتی تھی۔وہ سوچتی !کاش مجھ میں اتنی طاقت آجائے کہ میں راستوں کی دیواروں کو توڑ دوں،میرے پر لگ جائیں۔نہیں ایسا نہیں ہونے دیا جاسکتا۔پر بھی لگ جائیں گے تب بھی اسے اڑنے کی اجازت نہیں ہوگی۔اور ایسا ہی ہوا۔اس کے پروں کو حصار میں باندھ دیا گیا،اس پر کڑی نظر رکھی گئی۔اسے ڈر سا محسوس ہوا کہیں دہشت گرد اسے اغوا نہ کرلیں۔اسے اپنے مار دئے جانے کا ڈر ہوا۔ایسے میں وہ ننھی سی جان کیسے اور کہاں فرار اختیار کرے۔باہر نکلے یا نہیں نکلے،وہ بے دم سی ہوگئی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔اس نے قلم کا سہارا لیا اور خالد سے مخاطب ہوئی "وہ اپنی آرزو کو آخری پیام دے رہی تھی" کہ خالد کیا تم مجھے بھول گئے اور سرحد کے پار چلے گئے۔کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں رہا کہ میرے سینے میں بھی دل ہے۔ایسا دل جس کی ہر دھڑکن تم پر قربان ہونے کی خواہش مند ہے اور یہی دھڑکنیں مجھے جینے اور مرنے کا سبق دیتی ہیں۔ہر روز تر وتازہ مسکراہٹ بکھیرنا اور ایک دوسرے میں کھوجانا ہمارا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا۔تم اپنی محبت کی وادی میں آبیاری کرتے اور میں اس کے عوض پھول بن کر مسکراتی رہتی جس کی رونق اور خوشبو سے تم کھلکھلا اٹھتے تھے۔میری ہر صبح محبت کا پیغام لاتی تھی جس سے دل کو قرار ملتا تھا۔لیکن آج بے قراری نے دامن جکڑ لیا ہے" یہ لکھتے لکھتے اس کے جسم میں ایک عجیب سی سی حرکت ہوئی ،اس کی آنکھیں ایک دم روشن ہوگئیں اسے ایک امید کی کرن نظر آئی۔وہ فوراً گھر سے باہر نکل آئی۔اسے یہ جان کر تقویت ملی کہ سرحد پار ابھی بھی بس کا راستہ کھلا ہوا ہے اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بس اسٹینڈ تک پہنچ گئی۔پاسپورٹ اور ویزا اس کے پاس پہلے ہی سے موجود تھا۔وہ بڑی سرعت سے بس میں بیٹھ گئی۔اسے اپنی خالہ کے یہاں جانا تھا لیکن تصور وہی خالد کا تھا۔راستے میں آنے والی تفریح گاہیں اسے بے چین کررہی تھیں۔موسم بھی سرد ہو گیا تھا۔اسے سردی سی محسوس ہوئی اور وہ کپکپانے لگی۔سامنے والی سیٹ پر بیٹھے ایک آدمی نے اپنا کوٹ اتار کر یاسمین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا!محترمہ کیا میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں؟..........جی نہیں شکریہ......کہہ کر یاسمین خاموش ہوگئی اور ماضی کی حسین وادیوں میں اپنے خالد کا تصور کرنے لگی۔ایسے ہی ایک بار خالد میرے ساتھ سفر کر رہا تھا اور یہ ایک شخص جس کا لہجہ بھی وہی خالد کی طرح ہے۔وہی الفاظ وہی انداز اور وہی لال کوٹ سب کچھ تو وہی ہے فرق صرف اس داڑھی کا ہے۔کہیں یہ وہی تو نہیں؟ ......اسی شک وشبہہ میں یاسمین کا دماغ گھومنے لگا۔وہ اجنبی شخص بھی کچھ اونچا نیچا ہونے لگا تھا کہ وہ چاہتا تو تھا کہ یاسمین کو سب کچھ بتادے لیکن وہ مجبور تھا کیسے بتاتا؟وہ تو اس سے بہت شرمندہ تھا مگر راز نہیں کھول سکتا تھا۔اب وہ یاسمین کے قابل نہیں رہا

تھا۔لوٹ، کھسوٹ، قتل، غارت گری، دھوکہ، دہشت گردی غرض کون سی ایسی برائی تھی جو اس میں نہ ہو۔اور اس موقع پر بھی وہ بہت بڑا دھماکہ کرنے کے لئے بس میں سوار ہوا تھا۔یاسمین کو دیکھ کر اسے اپنے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے میں بڑی دشواری ہوئی۔وہ اپنے ضمیر کو کوس رہا تھا۔دولت اور حکومت کی ہوس نے اسے اندھا کر دیا تھا۔وہ دہشت گرد بن گیا تھا۔مگر اب اپنے آپ پر ملامت کر رہا تھا وہ اپنے آپ سے مخاطب تھا ......خالد! تم بے گناہ یاسمین کے جذبات ومحبت کے قاتل ہو۔محبت کو دھوکہ دینے والے مجرم ہو۔تمہیں کوئی حق نہیں جو اس کے معصوم دامن کو گندہ کرو۔

اسی تگ ودو میں بس اپنے سفر کی آخری منزل پر پہنچ گئی۔خالد تخیل کی دنیا سے ہٹ کر ہوش میں آیا اور دیکھا یاسمین اب بھی بیٹھی تھی، اسے تو اپنے خالد کی تلاش تھی اور قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ خالد اس کا دیدار کرکے بغیر دھماکہ کئے سرحد پار کر چکا تھا۔صبح ہو چکی تھی۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔رنگ برنگے پھولوں کی مہک آ رہی تھی۔اس کا دل اس قدر منتشر تھا کہ اس کی آواز پوری دنیا سن لے۔وہ بس سے اتر کر سیدھی اپنی خالہ کے یہاں پہنچی۔یاسمین کو دیکھ کر خالہ حیرت میں پڑ گئیں۔اپنی بھانجی کو شفقت سے گلے لگایا اور فوراً بولیں "یاسمین! تمہیں یہ کیا سوجھی کہ اکیلی اور ایسے ناخوش گوار ماحول میں یہاں چلی آئی۔معلوم ہے جنگ چل رہی ہے۔تم نے ایسا کیوں کیا یاسمین کیوں ایسا کیا؟......یاسمین ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی "خالہ! مجھے زہر لا دو بس یہی میرا خواب ہے"یہ سن کر خالہ کی آنکھیں بھر آئیں اور بولیں "نہیں لاڈو، ایسا نہیں کہتے مریں تیرے دشمن" یہ کہہ کر وہ یاسمین کو تسلیاں دینے لگیں۔ تب یاسمین نے اپنی زبان کھولی۔خالہ تم ہی بتاؤ مجھے کیوں ستاتا ہے یہ زمانہ؟ لوگ کیوں سرحدوں پر پہرے لگا دیتے ہیں اور یہ توپوں کے دہانے میرے دل کو اندر ہی اندر دہلا رہے ہیں۔میرے ارمانوں کا جنازہ نکل گیا ہے۔خالہ! میں نے کسی کو چاہا اس کو اپنا سمجھا کس لئے......اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے مگر اس کے بدلے مجھے کیا ملا؟.....تنہائی، بے چینی اور دوریاں......میں کبھی معاف نہیں کروں گی اس کو جس نے میرے خیالات اور جذبات سے کھلواڑ کیا ہے" یہ کہتے کہتے وہ سسکنے لگی۔اچانک کمرے میں ایک آہٹ ہوئی، دیکھا تو خالہ زاد بھائی فرید آ رہا تھا۔وہ یاسمین کی باتیں سن چکا تھا اور اس کی بے زار حالت کو بخوبی سمجھتا تھا۔وہ آتے ہی یاسمین سے بولا یاسمین! تمہیں اپنی خودداری قائم رکھنا چاہئے۔تم ایک تو کیا ہزاروں زخموں کو جگر میں اتار کر بھی زندگی کو زندہ دلی سے گزار سکتی ہو۔تم نہیں جانتی کہ تمہارے اس سسکتے ہوئے انگاروں میں کتنے شعلے بھڑک رہے ہیں۔یہ نفرتوں کی آگ کب بجھے گی۔تم نے ان زخمی دلوں کی پکار نہیں سنی جنھوں نے میدانِ جنگ میں اپنی زبان تک نہیں کھولی اور ہنستے ہنستے اپنی جانیں قربان کر دیں۔سوچو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔یاسمین وہ بھی کسی کے دل تھے، وہ بھی کسی کی آرزوئیں تھیں، وہ اپنی محبتوں کا کیا کریں گے؟ تمہیں معلوم نہیں یاسمین! کتنے جانباز سپاہی اس جنگ میں کام آ چکے ہیں، کتنی دلہنوں کے سندور مٹے ہیں' کتنی ماؤں کی گودیں سونی ہوئی ہیں اور کتنی ایسی ہیں جن کے ہاتھوں میں مہندی ایک دم پھیکی پڑ گئی ہے اور نہ جانے کتنے نونہالان وطن بے سہارا و بے مددگار ہو گئے ہیں۔اور نہ جانے کتنے فولادی ہاتھ کٹ کر الگ ہو گئے ہیں، کتنوں کی زمین پیروں تلے سے نکل گئی ہے اور کتنے سر دھڑوں سے الگ ہو گئے ہیں؟ یاسمین! سوچو اور سمجھو تم نے سمجھنے میں کتنی بڑی بھول کی ہے۔محبت وطن سے بڑھ کر نہیں ہوتی ہے۔یہ جان وطن سے بڑھ کر نہیں ہے۔اب تم ہمارے وطن میں آ گئی ہو۔دو پاٹوں میں پسنے کی بجائے اب نئی زندگی میں آ جاؤ۔ایک نئی صبح کی طرح جس میں کوئی دہشت گردی نہ ہو۔تمہیں نہیں معلوم کہ جسے تم اپنا مسیحا اپنی منزل سمجھ رہی ہو وہ اس وادی کا بہت بڑا دہشت گرد ہے اور وہی تو تمہیں بس میں بھی ملا تھا۔بس کا مسافر بن کر۔مگر ایک ساتھ سفر کر لینے سے کوئی زندگی کا ہم سفر نہیں بن جاتا۔یاسمین! کیا تم اس دہشت گرد کی محبت کو ترجیح دوگی؟ ......ہرگز نہیں......نہیں کبھی نہیں۔تم ایسا کر نہیں سکتیں۔تم اپنے اندھیرے ماضی کو بھول جاؤ اور یہاں آ گئی ہو تو یہاں رہ کر نئی خوش گوار زندگی کا آغاز کرو۔

یاسمین نے کہا! ہاں فرید!.....تم نے مجھے حقیقت کا آئینہ ضرور دکھایا ہے مگر اس آئینے میں مجھے اپنے ماضی اور حال کے علاوہ مستقبل بھی نظر آ رہا ہے۔مجھے اب کیا کرنا چاہئے۔یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔مجھے میرا ضمیر للکار رہا ہے۔میرا عزم مجھے بلا رہا ہے۔میری چاہت مجھے پکار رہی ہے۔مجھے فکر ہے تو بس یہی کہ خوش گوار زندگی کا آغاز کیسے ہوگا؟ دلوں کی نفرتیں کیسے دور ہوں گی؟ نونہالوں کو ان کی آبیاری کے لئے سرپرست کیسے ملیں گے؟ سندور کی لالی پھر سے کب روشنی بکھیرے گی؟ مائیں اپنی اولادوں کو پھر سے کب گلے لگائیں گی؟ یہ نفرتوں کی آگ کب بجھے گی؟ یہ دہشت گردی کب ختم ہوگی؟ اتنے سارے سوالات سر اٹھائے کھڑے ہیں ان کے حل کیا کسی کے پاس ہیں.....؟ .....ضرور ہیں!! اگر ان کو صدق دل سے اپنایا جائے۔اس کے لئے مجھے اپنا راستہ صاف نظر آ رہا ہے۔میں اپنے وطن کی مٹی کے لئے سب کچھ قربان کر دوں گی، ان بے سہارا عورتوں کا سہارا بنوں گی جن کے مرد جنگ میں شہید ہو گئے ہیں ان نونہالوں کی پرورش کروں گی جو لاوارث ہو گئے ہیں۔ان دلہنوں کو ساتھ لیکر چلوں گی جن کے سہاگ میدانِ جنگ میں اپنی طاقت کے جوہر دکھا رہے ہیں۔اسی خواہش کی تکمیل کے لئے میں اپنے وطن لوٹ رہی ہوں۔اب مجھے جانے دو۔یاسمین کے پختہ ارادے کو دیکھ کر زیبا خالہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے الوداع کہہ رہی تھیں مگر اس فکر کے ساتھ کہ جنگ کب ختم ہوگی۔اور پھر یاسمین بس میں سوار ہو گئی۔خالہ اور فرید کی محبت کو لئے وہ سرحد عبور کر رہی تھی اور اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے...............

"یہ جنگ کب ختم ہوگی" ...."یہ جنگ کب ختم ہوگی"........؟

☆☆☆

افسانہ



شیخ بشیر احمد
Tengapora,Nawab Bazar
Srinagar-190002(JK)
Mob-6005368893

سالگرہ

لگ بھگ چھ سات مہینے قبل اس کی پوسٹنگ شہر میں ہوئی تھی ،اور وہ دفتر کے نزدیک ہی ایک جدید طرز کی نئی کالونی میں ایک چھوٹا سا فلیٹ کرایہ پر لے کر رہائش پذیر ہو گیا تھا۔اس کا دفتر قریب قریب ایک سو میٹر کی دوری پر تھا۔یہاں رہ کر اسے تنہائی اور اکیلے پن کے احساس نے ڈسنا شروع کر دیا تو اس نے کچھ مہینوں کے بعد اپنی بیوی کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

ان کی شادی کو یہی کوئی چار برس ہو گئے تھے،مگر اب تک ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا ،اور اولاد کے سکھ سے محروم ہونے کے باوجود بھی ان کی ازدواجی زندگی اتنی حسین اور خوش گوار تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بے پناہ پیار ومحبت کرتے تھے۔چاہت میں شرابور ہو کر ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ یوں ان کی زندگی کے شب وروز اپنی تمام تر رعنائیوں اور رنگینیوں کے ساتھ بڑے سکون سے گذر رہے تھے۔

دن ہفتوں اور مہینوں میں گزرتے گئے اور انہیں وقت کی رفتار کا کچھ پتہ نہ چلا ،یہاں تک کہ شادی کی پانچویں سالگرہ کا دن قریب آ گیا۔اور چند دن ہی باقی رہ گئے تھے۔چونکہ ایک عرصہ سے انہوں نے سالگرہ کا جو خاکہ اپنے اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھا تھا اب وہ اس کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

ایک دن کچھ ایسا ہوا کہ باتوں باتوں میں میاں بیوی کے درمیان ایک معمولی سی بات پر اختلاف بڑھ گیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے انکے رشتے میں کڑواہٹ پیدا ہو گئی اور گھر کے ایک رومان پرور ماحول کو پراگندہ کر دیا۔

یوں تو دونوں آزاد خیال شروع سے ہی تھے اور اپنے دل کی بات ایک دوسرے کو بلا جھجک اور بلا ٹوک کہہ دیتے تھے مگر اس بار معمولی سی بات پر دونوں بچوں کی طرح لڑنے جھگڑنے لگے۔یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہنے لگے،کوئی بھی اپنی ہار ماننے کو تیار نہ ہو رہا تھا اور نہ کسی کا صلح مشورہ یا فیصلہ ماننے کو راضی تھا۔دونوں نے بارہا اپنی اپنی بات کو معقول وموزوں دلائل کے ساتھ ایک دوسرے کو سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

بات ایسی بھی نہیں تھی کہ گھر میں معاشی حالات خراب تھے یا کوئی اس معاملے میں غیر سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔بنیادی طور پر اختلاف کی جڑ ان کے الگ الگ نظریے کا تھا۔شوہر کی خواہش تھی کہ نئی جگہ، نیا ماحول اور نئی سوسائٹی کے لوگوں کے ساتھ مل کر اس بار شہر ہی میں جشنِ سالگرہ کا اہتمام ہو مگر اس کی بیوی اس کے برخلاف سوچتی تھی ۔اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس سال اس کا پاؤں بھی بھاری تھا،لہٰذا ایسی نازک صورت میں وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی ۔اور میکے جا کر وہاں سالگرہ منانے پر اصرار کرتی رہی ۔اسی طرح کچھ دن اور گزر گئے،نہ حالات بدلے اور نہ ہی خیالوں میں تغیر وتبدیلی آئی ۔یہاں تک کہ سالگرہ کا دن قریب آ گیا۔

جب بیوی کی شوہر کے سامنے ایک نہ چلی تو اس نے روٹھ کر میکے جانے کی دھمکی دی ۔اور اگلے دن ہی وہ میکے روانہ ہو گئی ۔جس دن ان کی سالگرہ تھی البتہ شوہر ہونے کے ناطے اس پر اتنا احسان کر دیا کہ اسے بس اڈے تک چھوڑنے گیا تھا۔

میکے پہنچ کر اس نے گھر کی دہلیز پر ابھی اپنا قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اسے دور سے ہال کا منظر نظر آیا۔ جسے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گئی ۔اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی اور وہ مورت بنی ہکا بکا دیکھتی رہ گئی۔

سامنے سارا ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔جن میں عزیز واقارب کے علاوہ اس کی سکھی سہیلیاں بھی مدعوعین میں شامل تھیں ۔ہر طرف بجلی کے رنگین قمقموں سے ہال سجایا گیا تھا ،جگمگا رہا تھا۔ہال کے وسط میں سجی میز پر قرینے سے کیک رکھا گیا تھا۔جس پر بڑی نقش ونگاری سے پانچویں سالگرہ کی عبارت لکھی ہوئی تھی ۔اور پاس ہی ایک شمع بھی وہاں پڑی ہوئی تھی۔

ایک عجیب سی گرماہٹ ماحول میں پھیلی ہوئی تھی۔لوگوں کی غپ شپ کی ملی جلی آوازیں جیسے اس کے کانوں میں گرم گرم سیسہ کی طرح اترنے لگیں تو وہ غصے سے پاگل سی ہو گئی اور وہ بپھری شیرنی کی طرح ہال میں داخل ہو کر دہاڑنے لگی ہی تھی کہ اس کے چہرے کی بدلتی رنگت کو دیکھ کر ہال میں موجود بھی لوگ بے تحاشہ ہنس دئے اور وہ انہیں دیکھتی رہی ، کچھ کہہ نہ سکی۔

معاً بیٹی کو دیکھ کر اس کی ماں فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کی جانب بڑھی اور لپک کر

(بقیہ صفحہ 50 پر)

افسانہ

اقبال سلیم
97-Aiwan-E-Tahera
4th Main 8th Cross.J.H.B.C.S.Layout
J.P.Nagar Post
Banshankri 2nd Stage
Bangalore-560111



دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے

اب میری بیوی سرلا گلدان میں گلاب کی جگہ کنول سجانے لگی ہے۔ جو اس کی قوم پرستی کی دلیل ہے۔ وہ کنول ہی تو ہے، جس پر دولت کی دیوی کھڑی روپے برساتی ہے اور کنول ہماری طاقت کا نشان بھی ہے۔ ہٹلر کی نازی پارٹی کے نشان سواستک کی طرح۔ اگر قوم پرست ہٹلر اپنے ناکردہ گناہوں کی بنا پر اتحادیوں کے ناپاک گٹھ جوڑ کے بھینٹ نہ چڑھ گیا ہوتا تو آج جرمن قوم ناقابل تسخیر ہو کر پورے یوروپ پر حکومت کر رہی ہوتی۔ اگر یہی ہٹلر ہندوستان میں پیدا ہوا ہوتا تو اب تک پارلیمنٹ سے تاج محل تک زعفرانی رنگ پھیلا دیا ہوتا۔

مگر! میں نے مسکرا کر کہا "غالب خستہ جاں کے بغیر کون سے کام بند ہیں"۔

ٹھیک ہے! اس نے فراخ دلی سے میرا طنز نظر انداز کر دیا۔ مگر کیا یہ خوشی کی بات نہیں کہ اب ہماری قوم میں بیداری کی لہر چل نکلی ہے۔ کیا گجرات کے فسادات اس کا ثبوت نہیں ہیں۔

یہ ہیں سنجے گپتا کی باتیں ـــــ میں اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ ہم دونوں ہی ایک کمپنی میں ملازم ہیں، خیالات میں ہم آہنگی کے فقدان کے باوجود ہم اچھے دوست تھے چند ہفتے قبل گودھرا چلتی ٹرین سے ایک چنگاری اٹھی اور پورے گجرات میں آگ بھڑک گئی اور قانون کی آنکھوں تلے شرپسند لوٹ مار، قتل و غارت گری کا بازار گرم کئے ہوئے تھے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جس میں کسی بے گناہ کو زندہ جلا دینے کی خبر نہ آتی ہو۔

ایک دن اسی طرح ان سنگین حالات پر رائے زنی کرتے ہوئے میں نے کہا!

"ہم کسی اخبار میں کسی بہو بیٹی کو تیل چھڑک کر آگ لگانے کی خبر پڑھتے ہیں تو بلا امتیاز ذات و مذہب اس درندگی اور بربریت کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ آج گجرات ایسی ہی بے گناہ اور مظلوم بہو بیٹیوں کی سسرال ـــ اور ــ درندوں کی بستی بن کر رہ گیا ہے۔ جہاں ایک بے گناہ معصوم حاملہ عورت کی پہلے تو عزت لوٹی گئی، پھر اس کے پیٹ سے بچہ نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ آخر ان واقعات کے ذمہ داروں کا مذہب کیا ہے، جب کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب اس بربریت اور درندگی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جسے سن کر پہاڑ جیسے دل بھی دہل جاتے ہیں۔ مگر خود گجرات کا سب سے بڑا پہاڑ جسے لوگ وزیر اعلیٰ مودی کے نام سے جانتے ہیں، اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا۔ حالانکہ مودی ایسا پیارا اور مانوس نام ہے، جس سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کی خوشبو آتی ہے۔ "مودی" نام کا دھاگا عوام کا من پسند اور مضبوط دھاگا ہے۔ اور یہی نام ہماری پرانی ہندی فلموں کے ایک مشہور ہیرو سہراب مودی کا بھی ہے۔ جنہوں نے فلم پکار بنائی تھی جس کے ذریعہ ایک مسلمان شہنشاہ جہانگیر کے ایک بے نظیر انصاف کی داستان کو دنیا سے متعارف کرایا تھا۔ انہوں نے اردو کے ایک مسلمان شاعر "مرزا غالب" پر بھی ایک لاجواب فلم بنائی تھی جس کا ہیرو ایک ہندو بھارت بھوشن تھا۔ اور ہیروئن ایک مسلمان اداکارہ ثریا تھی۔ خود ان کی بیوی مہتاب تک مسلمان عورت تھیں۔ یہی نہیں میرے وطن کرناٹک کے ایک مشہور زمانہ ماہرِ امراض چشم بھارت رتن ڈاکٹر ایم سی مودی کا بھی یہی نام تھا۔ جن کی ساری عمر خدمتِ خلق میں کٹی۔ ان کے آگے کوئی ہندو نہ کوئی مسلمان، نہ برہمن نہ اچھوت، نہ امیر نہ غریب سب کے لئے دروازے کھلے تھے۔ دراصل یہی سیکولرزم ہے، جس کا دوسرا نام انسانیت ہے۔

یہ سن کر وہ حقارت سے ہنسا۔ نریش! مجھے نہیں معلوم کہ سیکولرزم کس جانور کا نام ہے۔ مگر تمہاری باتوں سے اقلیت نوازی کی بو آتی ہے۔ ہمارے یہاں کی اقلیتیں غیر ملکی ہیں ان کے آباء و اجداد نے صدیوں تک ہمیں غلام بنائے رکھا، ہم پر حکومت کی ہے ہماری عبادت گاہوں کو ڈھا کر اپنی عبادت گاہیں تعمیر کی ہیں۔ اب ہم آزاد ہو چکے ہیں، ہم اپنی غلامی کی نشانیاں مٹا کر اپنی زمین پر اپنی تہذیب اور اپنے رسم و رواج کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو یہ شور شرابہ کیوں؟ ہر کوئی اپنے حق کے حصول کی راہ میں آڑے آنے والے کانٹوں کو صاف کرنے کا مجاز ہے"۔

میں نے ٹوکا "تم اقلیتوں کو غیر ملکی سمجھتے ہو تو یہ تمہاری تنگ نظری ہے اور تاریخ سے لاعلمی کا ثبوت ہے۔ اس طرح تو ہم بھی غیر ملکی ہیں، ہمارے آباء و اجداد "آریہ" تھے جو وسط ایشیا سے نکل کر کوہِ ہندوکش کی راہ ہمارے ملک میں داخل ہوئے اور یہیں آباد بھی ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہاں کی قدیم اور اصل قوم "دراوڑ" کو دکن کی طرف مار بھگایا تھا۔ غالباً ملک میں ان کی پہلی دہشت گردی تھی۔ "آریہ" کی آمد کا ایک اور ثبوت اردو کے نامور شاعر اقبالؔ کے اس شعر سے ظاہر ہے جو ان کے مشہور ترانہ "ترانۂ ہندی" کی زینت ہے جسے آج ملک کے بچے جوان بوڑھے سب بلا تفریق مذہب دہرا رہے ہیں۔

اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو

اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

کیا کسی نے اس حقیقت کو جھٹلانے کی یا تردید کرنے کی ہمت کی ہے۔ ہم جس زمین کو اپنی زمین کہتے ہیں وہ ہماری ہے۔ نہ ہندو کی نہ مسلمان کی اور نہ سکھوں کی نہ عیسائی کی ۔یہ زمین صرف بھگوان کی ہے جسے اس نے اپنی تمام تر مخلوقات کے لئے بنائی ہے جس میں انسان حیوان چرند پرند حتیٰ کہ حشرات الارض تک شامل ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی مر کر یہ زمین اپنے ساتھ نہیں لے جاتا۔ ہر کسی کو صرف دو گز زمین ہی کافی ہے۔ تم ان بادشاہوں اور شہنشاہوں کو یاد کرو جو اپنی حکومتوں اور زمینوں کے لئے لڑتے تھے۔ آج ان کے نام حرف تاریخ میں بند ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور وہ خود دو گز خاک کی چادر اوڑھے ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔

"یہ سب سادھو سنتوں کی باتیں ہیں" مہتہ نے بات اڑا کر کہا، لیکن تم نے دہشت گردوں کی صحیح تعریف نہیں کی۔ دہشت گرد وہ ہے جو کشمیر میں مذہب اور وطن کے نام پر بے گناہوں کا خون کر رہے ہیں۔ جن میں زیادہ تر انہیں کے بھائی بند ہو ہیں۔ افغانستاں میں بھی یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ ہم بھی گجرات میں اپنے وطن کے حصول کے نام پر فساد کرتے ہیں۔ اور یہ اس بات کا مطالبہ ہے کہ ہندوستان کا ہے۔ ہم ہندو راشٹر بنائیں گے۔ اپنی زمین اور اپنے وطن کے لئے لڑنے والے لوگوں کو مجاہد کہا جاتا ہے دہشت گرد نہیں۔ دہشت گرد تو وہ ہیں جنھوں نے حملہ کیا تھا۔ جس میں ہزاروں بے گناہ امریکی مارے گئے تھے، کیا تم ان حملہ آوروں کو دہشت گرد نہیں کہو گے، کیا وہ دہشت گرد نہیں تھے؟

"ضرور تھے" میں نے خندہ پیشانی سے اعتراف کیا اور کہا! "دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ بلکہ ان کے بھائی بندوں تک نے ان پر لعنت و ملامت کی بارش کی تھی اور کر بھی رہے ہیں مگر ان مٹھی بھر دہشت گردوں کے ظلم کی سزا ان کی ساری قوم کو دینا کہاں کا انصاف ہے۔ کوئی ایک فرد چوری کرے تو اس سے اس کا خاندان بدنام تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن سزاوار نہیں ہو سکتا۔ انہیں ایک دن اپنے خیالات بدلنے ہوں گے۔

یہ سن کر وہ اس طرح ہنسا جیسے کسی بچے کی بات پر ہنسا ہو۔ پھر ہم چائے کی پیالی کی طرف متوجہ ہو گئے جو اس کی بیوی لے کر آئی تھی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر کئی دنوں بعد پھر ایک دن فساد کی آگ نے ہمارے شہر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس دن اتوار تھا اور مہتہ کے بیوی بچے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ گھر کو تالا لگا کر میرے یہاں چلا آیا۔ اس وقت ہم بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے فون اٹھایا، ادھر مہتہ کے خسر گپتا جی بول رہے تھے "کچھ دیر قبل ہم نے سنجے مہتہ کے گھر فون کیا تھا مگر وہ نہیں ملا، کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا"۔ میں نے جواب دیا وہ اس وقت میرے یہاں ہے۔ میں ابھی اسے فون دیتا ہوں انتظار کیجئے۔

مہتہ مجھ سے فون لے کر کچھ دیر ان سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد چہرے پر شدید پریشانی عیاں تھی، وہ فون رکھ کر میری طرف مڑا۔ سریش! میرے خسر کا فون تھا:

بہت دیر ہوئی کہ امبیڈکر روڈ پر ایک سرکاری بس میں بم پھٹا تھا، جس میں سرلا اور میرا بچہ بابو سفر کر رہے تھے۔ کئی لوگ زخمی ہوئے ہیں اور یہ دونوں بھی زخمی حالت میں مہاتما گاندھی ہسپتال لے جائے گئے ہیں۔ مگر خطرے سے باہر نہیں ہیں میں وہیں جا رہا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو۔

ہم دونوں اسکوٹر پر سوار ہو کر چلے، اسپتال کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

ہم پہنچے تو احاطے میں عوام اور زخمیوں کے رشتے داروں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس میں افراتفری پھیل گئی اور راستہ بند ہو گیا۔ دراصل ہجوم ان دو مسلم نوجوانوں کی طرف بڑھ رہا تھا جو اسپتال سے باہر آ کر اپنا اسکوٹر اسٹارٹ کر رہے تھے۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں لاتوں اور گھونسوں کی زد میں رکھ لیا۔ دونوں نوجوان ہاتھ جوڑے ان کی منت سماجت کر رہے تھے "ہمیں چھوڑ دو..... مت مارو..... ہم بے گناہ ہیں"۔ مگر ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہو رہی تھی۔ دفعتاً فضا میں دو دردناک چیخیں گونجیں، کسی نے ان کے چاقو گھونپ دیا تھا۔ اچانک پشت سے مہتہ کی آواز گونجی "مارو... مارو... انہیں زندہ نہیں چھوڑو یہ سانپ ہیں یہ ہمارے دشمن ہیں۔ مہتہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ "یہ قاتل ہیں قاتلوں کے بھائی بند ہیں ان کی بوٹی بوٹی کر کے چیل کوؤں کو کھلا دو"۔

میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے خاموش رکھنے کی کوشش کی مگر بے سود، وہ آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ "ٹھہرو... ٹھہرو..." دفعتاً! کہیں دور سے کسی کی آواز گونجی "ٹھہر جاؤ !۔ میں نے مڑ کر دیکھا یہ مہتہ کے خسر گپتا جی تھے۔

ٹھہرو...... بھگوان کے لئے انہیں مت مارو۔ وہ زور زور سے ہاتھ ہلاتے ہوئے ہجوم کو چیر کر ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ "میں تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں ...... انہیں چھوڑ دو۔ وہ بے گناہ ہیں، وہ بے قصور ہیں۔ گپتا جی ہانپ رہے تھے، غالباً دوڑتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔

آپ انہیں بچانے آئے ہیں، مہتہ ان کی طرف مڑا اور بولا "ان سانپوں کو بچانے آئے ہیں اور آپ اپنی بیٹی اور نواسے کو بھول گئے۔ کیا ان کے ڈسنے والوں کے بھائی بند نہیں ہیں"۔

گپتا جی نے اسے پرے دھکیل دیا اور کہا "دیوانے نہ بنو۔ جوش سے نہیں ہوش سے کام لو" انہوں نے گردن گھما کر ایک لمحے کے لئے نوجوانوں کی طرف دیکھا جو زمین پر دم توڑ چکے تھے اور وہ کانپ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے اور اسی کرب کے عالم میں مہتہ سے بولے "یہ نوجوان ...... ایک آہ بھری..... یہ نوجوان دشمن نہیں تھے، یہ سانپ بھی نہیں تھے، یہ فرشتے تھے۔ انہوں نے جیب سے رومال نکال کر اپنی آنکھیں صاف کیں اور رندھے ہوئے گلے سے بولے۔ انہوں نے تمہاری بیوی اور بچے کو جلتی بس سے نکالا اور ہسپتال پہنچایا، ان کی زندگی بچانے کو خون تک دیا۔ انہوں نے سرلا سے نمبر لے کر تمہیں گھر پر فون کیا تھا تم نہیں ملے تو مجھے فون کیا اور اس وقت تک وہاں سینہ ٹلے جب میں

وہاں نہیں پہنچ گیا۔اور ڈاکٹر نے اطمنان نہیں دلایا کہ اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔یہ میرے سامنے کی بات ہے۔دونوں ابھی ابھی آشرواد لے کر گئے تھے...... مگر آہ......

وہ ایک لمحے کو رکے اور آنسو پی کر بولے "تعصب کا پردہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور دوست دشمن کی تمیز کو بھول کر خون کی ہولی کھیلنے لگ جاتا ہے۔نہ جانے کتنے بے گناہ خون میں رنگے جارہے ہیں۔محض اپنے خیالی انتقام کی پیاس بجھانے کے لئے سہاگ لوٹے جارہے ہیں، عصمتیں لوٹی جارہی ہیں،ماؤں کی آنکھوں تلے ان کے جگر کے ٹکڑے ذبح ہورہے ہیں"۔انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منھ چھپالیا اور رو پڑے

دفعتاً مہتہ کے ہاتھ سے اس کی عینک چھوٹ کر زمین گری اور چور چور ہوگئی وہ پاگلوں کی طرح کبھی کبھی گپتا جی کی طرف کبھی لاشوں کی طرف دیکھتا رہ گیا۔جن کے خون کا ایک حصہ ابھی بھی اس کی بیوی بچے کے خون سے مل کر انہیں موت کے منھ سے چھینا تھا۔یہ خون کتنا سستا اور کتنا مہنگا تھا۔فضا خاموش تھی ،ہجوم خاموش تھا۔مہتہ بھی خاموش تھا...... میں نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا،مجھے ایسا لگا جیسے گل دان میں سجی ہوئی کنول مرجھا گئی ہو،جیسے سب کا من پسند مذہبی دھاگا اپنے آپ ٹوٹ گیا ہو جیسے ہٹلر ایک بار پھر شکست کھا گیا ہو۔

☆☆☆

(سالگرہ کا بقیہ)

کر فرط مسرت سے اسے گلے لگائی اور اس کی کشادہ پیشانی پر پیار بھرے بوسے ثبت کئے اور پھر بڑی شکایت بھرے لہجے میں اسے پوچھ بیٹھی۔

"آ گئی بیٹی ،بڑی دیر لگا دی،ہم تو تمہاری ہی راہ دیکھ رہے تھے"

مجھ سے کیا پوچھتی ہو،یہ تو تم اپنے داماد ہی سے پوچھنا۔مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ......................

ابھی وہ اپنا جملہ پوری طرح ادا نہ کر سکی۔معاً اس کی نظر ہال کے ایک گوشے پر پڑی جہاں اس کا شوہر ادائے بے نیازی کے ساتھ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس سے پوچھ بیٹھا" کیوں،کیسا لگا میرا سرپرائز(Surprise)؟

اس بات پر پہلے ہال میں سناٹا چھا گیا۔پھر قہقہوں اور تالیوں کی گونج سے ہال گرج اٹھا۔اور جیسے ہی دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو اسے شوہر کی آنکھوں میں شرارت کی پرچھائیاں نظر آئیں۔وہ فوراً سمجھ گئی معاملے کو اور اپنے غصے پر قابو کر گئی۔شوہر کی اس بات نے اس کے دل میں چھپی آگ کو ختم کر دی اور آگے بڑھنے سے پہلے ہی ٹھنڈی ہو گئی،وہ اپنی ہنسی کو بھی نہیں روک سکی۔

☆☆☆



سراج زیبائی

1stFloor.AnandraoBadavane

1stCross.Shivamogga-577205

Mob-8296694020

روشنی کا شہر

عجیب شہر ہے یہ روشنی کا شہر جہاں
نئی نویلی سی صبحیں حسین شامل ہیں
دھلی دھلی سی یہ گلیاں ہیں اور راہیں ہیں
خدا کے قہر کے قبضے میں ہیں یہ شہر کے لوگ
جوان عصمتیں لٹتی ہیں چند سکوں پر
حسین جسم مچلتے ہیں شوخ نغموں پر
سیہ گناہوں میں پلتی ہیں شہر کی نسلیں
کلب کی رونقیں نوٹوں کی کھوکھلی یہ بہار
ہر اک کو کھینچے ہے پازیب کی حسیں جھنکار
ہر ایک سمت گناہوں کا گرم ہے بازار
لباس پھینک کے عصمت برہنہ ہوتی ہے
زبان چپ ہے شرافت کی آنکھ روتی ہے

☆☆☆



قیصر واحدی

235/100.BunkarColony

YerkhedaRoad.Kamptee-441001

Nagpur(M.S)

دھوپ میں رہوں یا چھاؤں میں   یاد رکھنا مجھے دعاؤں میں
راہ کے پتھروں کو کیا معلوم   زور کتنا ہے میرے پاؤں میں
وہ جو کچے مکاں ہیں گاؤں میں   شہر کی بلڈنگوں سے اچھے ہیں
زنگ آلود رکھ دو تلواریں   بو ہے بارود کی فضاؤں میں
یہ ضروری نہیں نظر آئیں   کئی طوفاں ہیں ان گھٹاؤں میں
تتلیوں کے پروں کا ہے پیغام   رنگ بکھرا دو ان فضاؤں میں
غور سے دیکھ کر بتا قیصر   کیا نفاست تھی پارساؤں میں

افسانہ

اظہر نیّر
Villa:Barhulia,KansiSimri
Dist:darbhnga-847106(Bihar)
Mob-9939749452



برائی کا المیہ

"جمال! تم کب دبئی سے آیے؟" انور نے دریافت کیا

"انور! مجھے آیے ہویے پندرہ روز ہو گئے"

"جمال! تم پریشان نظر آرہے ہو کیا بات ہے؟ سب خیریت تو ہے نا؟"

"نہیں انور! میں ان دنوں بیوی کو لے کر کافی پریشان ہوں۔ قریب ایک سال سے اس کے علاج میں لاکھوں روپے خرچ کر چکا ہوں۔ جب بھی بیوی سے گفتگو ہوتی تو معلوم ہوتا کہ بیمار ہیں۔ میں دبئی سے پابندی کے ساتھ پیسے بھیجا کرتا تھا۔ گھر کے خرچ کے علاوہ علاج کے لیے الگ سے پیسے بھیجا کرتا تھا۔"

"جمال! آخر بھابی کو کیا ہوا ہے؟"

"انور! میں جب سے آیا ہوں ڈاکٹر کا چکر لگا ہوا ہے ہر طرح کا ٹسٹ چل رہا ہے، مصیبت کم نہیں ہو رہی ہے۔"

جمال جب دس سال کا تھا والد کا انتقال ہو گیا۔ والدہ نے گاؤں کے اسکول میں پڑھایا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد اس نے I.T.I کیا اور پھر دبئی چلا گیا۔ جمال نے پابندی کے ساتھ ماں اور اپنی چھوٹی بہن کا خیال رکھا۔ دو سال کے بعد آ کر بہن کی شادی کی۔ شادی میں اس کے ماموں نے پورے خاندان کے ساتھ شرکت کی۔ شادی کے بعد جمال کے ماموں نے اس کی شادی اپنی بیٹی سے کرنے کے لیے اپنی بہن سے کہا: "ریحانہ بہن! جمال کی شادی میری بیٹی نسرین سے کردو۔ میں غریب آدمی ہوں، کون میری بیٹی سے شادی کرے گا۔ میرے پاس جہیز اور مانگ پوری کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ بہن! میری مدد کرو۔ ویسے تم جمال کی مرضی معلوم کرو۔ اگر وہ تیار ہوگا تو بہتر ہے۔ اس کی بہن نے کہا:

"بھائی جان! میرا بیٹا ہے میں اسے جو کہوں گی وہی کرے گا"۔

جمال بھی نسرین کو پسند کرتا تھا۔ نسرین بہت خوبصورت تھی۔ میٹرک پاس کر چکی تھی۔ جمال کی ماں نے اس کی شادی نسرین سے کرنے کی بات کی تو جمال فوراً راضی ہو گیا۔

جمال نے دبئی جانے سے قبل نسرین سے شادی کرلی۔ دو ماہ کی فرصت ختم کر کے جمال دبئی چلا گیا۔ نسرین اپنی ساس یعنی پھوپی کے ساتھ رہنے لگی۔ جمال کے ساتھ وہ اکثر فون پر گفتگو کیا کرتی۔ ۹ ماہ بعد نسرین کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ دبئی میں ایک سال گزار کر جمال واپس آ گیا۔ نسرین کو اس نے غم زدہ دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا تم اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلو۔ جمال نے سمجھاتے ہویے کہا کہ میں دبئی میں تمھیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ پھر تم میرے ساتھ جانے سے ماں اکیلی رہ جائیں گی۔ گاؤں کے مکان میں تالا ڈال کر شہر میں رہنا مناسب نہیں۔ مگر نسرین کو اس کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ جمال پریشان ہو کر دبئی چلا گیا۔

نسرین کو ساس کے پاس رہنا پسند نہیں تھا۔ کسی طرح گاؤں میں ایک سال گزارنے کے بعد ڈیلیوری کے لیے اس نے شہر میں انتظام کرلیا ہے۔ اس نے رشتے کے ایک بھائی کی مدد سے کرائے کا مکان لے لیا ہے۔ وہ شہر میں رہنے لگی۔ ڈیلیوری کے وقت جمال کی ماں بھی شہر آ گئی۔ نسرین کی بچی پیدا ہوئی۔ دو تین ماہ بعد جمال کی ماں گاؤں چلی گئی۔ وہاں جا کر سخت بیماری میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئی۔ ماں کے مرنے پر جمال نہیں آیا اور گاؤں کے گھر میں تالا لگ گیا۔

نسرین بچوں کے ساتھ شہر میں رہنے لگی۔ جمال ہر دو سال میں آتا جاتا رہا۔ دونوں بچے اسکول جانے لگے۔ اسی دوران نسرین کا تین بار ابورشن ہو چکا تھا جس کے سبب وہ بیمار رہنے لگی۔ اس کی بیماری کی وجہ سے جمال دبئی سے واپس آ گیا۔

ٹیسٹ کے بعد معلوم ہوا کہ نسرین کے جسم میں خون کی کمی ہے۔ جمال سوچنے لگا کہ آخر ابورشن کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کمال سے دریافت کیا کہ گھر میں کون کون آیا کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ سلیم ماموں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ وہی ماں کو علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے تھے۔ اس نے سوچا نسرین کا تو کوئی بھائی نہیں تھا۔ آخر یہ بھائی کہاں سے آ گیا؟۔

ایک روز ڈاکٹر نے جمال کو بتایا کہ نسرین کے دونوں گردے خراب ہو چکے ہیں۔ تم نسرین کو چنئی لے جاؤ اور اس کا گردہ جلد بدلنے کی کوشش کرو۔ ابھی چنئی جانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ نسرین کی موت ہو گئی۔ جمال نے سوچا کاش میں دبئی نہیں جاتا تو نسرین کو بار بار ابورشن کی ضرورت نہیں پڑتی۔

☆☆☆

انشائیہ

شکیل شاغل

Bara Chakia
East Champaran(Bihar)
Mob-9708060457

مسلک بیگم

میں ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں جنہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے صحافت کی تعلیم حاصل کر اپنے خونِ جگر سے صداقت کی شمع کو روشن کیا ہے۔ فیض احمد فیض نے کہا تھا۔

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

حق اور صداقت کے علم کو بلند رکھنا ہر صحافی کی زندگی کا مقصد اور اپنے جذبہ خودداری کی حفاظت صحافت کا نصب العین ہوتا ہے۔ کیف عظیم آبادی نے اس کی ترجمانی یوں کیا ہے۔

اے جذبۂ خودداری جھکنے نہ دیا تو نے
لکھنے کے لئے ورنہ سونے کے قلم آئے

جب میں جامعہ میں تھا تو جناب اخلاق حسین، جناب عبدالحمید انصاری، ڈاکٹر جاوید انصاری، ڈاکٹر عبدالحسن اور جناب مہر عالم بھی میرے ہم جماعت تھے۔ میں نے اپنے ہم جماعت ساتھیوں کا نام اس لئے واضح کر دیا ہے کہ میں ایسے ملک کا شہری ہوں جس ملک کے باشندوں کو اپنے رہنما کی ہر بات پر شک ہوتا ہے۔ پہلے تو موصوف سے ان کی تعلیمی لیاقت دریافت کی گئی، پھر ڈگری کا مطالبہ ہوا۔ میڈیا کی مہربانی سے دونوں مراحل سے گزرنے کے بعد ہم سبق اور ہم جماعت کے نام پر حملہ ہوا اور طرح طرح کی افواہیں پھیلائی گئیں اور ان کے تمام دعوؤں کو جھوٹا قرار دیا۔ اس خوف سے میں نے پہلے ہی اپنے ہم سبق اور ہم جماعت کا نام نامی اسم گرامی ظاہر کر دیا ہے تا کہ ہم سے کوئی ڈگری کے متعلق سوال نہ کرے۔ اگر سوال کرنا ہے یا میرے متعلق کوئی جانکاری حاصل کرنی ہے تو میرے پانچوں ہم جماعت سے مہربانوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ براہِ کرم مجھے زحمت سے محفوظ رکھیں۔

جس سال میں نے ماس کام میں داخلہ لیا اسی سال میری بیگم نے بھی ایل ایل بی میں داخلہ لیا۔ اور ہم دونوں کالج کے کینٹین میں پہلی بار ٹکرائے تو میرے دل نے کہا۔

تجھے دیکھا تو یہ جانا صنم　　پیار ہوتا ہے دیوانہ صنم

دوستوں کی نظر بد سے بچنے کے لئے ہم دونوں نے کینٹین کو خیر آباد کہہ دیا اور کبھی کالندی کنج تو کبھی لودھی گارڈن، کبھی لوٹس ٹمپل تو کبھی لال قلعہ میں اپنے عشق کو پروان چڑھایا، لیکن وہ پانچوں اپنی شرافت کا عملی ثبوت پیش کرتے رہے۔

دلی کے باغات کی حسین وادیوں میں ہم دونوں سیر و تفریح کرتے تو میرے دل کی دھڑکنیں یہ صدائیں بلند کرتیں۔

تو حسن ہے، میں عشق ہوں　　تو مجھ میں ہے میں تجھ میں ہوں

جب کسی کیفے میں بیٹھ کر ہم دونوں کولڈ کافی پیتے تو میرے صنم کے لبوں کے لمس سے ہی کولڈ کافی ہاٹ کافی میں تبدیل ہو جاتی اور میرا روم روم جھلس اٹھتا۔ میری کیفیت کی ترجمانی ڈاکٹر حاتم جاوید نے یوں کی ہے۔

سلگ رہی ہیں ہماری سانسیں　　قرار دل کا پھیکا پھیکا سا ہے
فقط نظر سے چھوا تھا اس کو　　وجود اب تک جھلس رہا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا۔ لیکن اس فکر و خیال کو ہم نے غلط کہا اور دوستوں کو سرپرائز دینے کے لئے اپنے عشق کو چھپا کر رکھا اور ڈائرکٹ نکاح کا پروگرام مرتب کیا۔ نکاح کے لیے حضرت علامہ فسق و فجور چشتی صاحب کو جو بکرے کے چستہ کے بھی دلدادہ تھے، دعوت پر تشریف لائے۔ وہ چستہ کے احترام میں چھوٹی س سے چستہ تخلص کرتے تھے۔ نکاح کے وقت قبلہ رخ قعدہ کی حالت میں بیٹھا۔ میری ہونے والی بیگم بھی سج سنور کر گھر کے اندر بیٹھیں۔ عین نکاح کے وقت حضرت نے فرمایا کہ آپ کی ہونے والی زوجہ محترمہ کا مسلک کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں معلوم تو موصوف نے فرمایا کہ نکاح کے لئے دونوں کا ہم مسلک ہونا ضروری ہے۔ اگر لڑکا لڑکی دونوں میں سے کوئی دوسرے مسلک کا ہے تو نکاح نہیں ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ واضح کیجئے تو موصوف نے فرمایا کہ بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث، شافعی، مالکی، حنبلی مسلک کے ماننے والوں کا نکاح صرف ان کے ہی مسلک میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ کی ہونے والی محترمہ کا مسلک جاننا ضروری ہے۔ احترام سے پھر میں نے پوچھا کہ اپنے ملک کے درجنوں لیڈروں کی بیگمات تو دوسرے مذاہب کی ہیں اور ان کا نکاح تو آپ نے بڑی خوش دلی سے پڑھایا ہے۔ جب پائل

نے عمر عبداللہ کو گھائل کیا' جب شرمیلا نے پٹودی کو بے شرم کیا' جب سنگیتا بجلانی نے بجلی بن کر تورعین کے آشیانے کو خاکستر کیا اور اظہر کو زہر بنا ڈالا' جب قرینہ نے سیف کے دھار کو کند کیا تو اس وقت آپ نے مسلک نہیں پوچھا تو موصوف نے فرمایا کہ ان کا قدم ملک کی سیکولرزم کی بقا کے لئے جان، آن، بان، شان ہے، آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے آپ دونوں پہلے اپنا مسلک ظاہر کیجئے پھر نکاح کا عمل شروع ہوگا۔ چونکہ ہم ایک دوسرے کو مسلمان سمجھ رہے تھے اس لئے مسلک پر توجہ نہیں دی۔ مجھے اچانک خوف لاحق ہوا کہ اگر سفینہ دوسرے مسلک کی ہوگی تو میرے عشق کا سفینہ ساحل لگنے سے قبل ہی ڈوب جائے گا اور برسوں کا پیار غرقاب ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے نکاح کو موخر کر دیا تمام باتوں سے سفینہ کو واقف کرایا۔ سن کر سفینہ بھی بہت مایوس ہوئی اور اس نے دل ہی دل میں مسلکی وبا کو برا بھلا کہا۔

سفینہ کے قانونی مشورے سے دوسرے ہی دن ہم دونوں اپنے اپنے ابو امی کے ساتھ کورٹ پہنچے اور مجسٹریٹ کے سامنے ایک دوسرے کو میاں بیوی کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ اوپر والا سلامت رکھے فلم 'خدا گواہ" کے نغمہ نگار کو جن کے نغمہ نے ہمارے لئے ایجاب وقبول کا کام کیا۔ ہم دونوں نے اپنے ولی کی موجودگی میں بیک وقت پڑھا

تو مجھے قبول، میں تجھے قبول
اس بات کا خدا گواہ، خدا گواہ

ہم دونوں بہت خوش تھے کہ ہمارے مسجد کے موذن محترم حضرت نعیم الدین قلب سیاہ صاحب قبلہ تشریف لائے، حضور کی جتنی داڑھی سفید تھی اس سے کہیں زیادہ قلب سیاہ تھا۔ چونکہ داڑھی کی سفیدی پر قلب کی سیاہی غالب تھیں اس لئے حضرت قلب سیاہ تخلص فرماتے تھے۔ اور یہ تخلص ہی ان کی مکمل پہچان تھی۔ موصوف نے بہار اور بنگال دونوں ریاستوں میں نکاح کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا! بابو تم پھر سے نکاح کرلو۔ میں نے کہا کہ ہم دونوں نے پہلے ہی اپنے اپنے ولی کی موجودگی میں ایک دوسرے کو قبول کرلیا ہے اس لئے اب نکاح کی ضرورت نہیں رہی۔ اس پر موصوف نے فرمایا کہ جس طرح سابق صدرِ جمہوریہ نے اپنے پیپر اسٹائیل سے حجاموں کی حجامت کردی اسی طرح تم مولویوں کی فضیحت کرنا چاہتے ہو۔ ذرا سوچو برخوردار! اگر تمہاری طرح سب نے نکاہ کرنا شروع کر دیا تو ہمارا اور ہمارے کا کیا ہوگا؟ سرکار نے پہلے حلالہ کا دھندا چوپٹ کر دیا، جس سے مولویوں کی بے روزگاری بڑھی ہوئی ہے۔ اب تم نکاح نہ کرنے کی سازش کر رہے ہو۔ میں نے ادب سے جواب دیا، حضور ذرا مسلک کا مطالعہ کرلوں تو آپ کو نکاح کا موقع عنایت کروں گا۔

میں نے بیگم سے کہا کہ آپ ادیانِ عالم، اقوامِ عالم اور مسلکِ عالم کا مطالعہ فرمائیں۔ محترمہ نے مطالعہ کے بعد علامہ اقبال کے اشعار ارشاد کیا۔

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
ہر کوئی مست ہے ذوقِ تنِ آسانی ہے۔ تم مسلماں ہو، یہ اندازِ مسلمانی ہے
حیدری فکر ہے نہ دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر۔ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

☆☆☆



سید خادم رسول عینی
UnionBank Of India
BhusawalBranch.Timber
MarchentBhusawal
Dist:Jalgaon-425201

چاند کا سفر۔۲

ہے فخر اپنے واسطے یہ چاند کا سفر
بھارت ہمارا دہر میں ہے کتنا با اثر
ہم نے جنوبی قطب میں بھی
رکھ دیے قدم
جو دوسروں کے واسطے تھا باعثِ خطر
چمکے گا اس سے دیکھنا اسرار کا فلک
لائے گا چندریان سوم منفرد گہر
اول جو چندریان تھا
اس نے دلیل دی
ہم نے کہا تھا آب ہے موجود در قمر
اس واسطے کہا ہے سلامت رہے وطن
لائے گا دہر کے لیے تحریک معتبر
کہتا ہے اپنا حوصلہ مریخ پہنچیں گے
پہنچے ہیں اپنے دم سے
ترے پاس اے قمر
بھارت کے عینی ہیں یہ خلاباز منفرد
ناسا بھی رشک کرتا ہے اسرو کو دیکھ کر
☆☆☆

شکیل سہسرامی



NearRahmanMasjid.
Moh:Samanpura.Raja
Bazar.Patna-14

رہنما کردار کا اچھا نہیں
ملک کیا گھر بار کا اچھا نہیں
رحم کرنا کارواں پہ اے خدا
فیصلہ سردار کا اچھا نہیں
کیوں کریں اس پر بھروسا بولیے
آدمی معیار کا اچھا نہیں
کہہ رہا ہے ہر ورق اخبار کا
مدعا سرکار کا اچھا نہیں
ہیں زمینیں اور بھی اس کے سوا
رنگ یہ اشعار کا اچھا نہیں
خامشی میں ہے بھلائی ان دنوں
موڈ کچھ بازار کا اچھا نہیں
مورچہ بندی بتاتی ہے شکیل
طور یہ سالار کا اچھا نہیں

احمد ندیم مورسندوی

At/P.O:Morsanda.Via:Korha
Dist:Katihar-854108(Bihar)



انسان کو قدرت نے نوازا ہے یہ اعجاز
شاہین سے بڑھ کر جسے حاصل ہوئی پرواز
عشرت میں رہے غرق تو انجام ہوا یہ
ہم بھول گئے جینے کا انمول ہر اک راز
ہے خاکِ وطن اپنے لئے آنکھ کا سرمہ
محبوب ہمیں دل سے ہیں اس کے سبھی انداز
فطرت ہے مری، کام کوئی کرنے جو بیٹھوں
میں نامِ خدا لے کے کیا کرتا ہوں آغاز
رکھتے ہیں سبھی بند سماعت کے دریچے
سنتا نہیں اب کوئی بھی مظلوم کی آواز
حالات ندیم اپنے کہوں کس سے یہاں میں
کوئی مرا اپنا ہے نہ کوئی میرا ہمراز

سردار پنچھی

Ludhiyana

اگر پیروں کے چھالے کم نہ ہوں گے
تو راہوں کے اجالے کم نہ ہوں گے
رہے گی بادلوں کی مہربانی
زمیں پر ندی نالے کم نہ ہوں گے
ستارے کم تو ہو سکتے ہیں لیکن
محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
یہ عاشق ہیں حسیناؤں کی شوکت
یہ مہتابوں کے ہالے کم نہ ہوں گے
سلامت ہے لبوں کی پیاس جب تک
چھلکتے مے کے پیالے کم نہ ہوں گے
کمائی ہوگی جو محنت کی پنچھی
تو روٹی کے نوالے کم نہ ہوں گے

ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی

BalMandirChowkMalangwa
Dist,Sariahi (NEPAL)



ٹھوکریں در بدر جب وہ کھانے لگا
ہوش تب جا کے اس کا ٹھکانے لگا
دہر سے نورِ ظلمت مٹانے لگا
میرا محبوب جب مسکرانے لگا
پھر مساوات کی بات ہونے لگی
وقت شاید الکشن کا آنے لگا
ختم ہونے لگیں فرش کی وسعتیں
گھر فضاؤں میں انساں بنانے لگا
میری تشنہ لبی کا اثر دیکھیے
اب کنواں چل کے نزدیک آنے لگا
شہر کیوں جایئے، گاؤں میں اب وصی
عصمتوں کا خریدار آنے لگا

ڈاکٹر آفتاب عرشی

At/P.O:Hanswar.
AmbedkarNagar-224143(U.P)
Mob-9347334855



کہانی در کہانی میں کہیں سویا نہیں ہوں میں
محبت میں ابھی دل کھول کے رویا نہیں ہوں میں
یہی اک بات بچی ہے مرے دل کی دیواروں پر
لگے ہیں ہجر کے دھبے جنھیں دھویا نہیں ہوں میں
مری تاریخ شاہد ہے زمینِ ہند سے پوچھو
کہ اس میں بیج نفرت کے کبھی بویا نہیں ہوں میں
تمہاری یاد کے اب مقبرے ویران رہتے ہیں
مگر آنکھوں پہ چسپاں خواب کو کھویا نہیں ہوں میں
یہی اب حال ہے عرشی بچھڑ جانے سے تیرے اب
یہ دنیا چیز ہے کیا خود کو بھی جویا نہیں ہوں میں

منور علی تاج

WazirParkColony.NearMasjid
Ujjain-456001(M.P)



ہر عطا ناچیز ہے اس کی عطا کے سامنے
کوئی کیا دے گا تجھے اس ماسوا کے سامنے
آنکھ بھر کے گڑگڑایا وہ خدا کے سامنے
تو وبا کی موت آئی ہے دعا کے سامنے
اے خطا کارو! کرو توبہ ذرا دل سے کبھی
ہر خطا ہے بے اثر اس کی رضا کے سامنے
آنسوؤ! اب تو نکل آؤ سلامی کے لیے
آ گیا ہوں میں درِ خیر الوریٰ کے سامنے
اس کا ہونا ہے ضروری زندگانی کے لیے
ہر نفس مجبور ہے ہر پل ہوا کے سامنے
آج موقع ہے کما لو تاج زادِ آخرت
ورنہ کیا منہ لے کے جاؤ گے خدا کے سامنے

رفیق رضا

Mohalla Deewan Bazar
Cuttack-753001



ہرطرف شورِ آہ و زاری ہے
خون بہنے کا خوف طاری ہے
آنسوؤں میں ہے غرق یکجہتی
امن رخصت فساد جاری ہے
ہونے والا ہے وقت کا حملہ
آج کی رات ہم پہ بھاری ہے
پیار ہو یا ملاپ کا جذبہ
بھول ہر حال میں ہماری ہے
اے رضا آج کل کے رہبر کی
قتل وغارت گری سے یاری ہے

صلاح الدین تسکینؔ

Dewan Bazar-
Cuttack-753001



کچھ روز کی حیات ہے بس دیکھتے رہو
قائم اسی کی ذات ہے بس دیکھتے رہو
اب تک سمجھ نہ پائے سب اہلِ خرد جسے
اک رازِ کائنات ہے بس دیکھتے رہو
حالات پل میں بنتے بگڑتے ہیں کس طرح
اس میں کسی کا ہاتھ ہے بس دیکھتے رہو
آیا ہے جو بھی، لوٹ کے جائے گا ایک دن
کچھ دیر کی تو بات ہے بس دیکھتے رہو
جو کر رہے ہیں ظلم محبت کی آڑ میں
قسمت میں ان کی مات ہے بس دیکھتے رہو
تسکینؔ بخش روشنی پھیلے گی ہر طرف
اب انتہا پہ رات ہے بس دیکھتے رہو

عظیم الدین عظیم

PlotNo-78/427,LotusGarden
Jadupur.Bhubaneswar-751019



آپ کی فطرت میں شامل سادگی اچھی لگی
آپ کے ہمراہ اپنی دوستی اچھی لگی
چین سے سوتا ہوں میں اپنی چٹائی پر سدا
اس لیے تو مجھ کو اپنی مفلسی اچھی لگی
چھین لیتی ہے امیری زندگی سے ہر سکون
میرے گھر میں جو ہے تھوڑی سی کمی اچھی لگی
یوں تو ہیں اردو کے شاعر اس جہاں میں بے شمار
میرے دل کو آپ کی ہی شاعری اچھی لگی
چار دن کی چاندنی کہتے ہیں لوگ اس کو عظیم
پھر بھی مجھ کو مختصر یہ زندگی اچھی لگی

محمد مجیب اللہ خاں پروازؔ

PlotNo-9.Indraprastha
Phase-1,Pokhriput.
Bhubaneswar-751021(Odisha)



جون کے ماہ میں اب تو بارش ہے کم
اور گھٹاؤں کی دلکش نمائش ہے کم
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور سہانی فضا
ایسی مستی کے عالم کی جنبش ہے کم
دھیان جاتا نہیں ہے ذرا اس طرف
پیڑ پودوں کے کٹنے کی بندش ہے کم
آج ہر شخص گرمی سے ہے مضطرب
گھومنے پھرنے کی دل میں خواہش ہے کم
ہم ہیں پروازؔ بے فکر اس حال میں
رب سے رحم و کرم کی گزارش ہے کم

محمد ممتاز شعورؔ

Qtr.No-E-2.PWDColony
BrooksHill.Sambalpur-768001



میں حقیقت ہوں نہ پڑھ مجھ کو فسانے کی طرح
میرا احساس ہے دریا کی روانی کی طرح
جس کی اک نیچی نظر نے کیا گھائل مجھ کو
وہ بھی لگتا ہے مجھے دشمنِ جانی کی طرح
لا نہ پایا کبھی مہتاب ترے حسن کی تاب
کوئی بے مثل نہیں تیری جوانی کی طرح
اک زمانہ ہوا بچھڑے ہوئے تجھ سے لیکن
تیری باتیں ہیں مجھے یاد کہانی کی طرح
اتنا ارزاں تو نہیں تھا کبھی پہلے یہ شعورؔ
آج انساں کا لہو بہتا ہے پانی کی طرح

یونس عاصمؔ

Dewan Bazar,Cuttack



زلف تیری جو ہوا میں کہیں لہراتی ہے
اک پری زاد نگاہوں میں اتر آتی ہے
ہر ستم تیرا بہ اندازِ کرم ہوتا ہے
"باتوں باتوں میں تری بات نکل آتی ہے"
پیار کا دیکھا ہے ایسا بھی کرشمہ میں نے
دشمنی کی کھڑی دیوار بھی گر جاتی ہے
فیض ہے مغربی تعلیم کا نسلِ نو پر
اپنے پرکھوں کی جو توقیر کو جھٹلاتی ہے
اس حقیقت سے تو واقف نہیں شاید عاصمؔ
داستاں صدیوں کی لمحوں میں سما جاتی ہے

ندرت نواز

Nikhatkada,KundMohalla
Daltonganj,Palamu.822101



زمیں سے دیکھ کر میں آسمان کیا کرتا
بھری برسات میں کچا مکان کیا کرتا
قفس میں لوٹ کے آنا ہی جب مقدر ہے
پرندہ بھر کے پھر اونچی اڑان کیا کرتا
ترے یہ لفظ ہی کافی ہیں زخمِ دل کے لیے
میں تجھ سے چھین کر تیر و کمان کیا کرتا
تمام عمر چلے گا یہ کشمکش کا سفر
اتار کر میں بدن کی تھکان کیا کرتا
نہ تیرے پاس تھا دل کا علاجِ غم
تجھے سنا کے بھی میں داستان کیا کرتا
وفا سناش نہیں تو جو اپنی فطرت سے
وفا کا دے کے بھی میں امتحان کیا کرتا
رہِ وفا میں بھی چلنا جہاں عبث ہو نواز
نثار کر کے وہاں اپنی جان کیا کرتا

میم عین لاڈلہ

6/161,M.M.Line.P.O: RLB
Lane.Dist:24 Pargnas(North)
Pin-743194(W.B)



یکساں نہیں ہیں سب کے خیالات دیکھیے
ہونے نہ پائیں پھر سے فسادات دیکھیے
ہے وقت کا تقاضا کہ رہنا ہے ہوش میں
بدلے ہوئے ہیں ملک کے حالات دیکھیے
جب آستھا کے نام پہ ہوتا ہے فیصلہ
لازم ہے کہ اٹھیں گے سوالات دیکھیے
کس کی نظر لگی ہے یہ جمہوریت کو آج
گھیرے ہوئے ہیں ملک کو خطرات دیکھیے
قانون جیسے بن گئی کوئی رکھیل اب
منصف کے بھی ہیں بک گیے جذبات دیکھیے
ہے لاڈلہ بھی داؤ پر اس ملک کا وقار
بڑھتے ہی جا رہے ہیں جو شبہات دیکھیے

اجے عالم

NearOldPowerHouse(Sukhwa
Godam)P.O:KaliMandirRoad.
Dist:jharsuguda-768202(Odisha)



جو لوگ آج بھی ہیں امن و آشتی کے خلاف
وہ آدمی کو لڑاتے ہیں آدمی کے خلاف
سمجھ رہا ہے اندھیروں کو پاسباں اپنا
اسے دیا نہ کہو جو ہے روشنی کے خلاف
خلوص ہے نہ محبت ہے اور نہ پاسِ وفا
وہ میرا دوست ہے لیکن ہے دوستی کے خلاف
تو اس کی بادِ مخالف سے بھی حفاظت کر
دیا جو تو نے جلایا ہے تیرگی کے خلاف
سبھی کے رنج و الم بانٹتا ہوں میں لیکن
زمانہ کس لیے ہے میری ہر خوشی کے خلاف
اسی کو آج یہ دنیا ستاتی ہے عالم
ہمیشہ لڑتا رہا جو ہے بے کسی کے خلاف

تبریز خان

Bariatu.Ranchi.Jharkhand
Mob-7250849214



خار کو وہ گلاب کہتا ہے
تپتے صحرا کو آب کہتا ہے
جس کے اندر برائی ہوتی ہے
ہر کسی کو خراب کہتا ہے
کوئی مطلب نکالنا ہو تو
مجھ کو عالی جناب کہتا ہے
ساری دولت لٹا چکا وہ تو
پھر بھی خود کو نواب کہتا ہے
تم بھی تبریز سے کیا واقف ہو
شعر وہ لاجواب کہتا ہے

شکیل ارمان

LalaHariCharanPath.Garulia
North24Parganas(W.B)
Mob-5290699834



جگنو، شفق وہ چاند ستارے چلے گئے
خوش رنگ زندگی کے نظارے چلے گئے
ہم ہاتھ ملتے رہ گئے ہر بازی ہار کے
بازی مگر وہ جیت کے پیارے چلے گئے
موقع ملا ہے جب مرے احباب کو کبھی
خنجر ہمارے دل میں اتارے چلے گئے
حالات جس قدر بھی رہے ہوں، ہر ایک پل
ہم گیسوئے حیات سنوارے چلے گئے
کرتا رہا جو ہم پہ ستم بار ہا شکیل
ہم کو بہ کو اسی کو پکارے چلے گئے

سمیع احمد ثمر

C/O:Md.SaghirAnsari
ShreeRampur.P.O:Mahmmadpur
Dist:Saran-841223(Bihar)



ہمیشہ آزمایا ہے کسی نے
کہاں اپنا بنایا ہے کسی نے
خیالوں میں اچانک میرے آکر
مجھے شب بھر ستایا ہے کسی نے
سوا یہ دل لگی کے کچھ نہیں ہے
کہاں دل کو لگایا ہے کسی نے
ہوا یوں ہی نہیں قائل زمانہ
حسیں نغمہ سنایا ہے کسی نے
جلایا ہے نہ یوں ہی خط کو پڑھ کر
محبت کو چھپایا ہے کسی نے
چمن میں تھا اندھیرا اس لیے ہی
نشیمن کو جلایا ہے کسی نے
ثمر کر کے دغا راہِ وفا میں
ہمارا دل دکھایا ہے کسی نے

عطیہ پروین
Faizabad(Ayodhiya) U.P



اندھیرے میرے ساتھی ہو گئے ہیں
اجالے زندگی کے کھو گئے ہیں
سنا ہے اپنے دامن کے لہو کو
مری چوکھٹ پہ کل وہ دھو گئے ہیں
جنھیں میری ہنسی پیاری بہت تھی
وہی حالت پہ میری رو گئے ہیں
مری خوشیاں انھیں لوگوں نے چھینیں
ابھی میری گلی سے جو گئے ہیں
بہت بے چین تھے وہ دردِ دل سے
خدا کا شکر ہے اب سو گئے ہیں
بہت دن سے نہیں خوابوں میں آیے
خفا شاید وہ پروینؔ ہو گئے ہیں

عارفؔ محمد عارف
AtQureshiMohalla.BadaShankarpur
P.O:PuranaBazar.Bhadrak-756100
Odisha)



مجرم ہے جو اٹھایے علم امن و اماں کا
سچ بولنا بھی جرم ہے دستور جہاں کا
اجڑا ہے مرا باغ بہاروں کے دنوں میں
غلبہ ہوا اس طور سے اس بار جہاں کا
یہ فاصلہ تم سے مجھے اچھا نہیں لگتا
آجاؤ کہ موسم بڑا دلکش ہے یہاں کا
وہ کیسی جگہ ہوگی جہاں رہتے ہیں دلبر
تم دیکھ لو نقشہ مری آنکھوں میں وہاں کا
کس وقت نکل جایے گا دم کس کو پتہ ہے
جب کوئی بھروسا نہیں انسان کی جاں کا
عارفؔ تمھیں کہنی ہے ہر اک بات سمجھ کر
پل بھر میں بدل جاتا ہے نقشہ یہ جہاں کا

شگفتہ کوثر
Jawahar NavVidiyalaya
Kotranka.Rajori(J&K)

زندگی سے نظر جب ملانے لگے
تنہا رہ کے بھی ہم مسکرانے لگے
مجھ سے مت پوچھیے دل کا میرے سکوں
حادثے تک مجھے آزمانے لگے
دن کی الجھن میں وہ یاد ہی کب رہا
شام آئی تو اب یاد آنے لگے
بات ہی ایسی ہے جس کے بدلے میں ہم
گھر کی دیواروں کو بھی سجانے لگے
رت جگوں کی حقیقت سے ہوں آشنا
خواب آنکھوں میں میرے سمانے لگے
میری نظمیں، مری یہ شگفتہؔ غزل
سخت جاں بھی اسے گنگنانے لگے

منیر ارمان نسیمی
ChhotaShankarpur
Bhadrak_(Odisha)



دل میں حسرت ہے کوئی تجھ سا مجھے پیار کرے
بات بے بات ہی جی بھر کے وہ تکرار کرے
وہ میرا سب سے چہیتا ہے اسے کچھ نہ کہو
اس کو حق ہے کہ مری پیٹھ پہ بھی وار کرے
دل میں جمنے لگا ہر وقت کثافت کا غبار
کوئی روزن تو کھلے، کمرہ ہوادار کرے
مسجدیں ہوگئی ویران تو مندر اجڑے
شیخ و پنڈت کو کوئی جاکے خبر دار کرے
پھوٹ سکتی ہے چٹانوں سے بھی جل کی دھارا
اس سے کہہ دو کہ وہ فرہاد سا کردار کرے
جھوٹ کے سب ہی پرستار ہیں ارمانؔ یہاں
کون سچ کہہ کے بھلا خود کو سرِ دار کرے

فوزیہ اخترؔ ردا
Colkata
Mno-9906663269



اپنا حق جتلاتی ہے
جو دھڑکن جذباتی ہے
الفت کے ہم ساتھی ہیں
سپنا یہ لمحاتی ہے
زندہ رہنے والی چاہ
مرنے سے گھبراتی ہے
دن ہیں آنسو پینے کے
موسم بھی برساتی ہے
ارمانوں کے جھولے میں
جھولنا بھی سوغاتی ہے
آخری منزل کی فوزی
راہ تجھ تک آتی ہے

رضاء الباری اظہرؔ
At ChhotaRaghunathpur.
P.O:BatsoiGhat
Dist:Katihar-854317(Bihar)



عیب اس کا دکھائی دیتا ہے
جو کہ اپنی صفائی دیتا ہے
تازہ رہتا ہے جو میرے دل پر
زخم ایسا بھی بھائی دیتا ہے
منصفِ وقت آج کل دیکھو
مجرموں کو رہائی دیتا ہے
بے وجہ ڈانٹ کر تو چھوٹوں کو
جراتِ لب کشائی دیتا ہے
آکے میخانے میں میاں اظہرؔ
نام تو کیوں اپنی صفائی دیتا ہے
مجھ:

محمد وودود عالم

اجتبیٰ ایک نظر میں (سوانحی خاکہ)

وودود عالم

والد کا نام :حاجی محمد سمیع الحق مرحوم

والدہ کا نام :بجن قریشہ خاتون مرحومہ

موجودہ پتہ

MCL.QtrNo-B/8,Near Budhijan Noori
Masjid.OrientColliery,P.O:Orient.Brajraj
Nagar
Dist:Jharsuguda-768233(Odisha)

مستقل پتہ

Hashmat Betel Shop.(MusaBadi)OldRazak
Talkies Complex.BigBazar.MainRoad.
Rourkela-769001.Dist:Sundergerh
(Odisha)

تاریخ پیدائش: 16/نومبر 1969ء

مذہب : اسلام

ذات۔اقلیتی فرقہ (O.B.C)

خاندانی تفصیلات

شریک حیات :نسرین بیگم (تاریخ پیدائش 1969ء)

تعلیم :میٹرک 1985 راؤرکیلا عراقیہ گرلس ہائی اسکول سے، بی اے۔(تاریخ آنرس) 1990ء (میونسپل کالج راؤرکیلا)}

ایم اے اردو 2005ء (مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد)۔

پیشہ :درس وتدریس۔اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب کے فروغ کے لئے کوچنگ سینٹر میں معلمہ

(ب) لڑکیاں

(۱) سعدیہ نوشین تاریخ پیدائش۔2002ء

تعلیم۔دسویں پاس (ڈی اے وی برج راج نگر اسکول سے)

3+بی اے (انگریزی آنرس)۔ویمنس کالج جھاڑسوگڑا سے 4/ستمبر 2021ء میں

(۲) بشریٰ نوشین۔ تاریخ پیدائش۔2004

تعلیم۔ :دسویں پاس۔کامرس میں (ڈی اے وی برج راج نگر اسکول سے)

سابقہ ملازمت۔لچھ پورا لاج کورا، وسندھرا کے کوئلہ کانوں میں مائننگ سپروائزر کی حیثیت سے 2019ء تک ۱۸ برس ملازمت کی

موجودہ ملازمت۔ایم سی ایل اورینٹ ایریا اور وی ٹی سی ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں پروفیسر/انسٹرکٹر کی حیثیت سے فائز ہیں۔

پیشہ ورانہ خدمات۔مختلف ٹریڈ یونین کے ممبر ہیں۔کان کنی کے علاقوں میں کوئلری مزدوروں کی بہبودی اور ترقی کے موضوع پر تقریر کا سلسلہ جاری ہے۔

تعلیمی لیاقت۔

(۱) میٹرک بی ایس ای پٹنہ سے ۴۷ فی صد مارکس کے ساتھ اول پوزیشن کے ساتھ ۱۹۸۵ء میں کامیاب ہوئے

(۲) پلس ٹو سائنس بھوبنیشور سے ۴۸ فیصد مارکس کے ساتھ دوسرے پوزیشن میں

(۳) بی ایس سی سیکنڈ ایر گورنمنٹ کالج راؤرکیلا سے۔

(۴) مائننگ میں ڈپلومہ 1991ء میں حاصل کیا۔اوایس ایم ای کیونجھر اور ایس سی ٹی ای اور وی ٹی کٹک سے۔

(۵) اوورمین سرٹیفکیٹ کمپٹنسی ڈی جی ایم ایس دھنباد سے۔

(۶) گریجوایشن بی اے مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد سے 2003ء میں کیا۔

(۷) ایم اے اردو 2006ء میں

(۸) ایم اے ہندی 2007ء میں۔

(۹) عربی سرٹیفکیٹ کورس این سی پی یو ایل دہلی سے

(۱۰)ڈی جی ایم ایس دھنباد میں مینیجر امتحان کے لئے شرکت (۱۱)ایف ایم سی اورایس ایم سی سے ڈیجیٹل آن لائن کمپیوٹر کورس اورلٹریسی سرٹیفکیٹ

اعزازات۔

(۱)یومِ حقوق اقلیت ایوارڈ (۲)ہندی اردو شاعری کے لئے ایوارڈ(۳)سی جی رائے پور مسلم ایجوکیشنل اوئرنیس ایوارڈ (۴)مائنس سیفٹی ایوارڈ (۵)ایم سی ایل ہندی دیوس ایوارڈ (۶)لیگل اوئرنیس ٹیم ایوارڈ۔

خدمات۔A S O M M I ایم سی ایل اورینٹ ایریا کے صدر(۲)جھارسوگڑہ ڈسٹرکٹ مائنریٹی اوراردوفورم کے صدر(۳)ویسٹرن اڈیشااردوایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری (۴)آل اڈیشا مائنریٹی فورم کٹک کے فاؤنڈرممبر(۵)آل اڈیشااردوٹیچرس(اسکول اور مدرسہ)ایسوسی ایشن کٹک کے مشیر خاص(۶)اڈیشا کے چیف کنوینرآل انڈیااردوتعلیمی کمیٹی حیدرآباد کے ذریعہ مقرر کئے گئے(۷)انکل جرنل ایسوسی ایشن بھوبنیشور کے نائب صدر

(۸)اےاایف ایم آئی امریکہ کے کنوینزاورکوآرڈینیٹر

سماجی خدمات ۔(۱)ہائی اسکول،کالج اور یونیورسٹی سطح پر اردواوررتعلیم کے فروغ کے ضمن میں مہمان مقرر (۲)اردوزبان کی ترویج کے لئے راورکیلاہائر ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ اورسمبلپوریونیورسٹی کے تعلق سے متعددمقالات تحریر کئے (۳)پی ایم ۱۵ارپوائنٹ پروگرام برائے اقلیتی بہبود(۴)جھارسوگڑہ ڈسٹرکٹ لیول کے ممبر (۵)اردو ادب کے موضوع پر منعقدہ مختلف صوبائی اور قومی سمیناریوں میں شرکت جس میں اقلیتی بہبود،صحافت اورقانونی آگہی کی کوشش کی گئی۔(۶)حج کی سعادت ۲۰۱۷ء میں حاصل ہوئی۔

میں اپنے یقین اور جانکاری کے مطابق اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالاحقائق درست ہیں۔

محمدودودعالم اجتبیٰ

طرحی مشاعرے کابقیہ

صادق علی انصاری،سیتاپور یوپی Mob-7054100333

جو ہونا ہے مقدر میں لکھا ہے   چلو جو بھی ہوا اچھا ہوا ہے
تمہیں اپنا ہی سمجھا اپنا جانا   جو ہم سے ہوسکا تم کو دیا ہے
وہیں پر تم نے میرا ساتھ چھوڑا   جہاں پر وقت مجھ پر آپڑا ہے
نہ چاندی ہو نہ تم سونا کھرا ہو   "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
دیا ہے اس نے جو مجھ کو ابھی تک   یہ اس کی مہربانی سے سوا ہے

عارف محمد عارف،بھدرک،اڈیشا Mob-7504136004

یہ سارا راز اب جاکر کھلا ہے   "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
سہارا ڈھونڈتا ہے کیوں بشر میں   نہیں جس کا کوئی اس کا خدا ہے
دکھا سکتا نہیں چھو کر فلک کو   بتا نادان تو کتنا بڑا ہے
زمانے سے نہیں کچھ ہونے والا   تری ہاں میں مرے غم کی دوا ہے
کہے کیا عشق والوں کو قسم سے   یہاں عارف کا دل بھی مبتلا ہے

احسان مکرم پوری (مدھوبنی بہار) Mob.8809389918

جو میرے خانۂ دل میں بسا ہے   نظر سے دور ہوتا جا رہا ہے
وہ مجھ سے آج کل رہتا ہے غافل   کسی مشکل میں شاید مبتلا ہے
اماوس میں نہ ڈھونڈو چاندنی تم   ابھی تو چاند بادل میں چھپا ہے
نہیں پہچان پائی دشمنوں کو   "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
نہ منڈواؤ ابھی تم سر کو احساں   فضا میں تو بہت اولا پڑا ہے

ڈاکٹرنسیم اختر (وارانسی یوپی) Mob.9336692965

ستاتا ہے ہمیں رہ رہ کے دیکھو   ہمیں کم زور وہ سمجھا ہوا ہے
چمن آتش بہ داماں ہے مگر وہ   ہمیں کہتے ہیں کہ اچھا ہوا ہے
یہ جاکر چاند سے کہہ دیجیے گا   ہمیں سے چاند دوٹکڑے ہوا ہے
میں پارس تو نہیں محنت نے میری   چھوا جس کو وہی سونا ہوا ہے
کسی کی گر کریں تعریف اختر   اگر اچھا ہے تو کہیں اچھا ہوا ہے

محمود ودعالم اجبی

(ایک تعارف)

جناب محمودود عالم اجبی صاحب اس وقت Ganjanbahal OCP Basundhra Area MCL میں متعین ہیں اور بطور Sr.Overman کولڈ فیلڈ میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ بڑی گونا گوں شخصیت کے حامل ہیں۔ان سے میں کئی برسوں سے واقف ہوں،اور آپ سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔آپ کے تعلقات اہلِ علم وادب،شعرائے کرام عام وخاص کے ساتھ ساتھ اللہ والوں اور بزرگان دین وغیرہ سے بھی بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ رہے ہیں۔آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔دین ودنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے میں بھی بڑے فعال ہیں۔اہلِ ناگپور اور کامٹی سے خصوصی لگاؤ اور رابطہ ہے۔محمودود اجبی حالات حاضرہ سے باخبر رہتے ہیں۔ہندوستانی عوام کی خیروخوبی کی ہمیشہ خواہاں رہتے ہیں۔ہندوستانی مسلمان بھی زندگی کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھیں اور تعلیمی اعتبار سے مقابلہ میں اپنی قابلیت کا جوہر دکھائیں،اس بات کے لئے ہمیشہ فکرمند رہتے ہیں۔

آپ سابق وزیر تعلیم حکومت ہند مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی، شخصیت اور ان کی سیاسی، سماجی اور تعلیمی بصیرت کے زبردست مداح اور قائل ہیں۔جذبات سے مبرا،محنت ومروت کے ساتھ مسلمانانِ ہند تعلیم وتربیت کے مختلف اوداروں سے اپنے آپ کو وابستہ کریں اور عملی اعتبار سے کامیابی حاصل کریں۔یہی محمودود عالم اجبی چاہتے ہیں۔زندگی میں حوصلہ بہت ضروری ہے ۔چنانچہ آپ اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں، جسے مولانا آزاد نے کبھی کہا تھا ،آج جو مسلمان خود کو ڈرا ہوا اور خوفزدہ محسوس کرتے ہیں انہیں مولانا آزاد کی اس تحریری حقیقت کو یاد رکھنا چاہئے۔مولانا آزاد نے کہا تھا:

"آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے ،آج اندھیرے سے کانپتے ہو،کیا یاد نہیں رہا کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔یہ بادلوں کے پانی کی سیل کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے خدشے سے اپنے پائنچے چڑھا لئے ہیں۔وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرائے،بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا،صرصر اٹھی تو رخ پھیر دیا، آندھیاں آئیں تو ان سے کہا تمہارا راستہ یہ نہیں ہے.........شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے ہی گریباں کے تار بیچ رہے ہیں اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے ہیں کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہیں تھا۔"

میں نے نومبر ۲۰۲۰ء میں محمودود عالم اجبی کے گوش گزار یہ بات کر دی تھی کہ مولانا آزاد کے تعلق سے کامٹی میں وور بھ جن کلیان منچ کامٹی ایک عظیم الشان پروگرام انعقاد کر رہا ہے۔یہ پروگرام اب ختم ہو گیا ہے اور خصوصی مجلّہ بعنوان "پیامِ امام الہند" بھارت رتن مولانا ابوالکلام آزاد قومی یومِ تعلیم مجلّہ امام الہند بھی شائع ہوا۔اجبی نے بہت خوشی کا اظہار کیا کہ یہ بہت بڑا اور بنیادی عمل ہے۔میں نے اس کے مشمولات سے آگاہ کیا اور اردو کے مدرسین اور ان کی خدمات بھی اس مجلّہ کا خاص حصہ ہے۔

اجبی بھی اپنے وسائل اور دوسروں کے تعاون سے علم وادب اور اردو کے فروغ میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔طلبہ اور طالبات کی حوصلہ افزائی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔مختلف پروگرام کا انعقاد بھی کرتے ہیں۔مشاعرے میں قریب ودور کے شعراء کو مدعو بھی کرتے ہیں۔غیر اردو داں حضرات کو بھی خصوصی طور مشاعروں میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں تا کہ قومی ہم آہنگی اور اتحاد کا مظاہرہ ہو اور اردو زبان کی خوبیوں اور اس کی ہمہ گیریت سے ذاتی طور پر ہمارے اہلِ وطن واقف رہیں۔یہ بہت اہم فریضہ ہے اور اجبی صاحب اسی مشن کے علم بردار ہیں۔

اخلاص سے گھر دل میں بنایا جائے۔نفرت کو محبت سے ہٹایا جائے
سچ پوچھو تو الفت کا تقاضا یہ ہے۔دشمن کو بھی سینے سے لگایا جائے

نہ صرف اجبی بلکہ ہر اردو داں،اردو کے بہی خواہ اور غیر اردو داں حضرات واحباب ملک ہندوستان بھی اس بات اور حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ اردو ہے جس نام اس کا کیا مقام ہے۔

سورج کی طرح آج بھی ہے تابندہ. بگڑے گا تعصب سے نہ کچھ آئندہ
اردو کے جو دشمن ہیں یہ ان سے کہہ دو۔زندہ تھی،یہ زندہ ہے،رہے گی زندہ

محمودود عالم اجبی کی خدمات عالیہ کو سلام،ان کے جذبہ اور ایثار،ملکی و قومی لگن،اردو کا فروغ طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مشن کے تحت تعلیم اور حصولِ تعلیم کی طرف توجہ اور رہنمائی ،آپ کی عملی زندگی کا خاص حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت،حوصلہ اور طاقت سے نوازے۔آمین۔

علم وعمل کا شوق بڑھاتے رہیں گے ہم
سوئے ہوئے دلوں کو جگاتے رہیں گے ہم

(محمودود عالم اجبی)

کتابوں کے شہر میں

(تبصرے کے لئے دو کاپیوں کا آنا ضروری ہے)

اگر اپنی کتابوں کا اشتہار بھی دیں تو تبصرہ ترجیحی بنیاد پر جلد شائع کیا جائے گا۔ ایک صفحے کے اشتہار کی شرح ایک ہزار روپے ہے۔ تبصرے کے لئے کافی کتابیں جمع ہو چکی ہیں۔ ان پر تبصرہ ترتیب وار شائع ہوتا رہے گا۔ (ادارہ)

کتاب کا نام: گلکاریاں (غزلوں، نظموں اور قطعات پر مشتمل)

شاعر شاد عباسی　　　مبصر: سعید رحمانی

شاد عباسی صاحب کا شمار شہر بنارس کے کہنہ مشق اور بزرگ شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ ایک ہمہ جہت قلم کار ہیں۔ شعر و ادب اور نقد و تحقیق کے باب میں ان کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ نعوت پاک اور مناقب، غزلوں، نظموں، قطعات اور تذکرہ نویسی پر اب تک درجن بھر کتابیں شائع ہو کر اہلِ ادب کی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں اور مزید چند کتابیں اشاعت کی منتظر ہیں۔

زیرِ نظر مجموعے کی ابتدا حسب روایت حمد سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد نظموں، غزلوں اور قطعات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا ہے۔ غزلوں کی تعداد کم ہے، اس لئے لگتا ہے کہ بنیادی طور پر وہ نظم کے شاعر ہیں۔ تقریباً ۲۴ رغزلیں شامل ہیں۔ ان غزلوں میں جہاں عصری حسیت ہے وہیں جمالیاتی کیف و کم کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔ مثالاً چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

سارے چہرے یہاں آسیب زدہ سے کیوں ہیں
سب کی آنکھوں میں کسی بات کا ڈر لگتا ہے

ٹولیاں راہ میں سرگرم ہیں جلادوں کی۔ کوئی مقتل ہے سرِ راہ گزر لگتا ہے
گیا ہے جب سے تو کھڑکی سے جھانکنے والے۔ تری گلی سے گزرنے کا اب مزہ بھی گیا
یہ عطر دان ہے یا تیری کالی زلفیں ہیں۔ ترا بدن ہے کہ فردوسِ غائبانہ ہے
شادؔ شمشیر بکف لوگ کھڑے ہیں ہر سو۔ اب اندھیرے میں نکلتا نہیں کوئی گھر سے

منظومات اور قطعات میں عصرِ حاضر کے انسان کو درپیش مسائل کی بازگشت سنی جا سکتی ہے۔ پرانی دنیا، کرونا وائرس اور بارود کا اجالا جیسی نظمیں اس زمرے میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بنارس، تنہائی کے روز و شب، زمانہ مجھ کو بوڑھا کہہ رہا ہے جیسی نظمیں ذاتی محسوسات و تجربات کی آئینہ دار ہیں۔

قطعات وافر مقدار میں شامل ہیں اور تقریباً نصف کتاب پر مشتمل ہیں۔ ان قطعات میں شاعر کے ذاتی محسوسات و تجربات اور ملی درد کے علاوہ عصری حسیت بھی پائی جاتی ہے۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ چار مصرعوں کو شعری جامہ عطا کرنے کا ہنر شادؔ صاحب کو بخوبی آتا ہے۔ مثالاً چند قطعات ملاحظہ فرمائیں۔

رسولؐ پاک کے بارے میں کچھ کہا ہوگا۔ خلیق، نیک، سخی سب کا رہنما ہوگا
ملے گا تم کو مقدس قدیم نسخوں میں۔ پڑھو تمہاری کتابوں میں بھی لکھا ہوگا

☆

تیرگی دینے لگے قصرِ حکومت کے چراغ
گل سیاست کی ہوا سے ہیں محبت کے چراغ
روک دے میرے محافظ تو تعصب کا فروغ
ورنہ جل اٹھیں گے سینے میں عداوت کے چراغ

☆

کچھ کمی خنجر و تلوار کی رہ جائے گی
کچھ پشیمانی تجھے ہار کی رہ جائے گی
جبر کی دھوپ میں جتنا بھی سکھا دے مجھ کو
کچھ نہ کچھ مجھ میں نمی پیار کی رہ جائے گی

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ "گلکاریاں" ایک ایسا مجموعۂ کلام ہے جس میں زندگی کے نشیب و فراز کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ امید ہے کہ ان کے پہلے مجموعوں کی طرح اہلِ ادب اس کی بھی پذیرائی کریں گے۔ ۱۹۲ رصفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے دو سو روپئے اور شاعر کا پتہ ہے۔

۱۳۰/۱۶۔ باگڑ بلی۔ مدن پورہ۔ وارانسی (یو پی) موبائیل 9264929530

کتاب کا نام: دیوانِ سعید　　(حصہ سوم)

شاعر: ڈاکٹر سعید گورکھپوری　　مبصر: سعید رحمانی

مکمل دیوان کی اشاعت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ جگر مراد آبادی کے "آتشِ گل" کو اولین دیوان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد ایک طویل خلا نظر آتا ہے۔ پھر بیسوین صدی کے آغاز سے دیوان کی اشاعت دھیمی رفتار سے ہونے لگتی ہے۔ اس دوران ہو سکتا ہے، بہت سارے دیوان شائع ہوئے ہوں جو میری نظر سے نہیں گزرے۔ البتہ اس دوران اڈیشا میں کئی صاحب دیوان شاعر پیدا ہوئے جنھوں اس صنف میں اضافہ کیا۔ ان میں سے چند نام ہیں: امین اللہ چرخیؔ، عبدالمجید بھوئیاں، معلم سمبلپوری، محمد یوسف یوسفؔ، عبدالعزیز عاشق وغیرہ۔ حالیہ برسوں میں پروفیسر کرامت علی کرامتؔ کا دیوان "شاخِ صنوبر" شائع ہو کر اہل ادب سے پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔

اب شہر گورکھپور سے ڈاکٹر سعید گورکھپوری صاحب ہمارے سامنے آئے ہیں جن کے دیوان کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں اور وہ چوتھا دیوان بھی منظرِ عام پر

لانے والے ہیں۔

اس وقت ان کے دیوان کا حصہ سوم پیشِ نظر ہے جس میں ساری غزلیں حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہیں۔خوشی کی بات ہے کہ وہ اس کام میں سرخرو گزرے ہیں۔مثال کے طور پر ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

دیکھے گا کون ماہِ درخشاں کو چھوڑ چھوڑ
رونق جو بخش دیں وہ بیاباں کو چھوڑ چھوڑ   ردیف۔ڑ
آنکھوں کی بینائی کو کیا ہو گیا آخر
آتی ہے نظر کس لئے کہکشاں گڈمڈ   ردیف۔ڈ
اہلِ قلم سمجھتے ہیں لفظوں کی اہمیت
قابو میں اپنے رکھیں سخنور دل و دماغ   ردیف۔غ

آخر میں منظومات اور قطعات شامل ہیں۔

کتاب میں شامل غزلوں میں عصری حسیت بھی ہے اور ساتھ ہی شاعر کے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو بھی خوش نما شعری پیکر عطا کیا گیا ہے۔آخر میں ان کا ایک قطعہ پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

آیا شعور شہرِ گورکھپور میں تجھے ۔لایا اندھیرے سے یہی پرنور میں تجھے
کاٹی تمام عمر گورکھپور میں سعید۔دیتا ہے لطف نام بھی مشہور میں مجھے

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس میں شامل غزلیں روایتی ڈھب سے ہٹ کر ذرا مختلف انداز میں کہی گئی ہیں جو قابلِ توجہ ہیں۔امید ہے کہ اہلِ ادب اس دیوان کی پذیرائی کریں گے ۲۴۰ رصفحات کو محیط اس دیوان کی قیمت ہے ۱۵۰ رروپیہ اور شاعر کا پتہ ہے۔

Dr-sayeed Gorakhpuri.C/184/170,Turkmanpur
Dist.Gorakh pur-273005

کتاب کا نام؛نورِ مناقب   (منقبتوں کا مجموعہ)
شاعر؛؛ابوالنور سید خادم رسول عینی   مبصر؛سعید رحمانی

ابوالنور سید خادم رسول عینی صاحب ایک علمی، ادبی اور روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔عالم دین ہونے کے علاوہ قادرالکلام شاعر بھی ہیں۔غزلیں نظمیں لکھنے کے ساتھ ساتھ تقدیسی شاعری میں بھی انہوں نے اپنی ہنرمندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔نعتوں پر مشتمل ان کا اولین مجموعہ "رحمت و نور کی برکھا" آچکا ہے جس میں شامل نعتیں عینی صاحب کی شاعرانہ بصیرت اور حبِ رسول کی آئینہ دار ہیں۔

اب وہ اپنا دوسرا مجموعۂ کلام "نورِ مناقب" لے کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔اس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عینی صاحب کو بزرگانِ دین اور اولیائے کرام سے گہری عقیدت اور محبت ہے۔اس میں شامل جملہ منقبتیں ان کے جذبۂ عقیدت کی آئینہ دار ہیں۔غزل کے فارم میں یہ سبھی مناقب ہیں۔اہلِ بیت سے اور اولیائے کرام سے ان کی گہری نسبت کا پتہ دیتی ہے۔ان اشعار میں جذبوں کا وفور بھی ہے اور عشق و عقیدت کی سرشارانہ کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔

مجموعے کی ابتدا حسبِ روایت حمد و نعت پاک سے ہوئی ہے۔اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے لے کر سلام بہ بارگاہِ حضور مفتیٔ اعظم اوڑیشا قدس سرہٗ تک کل ۴۰ رمناقب شامل ہیں، ان مناقب سے چند منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہاشم ہے کوئی تو کوئی عبدِ مناف ہے
ہر سو چمک رہی ہے یہ عزت خلیل کی
(حضرت سیدنا ابراہیمؑ)

تمہارا تذکرہ توریت میں بھی ملتا ہے
سبھوں نے یوں تمہیں جانا خلیفۂ اول
(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ)

مصالحت کبھی باطل سے کی نہیں جس نے
برائے دیں ہے وہ جذبہ شہید اعظم کا
(حضرت سیدنا امام حسینؓ)

مردہ دلوں کے واسطے آبِ حیات ہیں
یوں ذات باصفات ہیں سرکار غوث پاک
(حضور غوث پاکؒ)

آپ کے دربار میں لوگوں کا ہے جم غفیر
آپ ہیں یوں محتشم یا سیدی وارث پیا
(حضرت وارث پاکؒ)

خوب تم نے نبھایا مجدد کا کام
دین کے اے نگہبان احمد رضا
(اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

مناظرے کا ہو میدان یا تصوف کا
ہے ہر مقام پہ رتبہ عیاں مجاہد کا
(حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ)

شریعت کے گوہر ہیں تاج الشریعہ
طریقت کے اختر ہیں تاج الشریعہ
(حضور تاج الشریعہ قدس سرہٗ)

علم کے بحرِ ذخار تم پر سلام
عاشقِ شاہ ابرار تم پر سلام
(سلام بہ بارگاہ حضور مفتیٔ اعظم اڑیشا)

مندرجہ بالا اشعار میں بلا شبہ عینی صاحب کی شعری بصیرت اور بزرگانِ دین سے والہانہ عقیدت و محبت کا جذبہ مترشح ہے۔بقول کلیم احمد رضوی

مصباحی؛

""مفتیٔ اعظم اڈیشا کا فیضان بن کر عالم پر برسنے والے ذی قدر شاعر، شاعر خوش خیال وخوش جمال وخوش اسلوب حضرت سید خادم رسول عینی میاں مدظلہٗ العالی بحمدللہ عہدِ حاضر کے سرِ فہرست شعراء میں سے ایک ہیں"

بہر حال زیرِ نظر مجموعہ بزرگانِ دین سے عینی صاحب کی عقیدت ومحبت کے علاوہ ان کی شاعرانہ بصیرت کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔ ۲۰۸ رصفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے ۲۰۰ ر روپئے اور ملنے کا پتہ ہے۔ خانقاہِ قدوسیہ۔ قدوسی نگر۔ مرزاپور۔ بھدرک (اڈیشا)

کتاب کا نام: بابِ رحمت (مجموعہ نعت ومنقبت)

شاعر: اسرار نسیمی مبصر: سعید رحمانی

اسرار نسیمی صاحب کا تعلق شہر بریلی (اتر پردیش) سے ہے۔ جہاں اردو شعروادب کی سلیقے سے آبیاری ہو رہی ہے۔ موصوف کہنہ مشق شاعر ہیں، اور تقدیسی شاعری بالخصوص ان کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ ۱۹۹۰ء سے ان کا شعری سفر جاری ہے۔ غزلوں نعتوں اور منقبتوں پر مشتمل ان کے پانچ مجموعے اب تک منظر عام پر آ کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ ان مجموعوں کے نام ہیں "لفظوں کی روشنی (شعری مجموعہ)" عقیدت کے چراغ (مجموعہ مناقب) گلدستہ نعت (نعتیہ مجموعہ) اور خیالوں کا سفر (شعری مجموعہ)۔

"بابِ رحمت" ان کا تازہ ترین مجموعہ ہے، جس میں نعوت پاک اور مناقب شامل ہیں۔ جس کی اشاعت گزشتہ سال ۲۰۲۲ء میں ہوئی ہے۔ ابتدا حسب روایت حمد باری تعالیٰ سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد نعتیہ ومنقبتی کلام شامل ہیں۔ شاعری انہیں ورثے میں ملی ہے۔ ان کے والد بزرگوار کے علاوہ جدِّ امجد مرحوم عبدالرسول خاں محو بھی اپنے وقت کے باکمال شاعر تھے۔

شہر بریلی اردو شعروادب کا اہم مرکز رہا ہے جہاں مختار نسیم رامپوری، نشاط عرشی پیلی بھیتی، انور چغتائی، مصطفیٰ راہی جیسے اساتذہ شعراء کی موجودگی نے ماحول کو شعروشاعری کے لئے سازگار بنا دیا تھا۔ بزمِ فکروفن، روہیل کھنڈ اردو اکاڈمی، بزمِ رنگ ونور اور بزمِ خلوص جیسی ادبی تنظیموں کے تحت تواتر سے طرحی اور غیر طرحی مشاعرے ہو رہے ہیں۔ ان مشاعروں سے متاثر ہو کر اسرار نسیمی صاحب میں بھی شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ ابتدا میں والد بزرگوار سے اصلاح لی اور بعد میں مختار نسیم صاحب کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ تقریباً تین دہائیوں پر مشتمل شعری سفر کے دوران ان کی شاعری برگ وبار لا کر شجرِ سایہ دار بن چکی ہے۔

اسرار نسیمی صاحب کی شاعرانہ بصیرت، بلاغت وفصاحت اور بالیدہ شعور کا اعتراف متعدد اہلِ ادب کر چکے ہیں۔ اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان میں سے چند کے حوالے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ بقول ناز پرتاپ گڑھی "اسرار نسیمی نے حالات کے تپتے ہوئے صحرا میں عشق وعقیدت کی چادر اوڑھ لی ہے، جہاں حمد ونعت کے سایہ دار اشجار انہیں اپنے گھیرے میں تسکین فراہم کر رہے ہیں"

ڈاکٹر سید معصوم رضا فرماتے ہیں "اسرار نسیمی نے اپنی نعتیہ شاعری میں حضور پرنور سے اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ان کی شاعری مثبت قدروں کی جانب اشارہ کرتی ہے۔"

ڈاکٹر شمیم احمد صدیقی رقم طراز ہیں "نعت گوئی شاعری کی بڑی نازک صنف ہے۔ عشقِ رسولؐ میں گہرائی سے کہا گیا ایک شعر بھی انسان کی تمام ریاضت پر بھاری ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ عشق غلو کی حد سے آگے بڑھتا ہے تو شرک کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسرار نسیمی نے اپنے نعتیہ کلام میں اس کا حتی الامکان لحاظ رکھا ہے"۔

اسی طرح رفیق شاہین، ڈاکٹر شفیق الرحمن سنبھلی، ہم. لئیق انصاری، ڈاکٹر عدنان کاشف، بلال راز وغیرہم نے اسرار نسیمی کی تقدیسی شاعری کے محاسن کو اجاگر کیا ہے۔ آخر میں بطور نمونہ چند اشعار پیش کر کے اجازت چاہوں گا۔

یہ تو اسرار کرم ان کا ہے لکھ لیتا ہوں
ورنہ میں نعت لکھوں یہ مری قدرت ہی نہیں

پہلوئے سرکار میں پا کر جگہ بعد وصال۔ حضرتِ صدیق کی ثابت رفاقت ہو گئی

پڑھ لیا بوجہل کی مٹھی میں کلمہ آپ کا۔ سنگریزوں کا جہاں میں بول بالا ہو گیا

غذا ہے جو کی روٹی اور چٹائی ان کا بستر ہے
یہ ان کا فقر ہے جن کی حکومت دو جہاں پر ہے

کلیم اللہ جس کی اک جھلک سے ہوش کھو بیٹھے
حبیب اللہ بے پردہ اسی سے ملنے جاتے ہیں

اس کا پڑھنا سننا سب شامل عبادت ہے۔ نعت کے عمل سے ہم نیکیاں کمائیں گے

یہ چند اشعار مشتے از خروارے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسرار نسیمی صاحب کی نعتوں میں حب رسولؐ کی سرشاریاں بھی ہیں اور سیرت پاک کا برملا اظہار بھی۔ میری دعا ہے کہ یہ نعتیہ مجموعہ اسرار نسیمی صاحب کے لئے توشۂ آخرت بنے اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو۔ ۱۳۱ رصفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے ۱۲۰ ر روپئے اور شاعر کا پتہ ہے۔ اسرار نسیمی۔ اے ۱۱۰۲۔ کنگھی ٹولہ۔ قلعہ بریلی۔ ۲۴۳۰۰۳۔ (یوپی)

کتاب کا نام:: مطالعہ ومحاسبہ (تنقیدی وتبصراتی مضامین)

مصنف:: عبدالمتین جامی مبصر:: سعید رحمانی

اڈیشا کے قلم کاروں میں عبدالمتین جامی صاحب ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت کے بطور معروف ہیں۔ شعروادب کے علاوہ نقد وتحقیق، فکشن اور ترجمہ نگاری کے باب میں انہوں نے اپنی بصیرت وبصارت کے جو چراغ روشن کئے ہیں، اس سے پوری اردو دنیا منور ہو رہی ہے۔ مذکورہ موضوعات پر اب تک ان کی اٹھارہ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور کچھ اور کتابیں جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ان کی گیارھویں پیش کش ہے۔ جس میں ۳۵؍شاعروں اور ادیبوں کے فکروفن پر بے لاگ تبصرے کئے گئے ہیں۔ آخر میں پانچ کتابوں پر ان کے پیش لفظ شامل ہیں۔ کتاب میں شامل بیشتر مضامین یا تو کانفرنس میں پیش کئے جا چکے ہیں یا پھر اخبارات ورسائل کی زینت بن چکے ہیں۔

تنقید نگاری کا آغاز مولانا الطاف حسین حالؔی کے "مقدمۂ شعروشاعری" سے ہوا جس میں انہوں نے اچھی شاعری کے عناصر کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے خیال میں سادگی، اصلیت اور جوش یہ تین عناصر شاعری کو اعتبار بخشتے ہیں۔

آزاد، حالی اور شبلی کو تنقید کا نقیب تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ نیاز فتح پوری، وقار عظیم اور عبادت بریلوی بھی اہم تنقید نگاروں میں سے تھے۔ بہر حال اگر چہ اردو تنقید کے باب میں زیادہ سرمایہ موجود نہیں تاہم خوشی کی بات ہے کہ حالیہ برسوں میں اس جانب زیادہ توجہ دی جا رہی ہے اور تنقیدی سرمایہ میں اضافہ ہونے لگا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ میں جامؔی صاحب کے جتنے تنقیدی وتبصراتی مضامین شامل ہیں ان کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے انتہا پسندی کی بجائے متوازن راہ اختیار کی ہے اور بڑے مدلل طریقہ سے شاعروں اور ادیبوں کے فکروفن کا جائزہ لیا ہے۔ تحریر شستہ ہونے کے علاوہ رواں دواں ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی تنقید میں بڑی باریک بینی اور ژرف نگاہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات کو بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر خالد رحیم صاحب کا مجموعۂ کلام "خوابوں کا جزیرہ" پر انہوں نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے "وہ روایتی موضوعات کو جدید انداز میں بیان کرنے پر مہارت رکھتے ہیں جو اس مابعد جدیدیت کے دور تک موجود ہے۔ تاہم اس کے اظہار کے وسیلے میں اگر جدت ہو تو یقیناً قاری کے ذہن میں ایک خاص پیکر جنم لیتا ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں، شاعر بڑا احساس ہوتا ہے وہ بھلا ان منفی حالات سے کس طرح لاتعلق رہ سکتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی منظر کشی ہم خالد رحیم کی شاعری میں دیکھ سکتے ہیں۔"

آئینۂ تنقید پر تبصرہ کرتے ہوئے شمیم احمد صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ:
"جامؔی صاحب کی شائع شدہ کتابوں کی فہرست دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے ضرور کسی دانش گاہ سے پی ایچ ڈی کی ہوگی اور کسی یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر تدریسی خدمات انجام دے رہے ہوں گے۔ مگر راقم السطور کو انتہائی حیرت ہوئی کہ جب یہ پتہ چلا کہ وہ اردو میں گریجویٹ بھی نہیں ہیں اور نہ کسی ادارہ میں اردو درس تدریس میں مصروف ہیں، تاہم ہندوستانی دانش گاہوں کے اکثر پروفیسر صاحبان عبدالمتین جامی کی استعداد کے سامنے بونے ہی نظر آتے ہیں"

پروفیسر موصوف کے خیالات سے صد فی صد اتفاق کیا جا سکتا ہے کیونکہ جامؔی صاحب نے اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود اپنی ادبی، تنقیدی اور صحافتی بصیرت کا جو ثبوت فراہم کیا ہے اس کی نظیر خال خال ہی نظر آتی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اہلِ ادب کی توجہ کا مرکز بنے گی۔ ۲۰۰؍صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے ۲۰۰؍روپے اور مصنف کا پتہ ہے عبدالمتین جامی۔ اردو بازار۔ پوسٹ، پدم پور ضلع، کٹک۔ ۷۵۴۲۰۰ (اڈیشا)

کتاب کا نام: اختر کاظمی: شخصیت اور صحافت

مرتبہ: عابد عثمان مومن مبصر: سعید رحمانی

اختر کاظمی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کی صحافتی بصیرت اظہر من الشمس ہے۔ ان کا تعلق دربھنگہ بہار سے ہے۔ وہ ایک مدت تک جمشید پور میں بھی رہے۔ سر دست بھیونڈی (ممبئی) ان کا مستقل مستقر ہے۔ ایک ایماندار صحافی کے بطور انہیں مستحکم شناخت حاصل ہے۔ خوش قسمتی سے ان کی بیگم شمع افروز صاحبہ بھی معتبر ادیبہ ہیں۔ اختر کاظمی صاحب گیتوں کے بھی رسیا ہیں، بڑے شوق سے معروف گلوکاروں کے گیت سنا کرتے ہیں۔

بطور صحافی انہوں نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ خصوصاً بھیونڈی کے سیاسی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی اور صنعتی مسائل پر وہ کھل کر لکھا کرتے ہیں اور اربابِ حل وعقد کی توجہ ان مسائل کے حل کی جانب مبذول کراتے رہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اپنے چالیس سالہ عہد صحافت کے دوران ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر محاذ پر سرخرو گزرے۔

زیرِ نظر کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں ان لوگوں کے اعترافات ومشاہدات شامل ہیں جو اختر صاحب کے شریک کار رہے یا انہیں قریب سے جانتے ہیں۔ دوسرے حصے میں ان کی تحریر کردہ چند رپورٹیں اور خبریں شامل ہیں۔ جبکہ تیسرے حصے میں یادگار تصاویر ہیں۔ اگر چہ پوری کتاب میں ان کی شخصیت غالب نظر آتی ہے تاہم اس میں ایک شہر اور اس کی صنعتی، سماجی وتعلیمی سرگرمیوں کا عکس بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف کے فن اور شخصیت پر تقریباً ۴۳؍قلم کاروں نے مضامین لکھے ہیں جو اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں ہیں۔ ان قلم کاروں کی تحریریں صرف تعریف وتوصیف تک محدود نہیں ہیں بلکہ اختر صاحب کی صحافتی کارناموں کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ بقول مولانا ابوظفر حسان ندوی ازہری "صحافتی تگ ودو میں وہ روزنامہ اردو ٹائمز سے وابستہ رہے اور انہوں نے بڑی ایماندارانہ رپورٹنگ کی اور کوشش کی کہ صحافتی دیانت کا دامن چھوٹنے نہ پائے"۔ شاہ صغیر اشرف فرماتے ہیں "میں نے روزِ اول سے لے کر آج تک ان کے اندر جن نمایاں اوصاف کو محسوس کیا اور جن کا دل کی گہرائیوں سے قدرداں ہوں وہ ہے ان کی ایماندارانہ، بے باکانہ، جرأت مندانہ صحافت جس سے وہ جہاں ایک طرف ملت کے نوجوانوں کو صحیح راہ، صحیح سمت اور با مقصد کاموں میں لگانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، وہیں دوسری جانب حکومتِ وقت کی غلط پالیسیوں اور بے جا ظلم وزیادتیوں کے خلاف شمشیر برآں بن کر پوری جرأت کے ساتھ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں"۔

مختصر یہ کہ مذکورہ ۲۳ قلم کاروں نے اختر صاحب کی صحافتی خدمات کو شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیا ہے۔ عابد عثمان مومن صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کو ترتیب دے کر ایک مستحسن کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ کتاب ایک ایسی دستاویز ہے جو آنے والے دنوں میں ریسرچ اسکالروں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ ۳۳۶ صفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے ۲۵۰ روپے اور ملنے کا پتہ ہے: کتاب دار۔ بلال منزل، تیمکر اسٹریٹ۔ ممبئی ۸ (مہاراشٹر)

کتاب کا نام: نوائے محبوب (شعری مجموعہ)

شاعر محبوب عالم محبوب خیرآبادی مبصر: عنایت علی خاں

اُتر پردیش کا شہر خیرآباد اپنی ادبی، ثقافتی، روحانی، انقلابی اور سیاسی اعتبار سے ہندوستان کا وہ زرخیز خطہ ہے، جس کا ذکر آتے ہی مجاہدِ آزادی حضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی کا نام نمایاں طور پر نظر آنے لگتا ہے۔ اس مردم خیز سرزمین نے انگنت ادبی شخصیات کو پروان چڑھایا ہے جن میں ریاضؔ خیرآبادی، کوثرؔ خیرآبادی، اثیم خیرآبادی، جنبشؔ خیرآبادی جیسے اساتذہ نے اردو زبان و ادب کی ابتدائی نشوونما فرمائی۔ اسی طرح دورِ حاضر میں ڈاکٹر عزیزؔ خیرآبادی، گہرؔ خیرآبادی جیسے شعرا اساتذہ کی حیثیت سے نئی نسل کے شعرا کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

محبوبؔ خیرآبادی کی ولادت یکم اگست ۱۹۶۹ء کو محلہ قصباتی ٹولہ، خیرآباد میں ہوئی۔ والد کا نام قمر عالم صاحب ہے۔ شاعر محبوبؔ خیرآبادی کا تعلق اس خانوادے سے ہے جو اپنی دینی خدمات کے لیے مشہور رہا ہے۔ وہ بھی خصوصی طور سے حفظِ قرآن اور قرآنی تعلیمات کے لیے۔ مرحوم حافظ نور محمد صاحب کے شاگردوں میں حفاظ کی ایک لمبی قطار رہی ہے جو آج تک خیرآباد میں مشہور ہیں۔ حافظ محرم علی صاحب محبوب خیرآبادی کے دادا اور حافظ نور محمد صاحب ان کے پر دادا تھے۔ اس خاندان کی ماضی قریب میں بڑی خدمات رہی ہیں جو ابھی تک اظہر من الشمس ہیں۔

ایسے خاندان میں پلے بڑھے محبوبؔ خیرآبادی کو بھی علم سے رغبت فطری طور پر ہوئی۔ سو انھوں نے عربی، فارسی، اردو اور دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ ان کا رجحان شاعری کی طرف مائل ہوا۔ ان کے پسندیدہ شاعروں میں اقبالؔ اور غالبؔ رہے۔ محبوب صاحب نے اقبال اور غالبؔ کی شاعری کا بغور مطالعہ کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد قصبہ کے علمی و ادبی ماحول سے متاثر ہو کر شعر گوئی کا آغاز کیا۔ اصلاح کی غرض سے انھیں ڈاکٹر عزیزؔ خیرآبادی کی سرپرستی اور ضیاء الدین ضیاء انصاری خیرآبادی کی رہنمائی حاصل ہوئی۔

محبوب خیرآبادی ایک قادر الکلام، جدت پسند اور عجز و انکسار کے پیکر شاعر ہیں۔ ان کی فکر میں انفرادیت ہے۔ وہ اپنی خوددار طبیعت کی وجہ سے کسی کا ذہنی و فکری تسلط پسند نہیں کرتے۔ خودی ان کا زیور ہے جس کو وہ اہلِ زر کے ہاتھوں گروی نہیں کرتے۔ وہ اس علمی وراثت کو کبھی ضائع نہیں ہونے دیتے جس کا اظہار انھوں نے متعدد اشعار کے ذریعہ کیا ہے۔ ایک شعر یہاں درج ہے ملاحظہ ہو

آبروئے غیرتِ افلاس کی رسوا ہوگی
تم کسی بھی درِ دولت پہ نہ سجدہ کرنا

محبوبؔ خیرآبادی کو شعری اسرار و رموز سے بخوبی واقفیت ہے۔ وہ اس کے صنائع بدائع کا بھی علم رکھتے ہیں۔ ان کے اشعار میں استعارے و کنائے کے ساتھ تلمیح کا بھی برمحل استعمال ہے۔ شعر دیکھئے

درمیانِ حق و باطل فاصلہ رہنے دیا
سر دیا ہم نے مگر نامِ وقار رہنے دیا

ادب معاشرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ بات بالکل اپنی جگہ مسلم ہے۔ نثر و شعر دونوں اصناف پر یہ مقولہ صادق آتا ہے۔ بہ نسبت نثر نگار کے شاعر زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں جب محبوبؔ خیرآبادی کے مجموعۂ کلام ''نوائے محبوب'' کا جائزہ لیا جاتا ہے تو اس میں حالاتِ حاضرہ پر متعدد اشعار ملتے ہیں۔

یہ زمانہ کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں۔ صفحۂ ہستی پہ میری داستاں آزاد ہے
اپنے ہی دہکائے ہوئے دوزخ میں جلنے والا ہے
کاروبارِ ظلم و ستم یہ کب تک چلنے والا ہے
لہو سے اپنے چراغِ وفا جلاؤں گا۔ مجھے اندھیروں کا خانہ خراب کرنا ہے
مجبوریٔ حیات کا عالم نہ پوچھئے۔ جینا پڑا مجھے کبھی مرنا پڑا مجھے
یہ مصلحتِ وقت ہے خاموش ہیں ورنہ
ہر دور میں ہم لوگ تو ظالم سے لڑے ہیں
زہریلی فضاؤں میں بھلا کیسے گزر ہو
راتیں ہیں غضبناک تو یہ دن بھی کڑے ہیں

زیرِ نظر مجموعۂ کلام ''نوائے محبوب'' میں اس قبیل کے بیشتر اشعار مل جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بکثرت اشعار ایسے ہیں جو ان کی فکری بلندی کے شاہد ہیں۔ کلام میں چستی اور ندرتِ بیان ہے۔ زبان رواں دواں اور بیان سلیس ہے۔ مطالعہ اور مشاہدہ وسیع ہے۔ عجز و خلوص ان کے کلام کے حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔ چند اشعار بغیر کسی التزام و انتخاب درج کیے جا رہے ہیں۔

بڑھا دستِ ہوس کس آرزو تک۔ کہ اُس نے بیچ دی ہے آبرو تک
متحد ہو کر جہاں میں لوگ زندہ ہو گئے۔ قطرے قطرے جب ملے آپس میں دریا ہوئے
ایک ہم ہی نہیں خم عشق کے در پر تنہا۔ سر سلاطین جہاں کے بھی جھکا کرتے ہیں
زخم بھر جاتے ہیں سارے چارہ سازی سے مگر
بے کسی کا درد دل سے عمر بھر جاتا نہیں

دنیاتو سمجھتی ہے انھیں شاعرِ اعظم ۔بے بہرہ ہیں اردو سے مگر ضد پہ اڑے ہیں

محولہ بالاحوالوں کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ محبوبؔ خیر آبادی ایک ہشت پہلو اوصاف کے حامل دانشور شاعر ہیں۔ان کی تخلیق عصرِ حاضر کے شعراء سے جدا ہے۔ انھوں نے سہل ممتنع اور بحرطویل دونوں میں غزلیں کہی ہیں۔جدید فکر وتخیل ان کے کلام کی خاصیت ہے۔بہر حال زیرِ نظر مجموعہ ان کے روشن اور تابناک مستقبل کی ضمانت پیش کرتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ محبوبؔ خیر آبادی عوام اور خواص میں ہردل عزیز اپنی شخصیت اور کلام سے سرفراز ہوں۔۲۹۴رصفحات کومحیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے۲۵۰روپے اور شاعر کا پتہ ہے۔محبوب عالم۔محلہ قصباتی ٹولہ۔خیر آباد اودھ۔سیتاپور۔261131(یوپی)

کتاب کانام: پلکوں پرخواب

(ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شاربؔ:شخصیت وفن)

مرتب:سلطان اختر مبصر:سعید رحمانی

اردو شعروادب کے عصری منظرنامہ میں ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شاربؔ ایک ہمہ جہت شخصیت کے بطور معروف ہیں۔طب وحکمت جیسے خشک پیشہ سے وابستہ ہونے کے باوجود انہوں نے شاعری کا رچا بسا ذوق پایا ہے۔صرف شاعری ہی نہیں بلکہ صحافت ،افسانہ اور افسانچہ جیسی اصناف میں انہوں نے اپنی بصیرت اور بصارت کے گہرے نقوش مرتب کیے ہیں۔اب تک ان کی جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کے نام ہیں۔صحرا میں پھول(شعری مجموعہ)بے ساختہ (افسانچوں کا مجموعہ) اور سبھی سلگتی تعبیریں (افسانوں کا مجموعہ)۔اس کے علاوہ شعروادب اور فکشن پر چھ کتابیں طباعت کی منتظر ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے مرتب ہیں سلطان اختر جو درس وتدریس کے مقدس پیشہ سے منسلک ہیں ۔ادب شناس بھی ہیں ۔اس کتاب کے علاوہ ان کی مرتبہ مزید دس کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔بہر حال کتابِ ھذا ''پلکوں پرخواب'' کل سات ابواب پر مشتمل ہے جن کے تحت شاربؔ صاحب کی شخصیت ،انٹرویو،افسانہ تنقید،افسانچہ تنقید تاثرات،شاعری اور انتخاب تجربہ کے عنوانات سے موصوف کی شخصیت کے مختلف گوشوں کا اجاگر کیا گیا ہے۔جن حضرات نے شاربؔ صاحب کے فکروفن پر اظہارِ خیال کیا ہے ان میں ڈاکٹر ہاشم قدوائی ،نقشبند قمر نقوی بخاری،نذیر فتح پوری ،اشتیاق سعید وغیرہ جیسے سرور آوردہ شاعروادیب شامل ہیں۔

بقول اشتیاق سعید کے ''ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شاربؔ خوش فکر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ پائے کے افسانہ وافسانچہ نگار بھی ہیں ۔آپ کا مشاہدہ بڑا عمیق ہے۔اپنے اطراف واکناف میں رونما ہونے والے واقعات وحادثات کو نگاہوں کے توسط سے اپنے وجدان میں اتارنے کا ہنر خوب جانتے ہیں ۔پھر تہذیبی ونفسیاتی فکر کی آنچ پر تپا کر سنجیدگی اور بالیدگی کی ملمع سازی سے خوبصورت افسانوں کی صورت گڑھتے ہیں۔میرے نزدیک یہ خوش آئند امر ہے جو افسانہ نگار کو افسانوی معراج عطا کرتا ہے''۔

مختصراً کہنا چاہوں گا کہ شاربؔ صاحب ایک سچے اور کھرے فن کار ہیں جنھوں نے اپنے قلم کو معاشرتی ناہمواریوں پر نشتر زنی کے لئے وقف کررکھا ہے کیونکہ اصلاحِ معاشرہ کو وہ ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔

سلطان اختر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شاربؔ صاحب کی بے لوث شخصیت اور فکروفن کو یکجا کرکے ایک مستحسن کارنامہ انجام دیا ہے۔۲۵۲رصفحات کی اس ضخیم کتاب کی قیمت ہے۲۰۰روپے اور ملنے کا پتہ ہے۔ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شاربؔ

A/303,Deepalika.C.H.S .Ltd. YariRoad.Versova
Andheri(W).Mumbai-400061(M.S)

کتاب کانام: ورق ورق نیا آہنگ(غزلیہ مجموعہ)

شاعر:ڈاکٹر اسلم حنیف مبصر:سعید رحمانی

اردو شعروادب کے منظرنامہ میں ڈاکٹر اسلم حنیف ایک ہمہ جہت شخصیت کے بطور متعارف ہیں ۔خصوصاً ماہرِ عروض کی حیثیت سے انہیں مستحکم شناخت حاصل ہے۔زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے پہلی بار سات سو چون(۷۵۴)اوزان کی نشاندہی کی ہے۔جبکہ عام طور پر یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ تعداد کے اعتبار سے اردو میں سات بنیادی ارکان ہیں جن سے مختلف نام کی بنیادی بحریں وجود میں آتی ہیں ۔یہ بنیادی بحریں اساسی کہلاتی ہیں ان بحروں کے نام ہیں فعولن، فاعلن ،مفاعیلن ،فاعلاتن ،مستفعلن ،مستفاعلن اور مفاعلتن ۔یہ بحریں اردو شاعری میں عام طور پر مستعمل ہیں ۔ان بنیادی بحروں کو سالم رکن کہا جاتا ہے۔ کسی ایک سالم رکن کے دو یا دو سے زائد بار یکجا ہونے سے مفرد بحر یا سالم بحر کی تشکیل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اسلم حنیف کو شعری سفر کے ابتدائی دور سے ہی پیچیدہ اور ثقیل بحروں میں شعر کہنے اور نئے نئے شعری تجربات کرنے کا شوق رہا ہے ۔انہوں نے شاعری میں جو نئے تجربات کیے تھے ان سبھوں کو یکجا کرکے ڈاکٹر فراز حامدی نے ۳۳۲رصفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب شائع کی جس میں ڈاکٹر اسلم حنیف کے خود ساختہ شعری اصناف اور مختلف النوع شعری تجربات شامل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے اردو شاعری کے ۱۹رمروجہ بحروں کے سیکڑوں اوزان برآمد کرکے انہیں شامل کتاب کیا ہے۔ کتاب کل دس ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں اسلم حنیف صاحب کے اجتہادی رویہ پر مختلف ادیبوں کے مضامین اور اوزان وبحور کے تعلق سے معلومات شامل ہیں ۔دوسرے باب میں منظومات اور غزلیات مختلف ہیئتوں میں شامل ہیں،ساتھ ہی ان منظومات اور غزلیات کے اوزان وبحور کی نشاندہی بھی کی ہے۔تیسرے باب میں ایسی غزلیں ہیں جو صنعتِ متلون میں کہی گئی ہیں ۔چوتھے باب میں ان کی ایسی غزلیں شامل

ہیں جوان کے بنیادی اوزان اوران کے مختلف مزاحف ارکان میں ہیں۔پانچویں باب میں اسلم حنیف نے اپنی ان غزلوں کوشامل کیا ہے جن کا انتخاب قافیہ اور آہنگ کے تجربات کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں آزادغزلیں ہیں اور ان کے خودساختہ ارکان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ساتویں باب میں مختلف چھندوں میں کہی گئی غزلیات شامل ہیں۔آٹھویں باب میں موشح نما غزلیں شامل ہیں۔ نویں باب میں رکنیاتی غزلیں اور تضمینی غزلیں ہیں جبکہ دسویں باب میں دورکنی غزلوں کو یکجا کیا گیا ہے۔اس میں رباعی کے ۳۶ راوزان میں کہی گئی غزلوں کا تجزیہ بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر اسلم حنیف نے اجتہادی ذہن سے جو کرشمے دکھائے ہیں مختلف اور متعدد صنعتوں سے کام لیا ہے، مختلف ہیئتی تجربے کئے ہیں وہ نہ صرف نئے امکانات کے دروازے کھولتے ہیں بلکہ یہ تمام کوششیں تاریخ ساز ہونے کی صلاحیت سے بھی معمور ہیں اور یوں اپنے خالق کے نام اور کام کو زندگیٔ جاوید عطا کرنے والی ہیں۔

ڈاکٹر اسلم حنیف کی اجتہادی طبیعت کا اعتراف کرنے والوں میں شمس الحق فاروقی، پروفیسر کرامت علی کرامت، ستیہ پال آنند، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ناصر عباس نیر (پاکستان) حماد انجم جیسی معتبر ہستیاں شامل ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اشکالی نظم، دوبیتی، مثلثی، موشح نما غزل اور کئی دیگر اصناف کی ایجاد کے علاوہ غزل کے متعدد تجربوں سے قارئین کوانھوں نے روشناس کرایا ہے۔مثال کے طور پر انہوں نے ایک غزل میں ۱۳۰ ر اور ایک غزل میں ۱۰۸ ر اوزان جو بیشتر غزلوں میں بحور کی کثرت سے استعمال کر کے اپنی اجتہادی فطرت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور سب سے حیرت کی بات ہے کہ زیر نظر کتاب کی غزلیات میں انہوں نے ساڑھے سات سو سے زائد اوزان کا استعمال کیا ہے۔

اس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ڈاکٹر اسلم حنیف نے اوزان وبحور کے تعلق سے ایک تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جو علم عروض سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔۵۳۵ ر صفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے آٹھ سو روپے اور ملنے کا پتہ ہے:

ڈاکٹر اسلم حنیف۔پوسٹ آفس گنور۔ضلع سنبھل 243724 (یوپی)

کتاب کا نام: ہنر تنوں کا رشتہ (مجموعہ غزل مع تبصرہ وتجزیہ)

شاعر: بدر محمدی   مبصر: سعید رحمانی

اردو شاعری کے عصری منظر نامے میں بدر محمدی ایک تازہ کار شاعر کی مستحکم شناخت رکھتے ہیں۔شاعری کے علاوہ نقد و تحقیق، انتقادیات اور صحافت کے میدان میں بھی اپنی ہنرمندی کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ خالص غزلوں پر مشتمل ہے اور جس کی اشاعت ۲۰۱۱ء میں ہوئی ہے۔اس کے بعد غزلوں، تبصروں اور تنقید کے موضوع پر چند مجموعے بھی شائع کر چکے ہیں جن کے نام ہیں "اساسِ نظر" "خوشبو کے حوالے" اور "ہم عصر شعری جہات"۔انہوں نے اردو زبان وادب کی ترویج اور تخلیقی میدان میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کے اعتراف میں بہار اردو اکاڈمی اور اتر پردیش اردو اکاڈمی ایوارڈ سے سرفراز کرچکی ہیں۔

مجموعے کے آغاز میں ۲۸ ر تبصراتی مضامین مختلف قلم کاروں کے شامل ہیں، جن کے مطالعہ سے بدر محمدی صاحب کے فکروفن کے مختلف روشن گوشوں سے آشنائی ہوتی ہے۔ابتدا حسب معمول حمد باری اور نعت پاک سے ہوئی ہے، اس کے بعد غزلیں ہیں۔ان غزلوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذات سے کائنات تک کے سفر کے دوران منظروں کے بیش قیمت موتی جمع کیے ہیں اور انہیں خوبصورت الفاظ کا پیکر عطا کر کے عمرِ دوام بخشا ہے۔

شاعر کا کلام اس کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے۔اس کی غزلوں میں دانستہ یا نادانستہ کچھ ایسے شعر وارد ہوجاتے ہیں جن سے شاعر کی شخصیت، مزاج ومنہاج، ذہن ودل اور فکرواحساس کی سبھی پرچھائیاں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔اس ضمن میں ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

شاعرِ سادہ بیاں بدر ہے تو۔شاعری سادہ بیانی تیری
ہے عجب بدر میری فن کاری۔فکر کا بوجھ ڈھو رہا ہوں میں
ہے مخاطب تو خوبروؤں سے۔خوب ہے بدر شاعری تیری

اپنے تیس سالہ شعری سفر کے دوران جن تحریکات اور رجحانات سے دوچار ہوئے ان کے اثرات بھی ان کی شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔چنانچہ واردات حسن وعشق کے ساتھ ساتھ ترقی پسند تحریک اور جدیدیت کے اثرات بھی ان کی شاعری میں مرتب ہوئے ہیں۔اس حوالے سے چند اشعار پیش ہیں۔

خوب حسیں ہے اس کا پیکر۔پھول نظر کا اس پہ نچھاور
ہورہا ہے تباہ شورش سے۔کون ڈھونڈے سکون کا رشتہ
شہر در شہر ہے وہ تاریکی۔اب تو دن میں چراغ جلتا ہے
اشک پیہم سے سرسبز شاداب ہے۔ورنہ سوکھی ہوئی گھاس ہے زندگی

مذکورہ بالا اشعار ان کے عصری شعور، وسیع تجربات اور عمیق مشاہدات کا مظہر ہیں۔انہوں نے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کا برملا استعمال بھی کیا ہے، جس کی بنا پر ان کی شاعری میں گہرائی وگیرائی پیدا ہوئی ہے۔اس نوع کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہر نظر غزنوی صفت ٹھہری۔تن بدن سومناتھ ہے اس کا
کام آیا ہے پاؤں ہونٹوں کے۔ایڑیوں سے یہ چشمہ چھوٹا ہے
آنکھوں کے ساحلوں پر کچھ دیر آکے ٹھہرو۔چاہو جو دیکھنا تم دریا دلی ہماری

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مجموعے میں شامل غزلیں بدرؔ محمدی کی فکری بصیرت اور تخلیقی قوت کی آئینہ دار ہیں۔ یہ شاعری قاری کو ایک حساس شاعر سے روشناس کراتی ہے۔ انہوں نے اپنے تجربات و مشاہدات کو شعری پیکر عطا کر کے اپنی شاعرانہ ہنرمندی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ اہلِ ادب اس کا خوش دلی سے پذیرائی کریں گے۔ ۲۷۶ر صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے مبلغ ۳۵۰ر روپے، اور شاعر کا پتہ ہے۔

BadrMohammadi,ChandpurFateh,Bariyarpur,
Dist.Vaishali-843102(BIHAR)

کتاب کا نام: اڈیشا کے مجاہدینِ آزادی (تاریخی و تحقیقی)
مصنف: مطیع اللہ نازشؔ مبصر: سعید رحمانی

مولوی مطیع اللہ نازشؔ صاحب ایک ہمہ جہت قلمکار ہیں۔ شعروادب، نقد و تحقیق، صحافت اور ترجمہ نگاری کے میدان میں ان کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ان کا ادبی سفر گزشتہ چار دہائیوں سے جاری ہے۔ اس دوران مختلف موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں منظرِ عام پر آکر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ ان کتابوں کے نام ہیں "ہدایاتِ حج" (اردو اور اڑیا زبان میں) "عکسِ تہذیب" (انتقادِ اسلامی عمرانیات پر مبنی مقالات) اس کے علاوہ اڈیشا اردو اکاڈمی کے تحت جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کے نام ہیں "عکس معاشرہ" (انتقاد اسلامی عمرانیات و کشکول ادبیات) "کشکولِ اردو ادب" (انتقاد ادبیات اور نثری منظومات) اس کے علاوہ "مخزنِ اردو ادب" کے عنوان سے ایک کتاب زیرِ طبع ہے۔ ایک کتاب "عکس بصیرت" اسٹیٹ مدرسہ بورڈ اور اتکل یونیورسٹی کے 3+ نصاب میں بھی داخل ہے۔ اڑیا ریاضی درجہ سوم، اڑیا ریاضی درجہ ششم اور جغرافیہ کا اردو میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ مختلف ادبی اور ثقافتی اداروں کی رکنیت انہیں حاصل ہے۔ انہوں نے تخلیقی و تحقیقی میدان میں اب تک جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کے اعتراف میں اڈیشا سوابھیمان کٹک، سمانسٹی ٹیوٹ بھوبنیشور، مائنریٹی کمیونیٹی سوسائٹی کٹک اور نجمی اکاڈمی کی جانب سے انہیں اعزازات سے نوازا جا چکا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ تاریخی اور تحقیقی نوعیت کا ہے، جس میں اڈیشا کے جملہ مجاہدین آزادی کا تذکرہ ہے۔ ان کی یہ کاوش ایک کارنامہ ہی کہی جاسکتی ہے کیوں کہ اڈیشا میں آج تک کسی زبان میں ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں جملہ مجاہدین آزادی کا ذکر ہو۔ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ دورِ اول میں ۱۷۶۷ء سے ۱۸۱۷ء تک کے مجاہدین آزادی شامل ہیں۔ ابتدا میں اڈیشا کی جنگِ آزادی کی ابتدا اور مجاہدین کی قربانیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پانچ مجاہدین آزادی کا تذکرہ ہے۔ دورِ دوم میں ۱۸۱۸ء سے ۱۸۹۹ء کے دوران جو مجاہدین محرک رہے ان کی تفصیلات ہیں۔ دورِ سوم میں ۱۹۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے مجاہدین آزادی شامل ہیں۔

کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ مستند مواد کو یکجا کرنے میں مطیع اللہ صاحب نے بڑی جانفشانی کی ہوگی جس کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے:

"زیرِ نظر کتاب کی تصنیف و تدوین میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوا ہے۔ دوسو سالہ برطانوی حکمرانوں سے جدوجہد، مہماتِ آزادی میں شہیدانِ وطن اور مجاہدین آزادی کی داستانِ درد و الم کی تاریخ کسی ایک کتاب میں دستیاب نہیں ہے۔ اس موضوع پر مضامین جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ اخبارات کتابیں اور انٹرنیٹ سے بڑی محنت، تلاش اور جستجو کے بعد مستند مواد حاصل کر پایا ہوں۔"

اس کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ برادرانِ وطن کے ساتھ ساتھ ہماری ملت کے افراد نے بھی جنگ آزادی میں قربانیاں دی ہیں۔ آج کی نسل شاید ان مجاہدین سے واقف نہ ہو۔ یہ مجاہدین تھے: سید فضلِ حق، مولانا عبدالرحیم آزاد، مولانا حبیب الرحمن، مولانا سید برکت اللہ برکتؔ، مولانا محمد اطہرؔ سید محمد اسماعیل قاسمی، ڈاکٹر مرزا عبدالوحید بیگ، مولانا عبدالمنان اور محمد حنیف وغیرہ۔ ان کی جدوجہد اور قربانیاں بلاشبہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے۔

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب دستاویزی اہمیت کی حامل ہے جسے پیش کر کے مطیع اللہ صاحب نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے، اس بات کے لیے وہ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اور ساتھ ہی اڈیشا اردو اکاڈمی کے سکریٹری ڈاکٹر سید مشیر عالم بھی لائق مبارکباد ہیں، جنہوں نے اسے شائع کر کے اردو والوں کو ایک گرانقدر تحفہ دیا ہے۔ کتاب کی قیمت ہے ۴۴۰ر روپے جسے ذیل کے پتے سے حاصل کیا جاسکتا ہے:۔

Secretary Orissa Urdu Academy
Sanskruti Bhawan Museum Complex
B.J.B Nagar Bhubneshwar-751014(Orissa)

☆☆☆

طرحی مشاعرہ

مصرع طرح "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے" پر غزلیں پیش ہیں۔ اگلے شمارے کے لیے طرح نوٹ فرمائیں: "ہم نے بھی تجھے پیار کے مکتوب لکھے تھے" (شاعر۔خورشید احمد جامی) قوانی لکھے، بنے، کھڑے وغیرہ، ردیف: تھے۔ پانچ اشعار پر مشتمل آپ کی طرحی غزل ۱۵ر نومبر ۲۰۲۳ء کے اندر ہمیں مل جانی چاہیے۔ رسالہ اگر تاخیر سے ملے تو وصول یابی کے ایک ہفتے کے اندر ارسال کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

احسان مکرم پوری۔مدھوبنی بہار
Mob-8809389918

جو میرے خانۂ دل میں بسا ہے
نظر سے دور ہوتا جارہا ہے

وہ غافل آج تک تجھ سے کیوں کر
کسی مشکل میں شاید مبتلا ہے

نہیں پہچان پایا دشمنوں کو
"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"

جسے میں نے سکھایا تھا ہنر کچھ
مقابل آج وہ میرے کھڑا ہے

نہ منڈواؤ ابھی تم سر کو احساں
فضاؤں میں بہت اولا پڑا ہے

سلیم انصاری۔الہ آباد
Mob-7070135643

در و دیوار پر سبزہ اگا ہے
یہی میرے جنوں کی انتہا ہے

زمیں پر پھل تو آ ٹپکا ہے لیکن
گھنی شاخوں میں پتھر رہ گیا ہے

نہیں ہے وہ مرا ہمدرد تو کیا
یہی کیا کم ہے صورت آشنا ہے

میں اتنی بار جھٹلایا گیا ہوں
کہ اب سچ سے بھی جی ڈرنے لگا ہے

وہ ناواقف ہے آدابِ سفر سے
تو میرے ساتھ پھر کیوں چل رہا ہے

حمید عکسی........ورنگل
Mob-9000719016

غزالی آنکھوں پر پردا پڑا ہے
تمہارا ہر کوئی عاشق بنا ہے

بصیرت کی نظر سے دیکھ لو تم
ہر اک ذرے میں وہ جلوہ نما ہے

حفاظت دشمنوں سے وہ کرے گا
ہمارے ساتھ جب اپنا خدا ہے

ہے اب تو مجرموں کو چھوٹ ہر سو
مگر معصوم کو ملتی سزا ہے

رہیں امن و اماں سے لوگ عکسی
سبھوں کے واسطے میری دعا ہے

رضاء الباری اظہر کٹیہار بہار
Mob.9931164932

وہ خود کو سب سے اونچا سوچتا ہے
کہ اپنے قد میں وہ سب سے بڑا ہے

تجھے پہچاننے میں میرے ہمدم
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

جہاں تعلیم حاصل میں نے کی تھی
ہمیشہ علم کا مرکز رہا ہے

مجھے ہے ناز اس کی دوستی پر
وہ میری چاہتوں سے آشنا ہے

جسے میں دوست کہتا ہوں اے اظہر
مرے دشمن سے جا کر مل گیا ہے

ممتاز شعور۔۔۔سمبل پور
Mob-6370768671

مجھے اس زندگی نے کیا دیا ہے
خوشی مانگی تھی لیکن غم ملا ہے

مری بستی پہ ٹوٹی ہے قیامت
مری نظروں میں منظر قتل کا ہے

جسے سمجھا تھا اپنا غیر نکلا
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

زمانے سے کبھی ڈرتا نہیں میں
مرے دل میں فقط خوفِ خدا ہے

شعور انجام سے کیوں ڈر رہے ہو
وہی ہوگا جو قسمت میں لکھا ہے

شکیل سہرامی (پٹنہ)
Mob-9835642267

یہی تو سوچ کر صدمہ ہوا ہے
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

سنبھل کر رابطہ کرنا کسی سے
یہاں ہر آدمی بہکا ہوا ہے

محبت کا اثر بھی کیا اثر ہے
ہمارا آئینہ چہرا ہوا ہے

خوشی اس بات کی حاصل ہے ہم کو
ہمارا ہم سفر سلجھا ہوا ہے

فقط کہنے کی ہے یہ بات ورنہ
دلِ بیمار کب اچھا ہوا ہے

افضال بیدار۔راجگا نگ پور
9437247569

مرے وہ سامنے آ کر کھڑا ہے
مجھے یہ دیکھ کر اچھا لگا ہے

ترے چہرے کو جب ہم نے پڑھا ہے
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

کھلے گی آنکھ تو گھبرا اٹھو گے
ابھی تو آنکھ پر پردا پڑا ہے

یہی سب سوچ کر میں مطمئن ہوں
چلو جو بھی ہوا اچھا ہوا ہے

یہ کیسا آگیا ہے دور بیدار
ہماری سوچ پر پہرا لگا ہے

اظہر آتش.........جلگاؤں
Mob.9096969098

کسی کا گھر یہاں شاید جلا ہے
دھواں چاروں طرف چھایا ہوا ہے

پرکھنے میں ہوئی ہے بھول میری
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

خوشی ہم کو میسر ہی نہیں ہے
غموں سے دل ہمارا بھر گیا ہے

اذیت مجھ کو تم جو دے رہے ہو
نہ دل میں کوئی شکوہ اور گلہ ہے

کسی کے دل میں الفت ہے نہ آتش
ہمارے دور کا یہ ماجرا ہے

عطیہ پروین۔فیض آباد، اجودھیا
Mob-

خیالوں میں جو اب چھایا ہوا ہے
بہت عرصے کا وہ بچھڑا ہوا ہے

کسی کی یاد بے حد آرہی ہے
گھنے بادل کا جو سایا ہوا ہے

اداسی اس نے کم کردی ہماری
گلابِ سرخ اک مہکا ہوا ہے

اسے میں سچ کہوں پہچاننے میں
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

کوئی آہٹ کوئی دستک سنی تو
لگا پروین وہ آیا ہوا ہے

اے جے عالم......جھارسوگڑہ، اڈیشا
Mob-9776031506

بھلا اس میں ہماری کیا خطا ہے
وہ خود نظروں سے اپنی ہی گرا ہے

بموں سے شہر اپنا جل رہا ہے
قیامت ہر گھڑی ہر پل بپا ہے

سرابوں کو میں سمجھا موجِ دریا
"نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

در و دیوار پہ چھائی اداسی
یقیناً گھر میں کوئی مسئلہ ہے

دراڑ آئی ہے جو رشتوں میں عالم
یہ میں کیسے کہوں میری خطا ہے

عظمت علی عظمت (کرنول)
9866792509

زمیں کیا آسماں بھی رو رہا ہے ۔۔۔ کہ ناحق خون کس کا بہہ گیا ہے
جنونِ عشق اتنا بڑھ گیا ہے ۔۔۔ تصور میں فقط چہرا ترا ہے
ہوا کے تند جھونکوں کے اثر سے ۔۔۔ بلندی سے وہ نیچے گر پڑا ہے
سبھی حیرت زدہ ہونے لگے ہیں ۔۔۔ اچانک ماجرا ایسا ہوا ہے
سمجھ نہ پایا عظمت میں اسے تو ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"

ڈاکٹر ممتاز منور۔ پونے
Mob-9881469520

جہاں میں جو بھی ہے ہوتا فنا ہے ۔۔۔ خدا کی ذات کو لیکن بقا ہے
اسی نے پا لیا مقصود اپنا ۔۔۔ تری چوکھٹ پہ سر جس کا جھکا ہے
ہیں سب مصروف اپنی زندگی میں ۔۔۔ سنے گا کون جو دل کی صدا ہے
کرے تو لاکھ جور و ظلم مجھ پر ۔۔۔ رہے تو خوش یہی میری دعا ہے
نظر آتے ہیں دشمن دوست جیسے ۔۔۔ نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے

شفیق رائے پوری، چھتیس گڑھ
Mob.7974912700

ادھر جور و جفا کا سلسلہ ہے ۔۔۔ لبوں پر اس طرف حرفِ دعا ہے
کہاں اب صبر کی گردن بچے گی ۔۔۔ یہاں ہر ہاتھ میں تیغِ جفا ہے
مجھے سنتا نہیں انسان کوئی ۔۔۔ مری آواز صحرا کی صدا ہے
محبت کی رمق، اخلاص کی بو ۔۔۔ کہاں رشتوں میں اب کچھ بھی بچا ہے
نہیں وہ بات پہلی سی شفیق اب ۔۔۔ غزل کا رنگ کچھ پھیکا ہوا ہے

سعید قادری، مظفر پور بہار
Mob.9199533834

مرے آنگن میں جو چھائی گھٹا ہے ۔۔۔ وہ برسے گی جو پچھم کی ہوا ہے
تلاطم میں کریں کیا بادبانی ۔۔۔ ہماری کشتی کا مالک خدا ہے
نظر آتا ہے جس میں ان کا جلوہ ۔۔۔ ہمارا آئینہ سب سے جدا ہے
بھٹکتا ہوں ابھی تک راستے میں ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
کروں میں کس طرح عرضِ تمنا ۔۔۔ سعید اس بات سے آتی حیا ہے

نیاز نذر فاطمی ، پھلواری شریف
Mob-9771222617

جو سمجھا ہے وہی میں نے کہا ہے ۔۔۔ حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے
جسے دیکھا لگا' یہ تو کھرا ہے ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
تمہاری نفرتیں بھی تھیں گوارا ۔۔۔ تمہارا پیار بھی اچھا لگا ہے
سمو کر سیکڑوں کردار خود میں ۔۔۔ وہ چوں چوں کا مربہ بن گیا ہے
پرانے عشق کی راہیں ہیں لیکن ۔۔۔ فراقِ نذر کا نقشہ نیا ہے

سید خلیق الزماں، سیوان، بہار
Mob-8009025588

زمانے سے غرض کیا جب خدا ہے ۔۔۔ وسیلہ بس شبِ غم کی دعا ہے
تدارک کرنے آیا تھا غموں کا ۔۔۔ مسیحا مخمصے میں خود پھنسا ہے
دیا امید کا روشن ہے لیکن ۔۔۔ زمانے کی بہت بگڑی ہوا ہے
حقیقت خواب میں آئی نظر پھر ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
خلیق اب کیا سنائیں حال اپنا ۔۔۔ سماعت پر یہاں تالا پڑا ہے

میم عین لاڈلہ ۲۴ پرگنہ (WB)
Mob-9331457143

جسے تو چاہتا صبح و مسا ہے ۔۔۔ وہی معبود جو سب کا خدا ہے
وہ دریا پار کر لے گا یقیناً ۔۔۔ بڑا ماہر ہمارا نا خدا ہے
کمر جھکنے لگی ہے اب مسلسل ۔۔۔ اسے جب سے بڑھاپا آگیا ہے
نگاہوں سے نگاہوں کو ملا کر ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکا ہوا ہے"
کرم کر اے خدا تو لاڈلہ پر ۔۔۔ گناہوں میں بہت ڈوبا ہوا ہے

ارشد قمر، ڈالٹن گنج، پلاموں
Mob.8092535235

نہیں غیروں سے مجھ کو کچھ گلہ ہے ۔۔۔ مرے اپنوں نے ہی رسوا کیا ہے
مرے ہاتھوں کو میرے ہم نشیں نے ۔۔۔ بڑے ہی پیار سے بوسہ دیا ہے
فضا نفرت کی ہے چاروں طرف اب ۔۔۔ کہ بھائی بھائی کا دشمن بنا ہے
مجھے سونے نہیں دیتا ہے شب کو ۔۔۔ عجب سا درد دل میں جاگتا ہے
تمہاری حق بیانی یہ ہے ارشد ۔۔۔ علم حق کا بلندی پر کیا ہے

محمد مجیب اللہ خاں پرواز، بھوبنیشور
Mob-9437581492

کہیں ویراں کہیں میلہ لگا ہے ۔۔۔ ہوا ایسا نہ، ایسا ہو رہا ہے
لگائے جائیں باغیچے میں پودے ۔۔۔ اگر برسات کا موسم چلا ہے
دکھاؤ اپنے ارمانوں کی ڈولی ۔۔۔ تمہیں بھی پیار گر ہم سے ہوا ہے
مرے قاتل نے بخشی میری جاں کو ۔۔۔ کہا اب مارنے کو غم ترا ہے
کہیں ہم سے خفا تو رب نہیں ہے ۔۔۔ ہمیں پرواز ڈر لگنے لگا ہے

محمد یونس عاصم کٹک
Mob-9090156995

بزرگوں کو یہی کہتے سنا ہے ۔۔۔ بلائیں ٹالتی ماں کی دعا ہے
یہی سمجھا رہا ہوں اپنے دل کو ۔۔۔ "نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
اجالوں کا تحفظ ہے ضروری ۔۔۔ اندھیرا پاؤں پھیلانے لگا ہے
سمندر کی خموشی میں یقیناً ۔۔۔ کوئی طوفان جیسے پل رہا ہے
نکل کر قید سے گم نامیوں کی ۔۔۔ یہ عاصم انجمن میں آگیا ہے

حسرت صفی پوری، کانپور، یوپی
Mob.9795593974

قدم میرا وہاں تک آگیا ہے　　حوادث کا جہاں اک سلسلہ ہے
اندھیروں کی پرستش عام ہے اب　　چراغِ علم شاید بجھ گیا ہے
مبارک ہو تجھے ترکِ تعلق　　مرے نزدیک تو یہ زلزلہ ہے
میں قاتل کو مسیحا مان بیٹھا　　"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
وہ خود کو فلسفی کہتا ہے حسرت　　جو اپنے آپ سے نا آشنا ہے

افضل مظفر پوری، سیوان بہار
Mob-9955029167

نگاہوں میں ترا چہرا بسا ہے　　مجھے لگتا ہے دنیا خوشنما ہے
ستاتی ہے جدائی اب تمہاری　　چلے آؤ کہ دل کا در کھلا ہے
محبت تونے کی تھی جان و دل سے　　مجھے پھر چھوڑ کر تو کیوں گیا ہے
شریکِ زندگی چننے میں میری　　"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
سبھی دکھ درد خود ہی جھیل افضل　　زمانہ تو تماشا دیکھتا ہے

نظام مجھولیاوی۔ مظفر پور بہار
Mob.9973047938

وفاداری میں ہم کو کیا ملا ہے　　ہمارا نام بس رسوا ہوا ہے
ہوئی انسانیت دنیا سے رخصت　　کہ اک انساں کو انساں مارتا ہے
بھلا سچی گواہی کون دے گا　　جو منصف ہے، وہی قاتل رہا ہے
اسے سچا سمجھتا تھا ابھی تک　　"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
جو اندر ہے وہی باہر دکھے گا　　نظامؔ انساں سراپا آئینہ ہے

نظام جلال پوری، مظفر پور بہار
Mob.9199874010

دوپٹہ رخ پہ یوں رکھا گیا ہے　　کہ جیسے چاند بادل میں چھپا ہے
ملن کی لذتیں ہیں خوب لیکن　　جدائی کا مزہ اس سے سوا ہے
سوا تیرے بھلا کس کو پکاروں　　کہ میرے درد دل کی تو دوا ہے
جسے سمجھا تھا سونا، خاک نکلا　　"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
غزل سے دل بہلتا ہے نظامؔ اب　　کسی کے غم میں یہ شاعر بنا ہے

منورعلی تاج ۔اجین مدھیہ پردیش
Mob-7000447654

پرایا درد سینے سے لگا ہے　　ہمارے پیار کا یہ حوصلہ ہے
سمندر جبر کا کھارا ہے لیکن　　سمندر صبر کا میٹھا بڑا ہے
سبھی اذہان دیتے ہیں گواہی　　خدا ہر حال میں سب کا خدا ہے
چھوا ہے جھوٹ نے جب سے خرد کو　　"نگاہوں کو بڑا دھوکہ ہوا ہے"
دوا رکھتا نہیں ہے تاجؔ کوئی　　سبھوں کے واسطے دل کی دعا ہے

(بقیہ صفحہ 59 پر ملاحظہ فرمائیں)

ادب پیما
(ادبی، تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیاں)

گملہ ضلع جھارکھنڈ میں ایک ذولسانی مشاعرہ

گزشتہ ۱۸رمئی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات گملہ ضلع جھارکھند کے یوم تاسیس کے پرمسرت موقع پر جلع انتظامیہ نے شاندار ذولسانی ہندی اردو مشاعرہ کا انعقاد کیا جو دونشستون میں مشتمل تھا۔

پہلا مشاعرہ ضلع انتظامیہ ہال میں دن کے دو بجے سے چار بجے تک اور دوسرا مشاعرہ گملہ لائنس کلب و پتر کار سنگھ کی جانب سے رات ۸ر بجے سے گیارہ بجے تک انتہائی کامیابی کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ ہر دو مشاعرہ ر کوی سمیللن میں شعراء کا اعزاز اور گل پوشی و شال پوشی سے کیا گیا۔ ان مشاعروں کو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد کرنے کا سہرا گملہ کے ہر دل عزیز اور فعال نوجوان شاعرر، نقیب اور ناظم مشاعرہ جناب جناب آفتاب انجم ازہر کے سر جاتا ہے جو بلاشبہ تعریف و تحسین کے حقدار ہیں۔

جن شعرائے کرام نے ان مشاعروں کو انتہائی کامیابی سے ہم کنار کیا ان کے نام نامی اسم گرامی ہیں جناب سید نفیس دسنوی اور جناب شاکر وارثی (کٹک اڈیشا) جناب رہبر گیاوی المعروف چونچ گیاوی (پٹنہ) جناب دل شاد نظمی (رانچی) جناب وسنت جوشی (دھنباد) محترمہ پر تیبھا یادو (یوپی) جناب شمبھو سرگم، جناب رضوان اسدقی اور کنوینز مشاعرہ ۔ (مرسلہ آفتاب انجم ازہر)

☆ جناب سید نور رسول قادری (کرنول)

بزمِ ادب کرنول کے زیر اہتمام مشاعرہ بیادِ حسین

بزم اردو کرنول کی جانب سے آج بروز اتوار ۳۰ر جولائی ۲۰۲۳ء کو یاد حسین کے عنوان سے ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا جس کی صدارت جناب سید خادم رسول عینی صاحب نے فرمائی۔ عبدالحق اردو یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو جناب سید سلطان معین حسین صاحب مہمان خصوصی رہے۔ نظامت کے فرائض جناب عبدالوہاب صفدر نے انجام دئے۔ مشاعرے کا آغاز عبدالوہاب صفدر کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سمیع شریف نے بارگاہِ رسالت مآب میں گلہائے عقیدت کے نذرانے پیش کیے۔ حیدر نیاز حیدر، ابراہیم علی ادونوری، یاسر بخاری، نور اللہ شاہ اجبی، عبدالوہاب صفدر، عطا کوثر قادری کے علاوہ خادم رسول عینی نے نواسہ رسول مقبول ﷺ شہید اعظم امام عالی مقام کی بارگاہِ بیکس پناہ میں منقبت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جن شعرا مشاعرے کو رونق بخشی ان کے اسمائے گرامی ہیں:

سید خادم رسول عینی، عطا کوثر، صفدر کرنولی، ابراہین علی قادری، یاسر کرنولی، انور اجبی، نیاز حیدر ☆☆☆